

عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ کی نادر و ننگار
اور معرکہ آرا کتاب "مثنوی معنوی" کی جامع اور لاجواب شرح

کلیدِ مثنوی

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ علیہ

21

یہ وہ مقبول خاص عام کتاب ہے کہ خواندہ ناخواندہ سب ہی اس کو چسپی لیتے ہیں مگر
مضامین عالیہ ہونے کی وجہ سے مطالب سمجھنے میں بڑی دقت پیش آتی ہے اور بعض
اوقات نوبت السامع و زندقہ تک پہنچ جاتی ہے حضرت حکیم الامت نے اشعارِ مثنوی
کو واضح کر کے اور مسائلِ تصوف کو عام فہم بنا کر نہایت خوبی سے سمجھا دیا ہے حقیقت
یہ ہے کہ اس سے معتبر اور شریعت و طریقت کا پاس و ادب رکھ کر مضامین کو حل
کرنے والی کوئی اور شرح نہیں لکھی گئی

بیرون بوہڑ گیٹ
ملتان

اِنَّ اِلٰهَنَا لَيَقَاتِلُ اَشْرَفِيَا

سلسلہ معارف اشرفیہ جلد نمبر ۲۲

یعنی

ایک عظیم اسلامی انسائیکلو پیڈیا

دفعہ پنجم جزو اول

کلیدِ مثنوی

جلد ۲۱

از حکیم الامتہ مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ تعالیٰ علیہ

ناشر

ادارۃ تالیفات اشرفیہ

بیرون بوٹھ گیت ملتان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

عرضِ ناشر

الحمد للہ ثم الحمد للہ "کلیدِ مشنوی" دفترِ پنجم آپ کے ہاتھوں میں ہے۔
اس سے قبل کلیدِ مشنوی ۲۰ جلدوں میں شائع کر چکے ہیں جس میں دفترِ پنجم
شامل نہیں تھا۔

تلاشِ بسیار کے بعد اس کا قلمی مستودہ دارالعلوم (کراچی) سے مل گیا
جس کو پڑھنا کارے دار تھا۔

اس سلسلہ میں حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب مدظلہ العالی کا خصوصی تعاون
شامل رہا۔ اللہ پاک اُن کو جزائے خیر دیں۔ آمین !

بہر حال کئی مشکل مراحل سے گزر کر یہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اس میں بزرگوں کے مشورہ سے جناب محترم حضرت قاضی سجاد حسین صاحب نور اللہ مرقدہ
کے ترجمہ کے ساتھ شائع کر رہے ہیں۔

اس طرح ترجمہ قاضی صاحب کا ہے اور شرح حضرت حکیم الامت مجددِ اہل سنت
حضرت مولانا الشاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ۔

اس کے جامع حضرت مولانا حبیب احمد صاحب ہیں۔ اللہ پاک ان سب حضرات

کو اپنی شایانِ شان جزائے خیر دیں۔ آمین !

اللہ پاک محض اپنے فضل و کرم سے ہماری اس حقیر سعی کو شرفِ قبولِ نصیب

فرمائیں۔ آمین ثم آمین ————— طالبِ دعا :

احقر محمد اسحاق عفی عنہ

جمادی الاول ۱۴۱۳ھ

دستِ نجمِ ریحِ اول

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لے مقہ یعنی ضیاء الحق
حسام الدین کا مطالعہ ہے کہ
شعوی کا پانچواں دفتر شروع
کیا جائے۔ ترجمہ کتاب میں
شعوی کا دفتر گر کر خور ہے۔
یہ شرط ہے دوسرا شعر چار
ہے۔ مجرب یعنی عوام میں
تہاری تعریف سننے کی
اہلیت نہیں ہے ورنہ
تہاری بہت تعریف کرتا
اور ان کے علاوہ کوئی ایسا کہتا
نہیں جس کا سلطان یعنی حسام
الکلی کی تعریف ایک حکام
کے سامنے حسام الدین کی
تعریف کرنا ایسا ہی ہے جیسا
کہ ان کی عداوت کے لئے کہ
کہلا جائے۔
اس آیت درج ہے۔ اگر وہ
مطہ نہ ہو تو سننے میں
کہانی کو تسلیم نہیں کرے
یعنی عوام کے سامنے یہ حق
تعریف کرنا ہی نہیں ہے
اگر کوئی آپ درویش ہے
تو یہ سننے میں نہ ہو کہ تعریف
میں مطہ کرنا ہی نہیں ہے۔
زندان میں دیکھ کے قیدی
غیر ملوث ہو تو جیسا کہ
رکھا جائے۔

طالب آغا و سیفِ نجم است
پانچویں کتاب کے شروع کر چکے، طالب میں
اوستادان صفارا اوستاد
آپ، اہل باطن کے استاد ہیں
وَرَبُّوْیَ عَاطِقِہَا تَنَگِ وَصَعِیْفِ
اگرچہ تنگ اور کمزور نہ ہوتے
غیر ایں منطق بے نکشادے
اس حکمت کے علاوہ بے کشائی نہ کرتا
چارہ اکنول کی روغنِ کرۂ نیت
اب تدبیر، پانی اور تیل کرنا ہے
گویم اندر مجمعِ روحانیات
روحانیوں کے مجمع میں کہوں گا
ہیچور از عشق دارم در نہال
عشق کے ہوا کی طرح دل میں رکھتا ہوں

شہِ حسام الدین کہ نورِ نجم است
شاہ حسام الدین، جستاروں کا نور ہیں
اے ضیاء الحق حسام الدین! اد
اے سنی ضیاء الحق حسام الدین!
گر نبوے خلقِ محبوب و کشف
اگر مخلوقِ محبوب اور کشف نہ ہوتی
وَر مدحیتِ دادِ معنی دادے
تو میں آپ کی تعریف کا حق اور ادویتا
لیک لقمہ باز آنِ صغوغہ نیست
نیکس باز کا لقمہ مٹانے کی لکت نہیں ہے
مدحِ توحیف است باز اندیش
تہدیدوں سے تیری تعریف کرنا خطر ہے
شرحِ توغبین است باہلِ جہا
دینا داروں سے اپنی تشریح کرنا، ٹوٹا ہے

لے مت جس طرح سورج
 دھرت اور توفیق سے بے نیاز
 ہے اسی طرح تمام اندھی
 ہیں خرقہ و کسوت ہوئی انکو
 دینم اگر کوئی شخص سورج
 کو تارک کے قول کو خود
 افس کا نہ دھاکیں گے
 تو جوشا یعنی لے شام اندھی
 آپ افس کو صاف کریں جو
 آپ پر خدا کرتا ہے اس نے
 کرشم کے حسد سے آپ کا
 نقصان نہیں ہے خوراک
 کا نقصان ہے آپ کا قاب
 اور آپ کے فیوض آتا ہے
 فیوض کی طرح ہیں اگر کوئی
 چاہے کہ آفتاب کو اور شمس
 فیض رسائی کو روکن کی کوشش
 سے چاہے تو وہ خود خوراک
 میں مبتلا ہے۔ و زطرات۔
 سورج کی شامیں پہلے کر
 تازگی مانتی ہیں۔
 لے آ سورج کے حسد
 نہ اس کا نور گشتا سکتے ہیں نہ
 اس کا رتبہ کم کر سکتے ہیں۔
 گیتہاں۔ جہاں یعنی حسام
 الذیج جو کہ عالم اکبر ہیں۔
 قدر۔ آپ کا رتبہ عام مقرر
 سے بالاتر ہے اب جو کچھ اس
 کی تعریف کی جائے کہ ہے۔
 گوجہ۔ حسام الذیج کی پوری
 تعریف اگرچہ نامکمل ہے
 لیکن پھر بھی عاجز از اس کی
 کوشش کرنی چاہئے کیونکہ جو
 چیز پوری حاصل نہ ہو سکے
 اس کو پورے طرز پر ترک
 نہ کرنا چاہیے بلکہ نہ کوشش
 میں سے حاصل کر لینا چاہیے

ملخ تعریف است تخریق حجا
 تعریف کرنا پہنچانا اور درجہ تک بڑے کو پاک کرنا
 مایح خورشید مدارح خود است
 سورج کی تعریف کرنا اپنی تعریف کرنا اور
 ذم خورشید جہاں تم خود است
 دنیا کے سورج کی عزت کرنا اپنی عزت ہے
 تو بخشا بر کسے کا ندر جہاں
 آپ افس کو صاف کر دیجے جو دنیا میں
 تاندرش پوشید نیچ از دیدہ
 افس کو کوئی آنکھوں سے چھپا سکتا ہے
 یاز نور بیدش تاندر کاست
 یا افس کے لامحدود نور کو وہ گھٹا سکتے ہیں
 ہر کسے کو حسد گئیہاں بود
 جو شخص عالم کا حسد ہو
 قدر تو بگذشت از درک عقول
 آپ کا مرتبہ عقول کے اور ماگ سے بالاتر
 گرچہ عاجز آماں عقل زبیاں
 اگرچہ عقل بہیمان سے عاجز ہے
 اِنْ شَيْئًا كَلَّ لَا يَدْرَا
 وہ چیز جو پوری حاصل نہیں کی جا سکتی
 گرچہ نتوان خور و طوفان سخا
 اگرچہ ابر کا طوفان پیا نہیں جا سکتا
 آب دریا را اگر نتوان کشید
 دریا کا پورا پانی اگرچہ نہیں کھینچا جا سکتا

فارغ است ملخ و تعریف آفتاب
 سورج اور تعریف اور پہنچانے سے بے نیاز ہے
 کہ دو چشم روشن و نامرک است
 کہ میری دو آنکھیں روشن اور نذرست ہیں
 کہ دو چشم کو روزناریک بدست
 کہ میری دو آنکھیں اندھیں اور بے نور اور بے
 شد شور آفتاب کا مران
 کا سیلاب سورج کا عاصف ہے
 و زطرات و ادراں بوسیدہ
 اور بوسیدہ چیزوں کے تازگی بخشنے کو
 باید فع جاہ اذ تاندر خاست
 یا افس کے توجہ کرنا افس کے لئے وہ کڑے ہو سکتے
 آں حسد خود مرگ جاویداں بود
 وہ حسد خود ہمیشہ کی موت ہے
 عقل اندر شرح تو شد لوففوض
 آپ کی شرح کرنے میں عقل، مگر اسی ہے
 عاجزانہ جنبشے باید دراں
 افس میں عاجزانہ ہی حرکت کرنی چاہیے
 اَعْلَمُوا اَنْ كُلُّهُ لَا يَدْرَا
 جان لو، وہ سب نہیں چھوڑی جاتی
 کے توان کردن بتر کخرچہ
 (لیکن) پانی پینا کب چھوڑا جا سکتا ہے؟
 ہم بقدر تشنگی باید حشید
 پیاس کی بقدر ہی کچھ لینا چاہیے

ملخ گوجہ۔ انسان بارش کا تمام پانی نہیں ہی سنت لیکن تھوڑا تو ضرور ہی پیتا ہے آپ کا پانی
 سارا دریا نہیں پیا جا سکتا تو بقدر امکان سیرابی حاصل کرنی چاہیے۔

راز را گرمی نیاری دریاں
 اگر تو راز کو دریاں میں نہیں لاسکتا ہے
 نطقہا نسبت بتو قشرت لیک
 ایک اعتبار سے (دھاری، آہیں گر چھلکا ہین)
 آسمان نسبت بعرش آمد فرو
 آسمان، عرش کے اعتبار سے نیچا ہے
 من بگویم وصف تو تارہ برند
 میں آپ کی تعریف کرتا ہوں تاکہ وہ رہائی میں
 نور حقّی ذبح جذاب جاں
 آپ لاش کا نور ہیں اور جان کو زندہ کیونکہ کہنے والا
 شرط تعظیم است ان نور خوش
 تعظیم ضرور ہے، تاکہ وہ عہد و فد
 نور بابت تعذیر تیز کوشش
 سخت کوشش کر غیر الا مستند نور میں کلام
 نو میکش اے حریف تیز کوش
 اے سخت کوشش کرنے والے دوست! اور ماضی کو
 مست چٹالے کر شب لال کنند
 کدور آنکھوں والے جرات کو گھومتے ہیں
 نمک تھائے مشکل باریک شد
 مشکل باریک کئے ہیں مجھے
 تابرا آراید ہنسر راتار و بود
 جب تک کہ وہ ہنر کا پانا نہ سنوارے
 ہنچو خنلے بر نیار و شاخہا
 وہ مجھ کے درخت کی طرح شاخیں نہیں گال سکتا

در کھارا تازہ کن از قشر آں
 اُس کے چھلکے سے باروں کو تازہ کرے
 پیش دیگر فہما مغزست نیک
 دوسروں کی سمجھ کے لئے "اچھا گورا ہے"
 ورنہ بس عالیت پیش خاک قد
 در خاک کے قدموں کے اعتبار سے بہت بلند
 پیش ازاں کز فوت آں حسرت
 اُس سے پہلے کہ وہ اُس کے فوت ہوئے حسرت
 خلق در ظلمات ہم اندوگن
 رنگ دہم اور گمان کی اندھیوں میں ہیں
 گرد دایں بیدیدگان اسرغش
 ان اندھوں کے لئے شرارت نے والا بھی ہے
 گونا شد عاشق ظلمت چو موش
 جو چوبے کی طرح اندھے کا عاشق نہ ہو
 گر نہ چوں موش در ظلمت کوش
 اگر تو چوبے کی طرح نہیں ہے اندھ کی کوشش
 کے طواف مشعل ایماں کنند
 وہ ایمان کی مشعل کا طواف کب کرتے ہیں؟
 بند طبعے کو ز دیں ناریک شد
 طبیعت کا بند کیونکہ وہ دین سے ناریک ہے
 چشم در خورشید نتواند کشود
 سورج میں آنکھ نہیں کھول سکتا
 کردہ موشانہ زمین سوراخہا
 جس نے چوبے کی طرح زمین کو سوراخ کر رکھا ہے

لے تازہ یعنی خام الدین
 کی پوری تعریف عوام کے
 سامنے ناممکن ہے تب بھی
 اس کو جو حضرت بیان کرنا
 چاہیے نطقہا اگرچہ خام
 الدین کی تعریف اُن کی
 تعریف کا مغز نہیں ہے
 بلکہ چھلکا ہے لیکن عوام
 کے لئے اُس میں بھی نور ہے
 ہیں۔ آسمان۔ ہندی اور
 پستی فائدہ اور نقصان
 سب اضافی باتیں ہیں ایک
 چیز ایک کے لئے مفید
 دوسرے کے لئے غیر مفید ہے
 آپ کی تعریف عوام کے لئے
 مفید ہے اگرچہ وہ متیقن
 نہیں ہے حق مجرم ہو گیا
 تعریف بظلمت گرا ہوں تاکہ
 وہ متیقن تعریف تک رہ جائے
 ماضی کو پس۔ تو حق تیری
 ذات کے ذریعہ مخلوق دہم
 دکان سے گزر کر تیرے بغیر
 ماضی کر سکتی ہے۔
 لے شرط ماضی میں وقت
 نہیں ماضی کر سکتا ہے جبکہ
 اُس کے دل میں شیخ کی عظمت
 ہو تو زیادہ نہیں ماضی کرنے
 کے لئے استدعا اور کوشش
 ضروری ہے اگرچہ جو اندھ
 کو بند کرتا ہے نسبت چٹالے
 چرا اور چٹا کر بھی روشنی کا
 طواف نہیں کرتے ہیں۔
 لے گھٹائے جن کے لوہوں
 میں دین کی جانب تشریف
 ہے اُن کے لئے علمی ترنگہا
 حقیقت تک پہنچنے سے
 مانع بن گئی ہیں۔ تاہم آراہید
 ہو کر جب تک حقیقت

جی کے ہنر سے آراستہ نہ ہو گئے، شیخ خام الدین کی تعریف نہ سمجھیں گے۔ ہجو۔ جو لوگ چوبے کی
 طرح زمین دوسراؤں میں رہنے کے عادی ہیں وہ مجھ کی طرح بار آور نہ ہوں گے۔

شرح

شاہ حسام الدین جو کہ ہدایت و اضارت عالم میں نور ستارگان کے مستار ہیں اور جس طرح ستاروں کا نور مسافرین دنیا کی رہنمائی کرتا اور اور عالم اجسام کو روشن کرتا ہے۔ یوں ہی وہ مسافرین آخرت کی رہنمائی کرتے اور ارجح کو منور کرتے ہیں۔

چاہتے ہیں کہ دفتر پنجم شروع کیا جائے۔ بنا بریں میں اس دفتر کو شروع کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اے دانا اور صفائے باطن کے استادوں کے استاد ضیا رالحق حسام الدین۔ اگر مخلوق حقائق و معارف سے محجوب اور غلبہ جسمانیّت سے کثیف نہ ہوتی اور ظلماتِ افہام مردم تنگ اور کمزور نہ ہوتے تو میں آپ کی تعریف میں۔ کما حقہ مضامین عالیہ بیان کرتا اور سطی گفتگو کے سوا اور نہایت دقیق گفتگو کرتا۔ لیکن کیا کہیے کہ مخاطبین اس کے اہل نہیں اور قاعدہ ہے کہ باز کی غذا ممولے کو نہیں دی جاسکتی اسلئے مجبوراً سرسری تحسین پر اکتفا کرتا ہوں اور چونکہ محبوسین عالم ناسوت کے سامنے آپ کی تعریف ظلم ہے کیونکہ یہ تعریف بے محل ہے۔ اسلئے میں آپ کی تعریف ان لوگوں کے مجمع میں کر دینگا جن پر درج غائب ہے اور چونکہ اہل ناسوت کے سامنے آپ کی تعریف کرنا ایک قسم کا خسارہ ہے کیونکہ وہ اس کے قدردان نہیں یا یوں کہو کہ ان کے سامنے تعریف کرنا ان کو نقصان پہنچانا ہے کیونکہ وہ اس کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتے اسلئے غلط فہمی میں پڑ جائیں گے لہذا میں اُس کو ان سے اس اہتمام سے مخفی کرتا ہوں جس راز مخش کو مخفی کیا جاتا ہے۔ نیز اس تعریف نہ کرنے کی ایک دوسری وجہ بھی ہے وہ یہ کہ مدح کا حاصل ممدوح کی خوبیوں کو ظاہر کر کے لوگوں کو ان سے آگاہ کرنا اور پردہ اخفا جو ان پر پڑا ہوا ہے اسے پھاڑنا ہے اور آپ کے اوصاف اس قدر واضح ہیں کہ اس کے اظہار کی ضرورت نہیں۔ اسلئے آپ مدح اور تعریف سے مستغنی ہیں جس طرح کہ آفتاب ان سے مستغنی ہے۔ اس پر اگر یہ کہا جائے کہ دیگر وفاتر میں جو اس کی تعریف کی گئی ہے سنیز خود اسی مقام پر جو اس کی تعریف کی جائے وہ کس لئے ہے سو اس

کا جواب یہ ہے کہ یہ تعریف اس کی تعریف نہیں بلکہ خود اپنی تعریف ہے کیونکہ اگر کوئی آفتاب کی تعریف کرے تو یہ آفتاب کی تعریف نہ ہوگی بلکہ خود اپنی تعریف ہوگی کہ میری آنکھیں روشن اور مرض سے پاک ہیں۔

اسی طرح اگر کوئی آفتاب کی ملامت کرے تو یہ اس کی مذمت نہ ہوگی بلکہ خود اپنی مذمت ہوگی۔ کیونکہ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ میں اندھا ہوں اور میری آنکھوں میں نور نہیں اور میری آنکھیں اچھی نہیں ہیں پس ایسا شخص جو کہ آفتاب کا دشمن ہو اور اس پر حسد کرے تم کو اس پر رحم کرنا چاہیے کیونکہ وہ اسے کسی طرح بھی ضرر نہیں پہنچا سکتا اچھا تمہیں بتلاؤں کیا وہ اسے لوگوں کی نظروں سے یا خراب اشیا کو تر و تازہ کرنے سے غائب کر سکتا ہے؟ یا اس کے نور بے حد کو کم کر سکتا ہے؟ یا اس کی عالی شان رتبہ کو دور کرنے پر آمادہ کر سکتا ہے ہرگز نہیں۔ پس ایسا شخص جو آفتاب پر حسد کرنے کے ضمن میں تمام عالم پر حسد کرتا ہے کیونکہ اس کا فائدہ عالم کی طرف راجع ہے۔ اس کا حسد خود اس کے لیے موت دائمہ ہوتا ہے اور خود کو اس کے کچھ ضرر نہیں ہوتا۔ اسلئے وہ ضرور قابلِ رحم ہے۔

خیر یہ مضمون تو اضطراری تھا۔ اب ہم اصل مقصود کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ کا رتبہ عالی اور اک عقول سے بالاتر ہے اور آپ کی حالت کی تفصیل کرنے میں عقل بہودہ ہے یہ صحیح ہے لیکن ایسی حالت میں تعریف کو بالکل چھوڑ بھی نہ دینا چاہیے۔ کیونکہ عقل تفصیل و اوصاف سے عاجز ہے مگر تاہم عاجزانہ حرکت کی ضرورت ہے اسلئے کہ جو چیز گل نہیں ہو سکتی اس کو بالکل نہیں چھوڑ دیا جاتا۔ دیکھو گواہر کا گل پانی نہیں پیاجا سکتا لیکن پانی پینا بالکل نہیں چھوڑا جاسکتا۔ اور اگر دریا کا گل پانی نہیں پیاجا سکتا تو پیاس کی مقدار ضرور پینا چاہیے۔

بنا بریں اگر ہم آپ کے اسرار کو نہ بیان کر سکیں تو ہمیں چاہیئے کہ آپ کے معمولی
 اوصاف بیان کر کے عقول کو تازہ کریں۔ کیونکہ ہمارے بیانات گو آپ کے اعتبار
 سے معمولی ہیں لیکن دوسری افہام کے لیے وہی عمدہ مغز نہیں۔ چنانچہ آسمان عرش
 سے تو ضرور پست ہے مگر زمین کے لئے بہت اونچا ہے۔ اس بنا پر مجھے
 چاہیئے کہ قبل اس کے کہ لوگوں کو آپ کی دھف کے فوت ہونے سے حسرت ہو
 میں آپ کے اوصاف بیان کر دوں تاکہ ان کو گو نہ آپ کی اوصاف پر اطلاع ہو جائے اچھا
 سنو! آپ سر تا پا نور خدا اور ارواح کو کھینچ کر خدا سے ملانے والے ہیں اور
 مخلوق ادھام و طنون کی تاریکیوں میں مجبوس ہے۔

اب خطاب کا رخ بدل کر فرماتے ہیں کہ لوگو! یہ ضرور ہے کہ وہ ارواح کو۔۔
 کھینچ کر خدا سے ملا دیتے ہیں مگر اس کے لئے شرط یہ ہے کہ آدمی کے دل میں انکی
 عظمت ہو۔ جب یہ شرط پائی جائے گی اس وقت وہ نور اندھوں کو آنکھوں
 میں سرمہ لگا کر انکو حق میں بنا دے گا۔ نیز یہ بھی شرط ہے کہ وصول الی اللہ کے
 لئے جدوجہد بھی کرے کیونکہ نور باطن عادتاً اسی کو حاصل ہوتا ہے جو اس کے
 حاصل کرنے کے لیے مستعد ہو اور پوری کوشش کرے۔ اور جو ہے کی طرح ظلمت
 ناسوت پر عاشق نہ ہو۔ پس اے عاقل شخص! تو وصول نور کی شرائط جمع کر کے
 نور حاصل کر۔ اور اگر تو موش صفت نہیں ہے تو ظلمت ناسوت میں مت کوشش
 کر۔ بلکہ اس کا برنکل کر نور حاصل کر۔ ہم نے موش صفت نہ ہونے اور مستعد ہونے
 کی شرط اس لئے لگائی ہے کہ جو لوگ اپنی چشم بصیرت کو ارتکاب معاصی سے کمزور
 کر چکے ہیں اور اس لئے وہ نور ایمان حقیقی سے متوحش ہو کر ظلمت معاصی میں۔۔
 سرگرداں ہیں۔ یہ لوگ مشعل ایمان حقیقی کے پاس سر بھینک سکتے ہیں۔

نیز یہ بھی یاد رکھو کہ علوم و دینیہ کے مشکل اور دقیق مسائل میں طبیعت

کے لیے جو دین سے اندھی ہے بیٹری بن جاتے ہیں کیونکہ جب تک اسے کمال علم کا تانا بانا سنوارتے رہتی ہے اسوقت تک وہ آفتاب دین کے دیکھنے کے قابل نہیں ہو سکتی اور وہ درخت کی طرح زمین سے شاخیں نہیں نکالتی۔ بلکہ چوہے کی طرح زمین کے اندر ہی سوراخ کرتی ہے یعنی ناسوت ہی میں منہمک رہتی ہے اور اس سے نکلنے کی کوشش نہیں کرتی اس کے ہمیشہ محروم رہتی ہے۔

اس مقام پر چونکہ مولانا نے موانع وصول الی الحق کی طرف اشارہ فرمایا تھا لہذا آئندہ اسکی کافی طور پر تفصیل بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں۔



تفسیر فخذ اربعۃ من الطیر فصرهن الیک (الایم)
پس چار پرندے پھر ان کو اپنی طرف بلاؤ کی آخر آیت تک تفسیر

چار وصفیت اس بشر اول مثال
یہ چاروں وصف انسان کے دل کو پکڑنے والے ہیں
تو خلیل وقتی اے خوشیدیش
اے جو بخش کے سورج: تو خلیل دوزاں ہے
زانکہ ہر مرغے از پہناز اغوش
اس لئے کہ ان میں سے ہر زاغ صفت پرند
چار وصف تن جو مرغان خلیل
ہر کے چاروصف حضرت خلیل کے پرندوں کے
لئے خلیل اندر خلاص نیکو
لئے خلیل اپنے اور پرندے کو نجات دلانے کیلئے
کل توئی و عملہ گال جزائے تو
تو مجبور ہے اور سب جیسے اجسام میں
از تو عالم روح زارے میثود
آپ کی دوز کے دنیا روح زار نہیں ہے

چار مرغ عقل گشتہ اس چار
یہ چاروں عقل کی چار پرندیں
اس چار اظہار زمین را بلش
ان چاروں کو مار دوزاں
ہست عقل عاقلان را دیدہ کش
مقلندوں کی عقل کی آنکھ نکال پیے دلا ہے
بسمل ایشان دہ جائز اسیل
ان کا قریا کرنا جاویں کو راستہ عطا کرتا ہے
سر بر شاں تار ہر پایا باز
ان کا سرخ کرے تاکہ پاؤں بندش سے تیار ہو جائے
بر کشا کہست پاشاں پائے تو
کہہ دے کہ ان کا پاؤں تیسرا پاؤں ہے
نشت صد شکر سوائے میثود
ایک سواد شکر دوزاں کی مدد میں جاگے

لے تفسیر حضرت ابراہیم
سے فرمایا جس کو اگر تجھے ہادی
صفت زندہ کرنے اور جاننے
میں شک ہے چار پرندوں
کو ذبح کر دیا۔ یہ چار پرندوں
سوا کر اصرار تھے مولانا نے
فرمایا ہے کہ ان چار پرندوں
سے انسان کی چار پرندیں
نکلتی ہیں جو انسان کے لئے
انسان ان صفات کو ازالہ
کرنے تو حقیقت میں بخلا
جے بیٹھے۔ اور دوسرا سوک
ماد قرب جاہ کو تے سے
ماد وقتا اور مرغ سے نرادر
شہرت ہے۔ چار پرندے سزا
کا ایک پرندہ تھا۔ تو خلیل۔
اگر فسان ابراہیم میں اشارہ
کی طرح حقیقت میں بننا
جاتا ہے تو اس کو بھی ان
چار پرندوں کو تیار کرنا چاہیے
زانکہ یہ چاروں صفاتیں جو
کی ماضیت رکھتی ہیں تو اس
سے بچنے کے لئے ان کو ہٹانا

ہے یہی انسان کو اندر
کردیجی ہیں جس شخص
ان چاروں صفوں کو ملا
اگلی جان حقیقت کے ساتھ
بروئے گی۔
لہٰذا یہ سب چیزیں اے
خداوند اللہ تعالیٰ کو دیکھیں
صفات دیگر کو دور کر دیجئے
تاکہ ان کو مل سکے میں ہر خاص
جو جانے میں توفیق دے
کے انہوں کی طرح ہوتے ہیں
اتر تیرے درجہ سے یہ عالم
ماں آزار باجوا ہے بخت

لہٰذا جو۔ جب آپ لوں
پر حکومت کرنے لگیں
تو غفلت، اہلی کے سختی
ہوئے۔ ستر ستر۔ ان روزوں
کے ازل سے جانتے ہوئے
حاصل جو عالمی بخت۔ اسی
چارہ بندوں میں انسان
پاخصلیں ہیں۔
لہٰذا بخت۔ بخت سے مراد انسانی
حرص ہے اور حرص سے مراد
انسانی خواہش ہے جس سے
مرد انسان کی جاہ ملی ہے
اور حرص سے مراد انسان
کی خواہش ہے۔ بخت۔ ایک
انسان کی یہ خواہش کہ
کسی کو دیکھ کر خوش ہو
کے لئے حاصل ہو جائے۔
کم از کم وہ دیکھ جائے۔
بخت۔ انسان کی حرص
کی طرح ہے جو ہر طرح
چاہے جس طرح کی چیز میں
کاٹتی ہو پھر ہے۔ بخت
اللہ کے حکم سے اس
نے صرف تم کو دیکھا
کے لئے بختی کیلئے
جلد ہو کر چلے میں ہر
4

زانکہ اس تن شد مقام چار خو
کیونکہ یہ جسم چار مادوں کا متقام ہے
خلق را گر زندگی خواہی ابد
اگر آپ لوگوں کی ابدی زندگی چاہتے ہیں
باز شاں زندہ کن از نوع دگر
پھر ان کو دوسری طرح سے زندہ کر دیجئے
چار مرغ معنوی را ہزن
یعنی چار ذراکو پرندوں نے

چوٹ امیر مجملہ دلہا شوی
جب آپ تمام دلوں کے مالک بن جائیں گے
سمر بڑا پس چار مرغ زندہ را
ان چار زندہ پرندوں کا سمر تنم کر دیجئے
بط و طاووس زانغت خروس
بطخ اور سور ہے، کو آئے اور ترنا ہے
بط حرص اسٹ خروں شہوت
حرص بخت ہے اور شہوت مرقا ہے
منیتش آنکہ بود اتمید ساز
امس کی آرزو یہ اتمید بندھاتی ہے
بط حرص آمد کہ کوش در زمین
حرص بخت ہے کہ اس کی بوجی زمین میں ہے
یک زباں بنود معطل آل گلو
اس کا حق تھوڑی دیر کیلئے ہی مسکن نہیں رہتا
ہچو بغیر باچی کہ غامہ میسند
اس طیرے کی طرح جو گھر کو گھورتا ہے
اندر انہاں می فشار دیک و بید
دیکھا دیکھا خیلے میں ٹھہرتا ہے

نام شاں شد چار مرغ فتنہ جو
ان کا نام فتنہ کے جوئے چار پرندہ پر گیا ہو
سمر بڑا پس چار مرغ شوم بند
ان پر بخت اور بد چار پرندوں کا شوم کر دیجئے
کہ نباشد بعد از ان پیشاں ضرر
کیونکہ جس کے بعد نقصان نہیں پہنچا
کردہ اند اندر دل خفاں
لوگوں کے دل کے اندر دلی بستا یلہ

اندیس دوراں خلیفہ حق توی
پھر اس زمانہ میں اللہ کے خلیفہ آپ ہی ہیں
سمر مدی کن خلق نا پائندہ را
بانی لوگوں کو دائمی بستا دیجئے
ایں مثال چار مرغ اندر نفوس
نفوس میں چار پرندوں کی طرح ہیں
جاہ چوں طاووس زانغت اس منیت
زیر ہر مور کی طرح ہے اندر نفس کا کڑا ہے
طا مع تابید یا عمر دراز
ہمیشگی کا لابی یا دماز عمر کا لابی
در تر و در خشک میجوید و پس
تراز خشک میں دینہ دعوئی ہے
نشود از حکم جز امر گلو
وہ حکم و حکم سوا کن اگر نہیں سنتے ہے
زود زود انبان خود پر میسند
جلد جلد اپنا تھیلا بھرتا ہے
دانہائے در و جہات خود
سوتی کے دانے اپنے چنے کے دانے

ایک سواری بخت اور بہادری بہت سے لشکروں کی پناہ ہوتی ہے۔
جس میں چار صفیں ہیں جسکو چار پرندوں سے تہرہ لگایا ہے۔ یعنی ان خاص کے اشارے اور فتنہ
نصیب ہوگی۔ ان شاں۔ اسی چاروں صفوں کو جس طرح تاہیں دیکھو ان کی قدرت سے بچ سکو۔

تائب با باغی آید دگر
 ایسا نہ ہو کہ کوئی دوسرا نیز آجائے
وقت تنگ فرصت کنگ
 وقت تنگ ہے فرصت تھوڑی پر وہ نہ آجائے
اعتمادش نیست بر سلطان پیش
 اس کو اپنے شاہ پر بھروسہ نہیں ہے
لیک مومن ز اعتماداں حیا
 لیکن مومن اس (آخری) زندگی کے بھروسہ پر
ایں است از فوت از باغی کاو
 وہ غمزدی اور طیس سے مطمئن ہے کہ کدو
وایمن ست از خواجه تاشان کر
 اور دوسرے ساتھیوں سے مطمئن ہے
عدل شہ را دید در ضبط خشم
 غلاموں کے معاملہ میں اس نے ارشاد کے انصاف
لاجرم نشاند و ساکن بود
 لا محارہ جلدی نہیں کرتا اور سکون سے ہوتا ہے
پس تائی دارد و صبر شکب
 پس وہ آہستہ روی اور صبر شکب اختیار کرتا ہے
کیس تائی پر تور حمان بود
 کیونکہ یہ آہستہ روی اندر آئے کامیاب ہے
زانکہ شیطانش برتر ماند ز فقر
 کیونکہ شیطان اس کو انصاف سے ڈرتا ہے
از بے بشنو کہ شیطان ز وعید
 قرآن سے سن کر شیطان دھمکانے میں
تا خوری زشت بزی شت
 تا کہ تو جلدی میں نہ لکھائے، بڑا کام ہے
لاجرم کا فر خورد در مفت بطن
 لا محارہ کا سر مات چھٹا ماما ہے

میفتار در در محال او شکرت
 وہ بوسے میں عفت و ترنسٹا ہے
در نعل زد ہر چہ زو تر ہو قوف
 بے تاش جو کہ ہے اُسے بغیر کبھی بوجھ میں ہی آیا
کہ سب دا باغی آید بر پیش
 (اس باغی میں) ایسا نہ ہو کہ کوئی نیز آجائے
میکنند غارت کھیل و بانات
 کھٹتا ہے، تاش اور قوف سے
می شناسد قہر شہ را بر عدو
 دشمن پر شاہ کے قہر کو جانتا ہے
کہ نیاندش مزاجم صرفہ بر
 کہ اس سے مزاجت کو نہ لے گا نہ منہ بندھے
کہ نیار دگر دس بر کس ستم
 کہ کوئی کسی پر ظلم نہیں کر سکتا ہے
از فوات خط خود ایمن بود
 اپنے حق کے فوت ہونے سے مطمئن ہوتا ہے
چشم سیر و موثرست پاک جیب
 یہ چشم بکری و موروں کو ترجیح دیتے والا پاک جیب
واں شتاب از ہزہ شیطان بود
 اور وہ جلد بازی شیطان کی حرکت ہے
بار گیر صبر را بکشد بعقر
 صبر کا رومہ اٹھا لے گا پاؤں کاٹ نہاتا ہے
میکنند تہدیت از فقر شدید
 تجھے سخت (انصاف سے) ٹھکتا ہے
نے مروت نے تائی نے ثواب
 نہ انسانیت نہ آہستہ روی نہ ثواب
دین دل باریک لاغر و فطن
 دین اور دل کمزور اور لاغر ہے نہ باریک

تھے انسان باغی کی جلد
 بازی میں لے ہوتے ہیں کہ
 کوئی دوسرا نیز آکر شریک
 نہ بن جائے۔ (اکادمی جلی
 کو اپنے خدا پر بھروسہ نہیں
 ہوتا ہے۔ ایک مومن مرد
 مومن جو کنگا خوری زندگی کا
 بھی عقیدہ رکھتا ہے اس نے
 انیس۔ جلد بازی نہیں کیا
 لے آئیں ہم کو طبعان
 بڑا ہے کہ اس کا خدا اس
 کے دشمن پر غالب ہے۔
 خواہ۔ اس کو دوسرے
 مومن کی طرف سے بھی
 طبعان حاصل ہوتا ہے۔
 جلد شہ۔ وہ خدا کی انصاف
 پر یقین رکھتا ہے۔ لا جرم
 مومن ان غلاموں کو وجہ سے
 مطمئن رہتا ہے کہ اس کا
 منتہر کوئی نہیں چھین سکتا۔
 تھے تائی۔ بڑا باری منتہر
 اپنی ضرورت پر دوسروں کو
 ترجیح دینے والا پاک جیب
 شریف ہے انسانی جیب
 الزمات و انجیل جیب
 انجیل جیب جیب اور باری
 اللہ کی جانب سے ہمارے
 جلد بازی شیطان کی جانب
 سے ہے۔ بار گیر صبر را بکشد
 والا بعقر۔ ہاتھ پاؤں کاٹ
 دینا بعقر۔ قرآن پاک میں ہے
 الشیطان یبغی کفر الفقیر
 شیطان تمہیں فقر ڈرتا
 ہے۔
 تھے تاخوری شیطان فقر
 اس نے ڈرتا ہے کہ انسان
 کھانے کے لیے میں حرام ہے
 پر ہر ذرے کا فرس نہ
 مروت ہوتی ہے نہ باریک
 اور نہ وہ ثواب کا حق ہوتا

ہے۔ مفت مومن۔ ساتھی۔ ازباز۔ اس فقر کے قانون کی سیاحت خوری کو سمجھانا ہے۔

شرح

آدمی کے اندر چار اوصاف ہیں جو دل کو تکلیف دیتے ہیں اور وہ چاروں عقل کے لئے شگنہ ہیں پس اے صاحب عقل تاباں! تم اپنے وقت کے عقیل ہو تم کو چاہیے کہ ان چاروں راہزن پرندوں کو مار ڈالو۔ کیونکہ ان میں ہر جانور کو رے کی طرح عقلا کی عقلوں کی آنکھیں نکال لیتا ہے اور یہ چاروں اوصاف جہانی جس کی تفصیل آئندہ آئے گی۔ مثل ابراہیم خلیل اللہ کے جانوروں کے ہیں جن کو انہوں نے حکم سبحانہ، اجیار موتے کے مشابہہ کے لئے ذبح کیا تھا اور ان کا ذبح ہو جاناروح کو وصول الی الحق کا راستہ دیتا ہے پس اے خلیل وقت تم بھلے بُرے غرض کہ سب لوگوں کو ان کے پنجے سے چھڑانے کے لیے ان کا سراڑادو۔ تاکہ لوگوں کے پاؤں اس مانع سے چھوٹ جائیں جو ان کو خدا کی راہ پر چلنے سے روکتے ہیں تم کو اوروں کے پاؤں ضرور کھولنے چاہیں تاکہ لوگوں کے پاؤں گویا کہ تمہارے ہی پاؤں ہیں۔ اسلئے کہ تم کل یعنی متبوع ہو اور سب تمہارے اجزاء یعنی تابع۔ تمہارے ایسا کرنے سے عالم پر روحانیت کا غلبہ ہوگا اور عالم روح زار بھاگے گا۔ اور یہ کچھ بعید نہیں کیونکہ ایک سوار لشکروں کو سنبھال لیتا ہے۔ چونکہ جسم میں چار خصلتیں جاگزیں ہیں۔ جس کو چار فتنہ جو جانور کہتے ہیں اور جنہوں نے مخلوق کو تباہ کر رکھا ہے۔ اسلئے میں کہتا ہوں کہ اگر تم مخلوق کو ہمیشہ کے لئے زندہ کرنا چاہتے ہو تو اول ان بُرے اور منحوس چاروں جانوروں کے سراڑادو۔ اور ان کو پھر دوسری طرح یوں زندہ کر دو کہ یہ مطیع نفس نہ رہیں۔ اور نقصان نہ پہنچا سکیں۔ بلکہ اس بقا بعد الفنا کے بعد مطیع عقل ہو جائیں۔ میں ہر اڑانے کے لئے تم سے اسلئے کہتا ہوں کہ ان چار راہزن جانوروں نے لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیا ہے اور ان کو نقصان پہنچا رہے ہیں جبکہ تم ان جانوروں کو مار کر تمام دلوں پر مسلط اور ان میں متصرف ہو جاؤ گے۔ اس وقت تم خلیفہ حق ہو گے

بایں معنی کہ اس وقت اس خلافت کا پورے طور پر ظہور ہوگا۔

پسے ان چاروں زندہ جانوروں کا منرا اڑا دو۔ اور مخلوق فانی کو حیات ابدی عطا کر کے اسکو دائم البقا کر دو۔

فائدہ: ان اشار میں یا تو خطاب خاص شیخ حسام الدین کو ہے کہ ہر الہی یا مطلقاً مرشد کامل کو۔ یا ہر شخص کو۔ (تقدیر)

اب چاروں جانوروں کی تفصیل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جن چار جانوروں کو مالا تھا۔ وہ یہ تھے بطخ، مور، کوا، مرغ۔ یہ چاروں جانوران چار معنوی جانوروں کے مشابہ ہیں۔ جو نفوس میں گھر کئے ہوئے ہیں اور وہ جانور یہ ہیں۔ حرص، شہوت، جاہ، طولِ اکل۔ پس بطشبیہ حرص ہے اور مرغاشبیہ شہوت، مور شبیہ جاہ اور کوا شبیہ طولِ اکل آدمی کی طولِ اکل کی یہ کیفیت ہے کہ خواہ مخواہ امیدیں تراشتا ہے اور دنیا میں ہمیشہ رہنا یا کم از کم ایک عرصہ دراز تک رہنا چاہتا ہے۔ اسلئے اس کی اس طولِ اکل کو کوٹے سے منہایت ہے کہ وہ دراز عمر ہوتا ہے۔ حرص بطخ ہے کیونکہ وہ زمین میں منہ دئے ہوئے برو بھر میں

خزانہ ڈھونڈتی پھرتی ہے اور اس کا خلق ایک دم بیکار نہیں رہتا۔ اور وہ حکم کھلوا کے سوا کوئی اور حکم سنتی ہی نہیں۔ اس کی حالت ایسی ہوتی ہے کہ جیسے ٹسیرا جو کہ دو سروں کے گھرا جاڑتا ہے۔ اور جلد جلد اپنا تھیلہ بھرتا ہے اور جو کچھ بڑا بھلا اسے ملتا ہے خواہ موتی ہوں یا چنے سب کو بلا امتیاز تھیلے میں ٹھونس لیتا ہے۔ اور بدیں خیال کہ مبادا کوئی اور باغی آکر شریک ہو جائے تو خوشک سب کو گون میں بھر لیتا ہے اس کی نظر میں وقت تنگ ہوتا ہے فرحت کم ہوتی ہے اس کے ساتھ ہی خوف زدہ بھی ہوتا ہے اس لئے جو کچھ ہی ملتا ہے بلا اسکو دیکھے اپنی بخل میں بٹا لیتا ہے اسکو اپنے بادشاہ پر اعتماد نہیں ہوتا اور وہ

ڈرتا ہے کہ مبادا کوئی باغی آجائے اور میرا مال چھین لے یا تم از کم اس میں
 شریک ہو جائے۔ یہ تو حالت اہل دنیا کی ہوتی۔ کہ وہ حق سبحانہ پر اعتماد نہ ہونے
 اور دنیا کو سطحی نظر بنانے کے سبب اسی میں منہمک اور اسی کی تحصیل میں مشغول
 ہیں۔ لیکن کامل الایمان لوگ اپنی حیات کے اعتماد پر صبر سکون کے ساتھ سامان
 دنیوی حاصل کرتا ہے کیونکہ وہ قبل از استکمال رزق مر جائے اور رزق کے فوت
 ہو جانے اور باغی سے مامون ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ حق سبحانہ میرے دشمنوں پر
 غالب ہیں۔ وہ ہرگز ان کو موقع نہیں دے سکتے۔ کہ میرا حصہ اڑالیں اور وہ اس سے
 بے کھٹکے سے۔ کہ میرے ہم مشرب مومنین میرے مزاحم ہو کہ خود مال اڑالیں گے
 غرض کہ نہ اُسے دشمنوں سے ڈر ہے نہ دوستوں سے اندیشہ۔ اسلئے اطمینان کے
 ساتھ رزق مقدر حاصل کرتا ہے۔ اور جو کہ وہ انتظام رعایا کے بارہ میں بادشاہ کا
 عدل دیکھتا ہے اور دیکھتا ہے کہ کوئی کسی پر ظلم نہیں کر سکتا اسلئے وہ جلدی
 نہیں کرتا۔ اور سکون سے کام لیتا ہے اور اپنے حصہ کے فوت ہونے سے بے کھٹکے
 ہوتا ہے۔ وہ نہایت تحمل اور صبر سے کام لیتا ہے اور نہایت سیر حثیم اور صاحب انبار
 اور پاکباز ہوتا ہے۔

تحمل کو وہ اسلئے اختیار کرتا ہے کہ تحمل پر تو ہے حق سبحانہ کا۔ اور عجلت کو اسلئے
 چھوڑتا ہے کہ عجلت اثر ہے تحریک شیطان کا۔ کیونکہ شیطان فقر کی دھمکی دیتا ہے اور اس
 طرح اس پر اسب صبر کی کونجیں کاٹ کر اسے فنا کر دیتا ہے اور نہ ہو تو قرآن سے سن لو
 کہ وہ کہتا ہے الشیطان یجد کُم الْفُقَرَاء یعنی شیطان تمہیں فقر کی دھمکی دیتا ہے
 اور مقصود اس دھمکی سے یہ ہے کہ تم ڈر کے مارے تحصیل دنیا میں عجلت کرو اور جلدی
 میں تمہیں بھلے بُرے کی تمیز نہ رہے اسلئے تم کھاؤ بھی بُرا اور کماؤ بھی برا۔ نہ تم میں
 انسانیت رہے نہ صبر تحمل اور نہ تمہیں ثواب ملے۔ یہی وجہ ہے کہ کافر حکم حدیث

سات آنتوں میں کھاتا ہے اور مومن ایک آنت میں کیونکہ وہ شیطان کا پورا محکوم ہوتا ہے اسلئے وہ اندھا دھند پیٹ بھر لیتا ہے اور مومن اس کا محکوم نہیں ہوتا اسلئے سوچ سمجھ کر کھاتا ہے۔ اب مولانا کا فرکی سات آنتوں میں کھانے کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

در سبب ورود ایں حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہ
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے وارد ہونے کا سبب کہ
 الکافرون اکل فی سبعة امعاء والمؤمن اکل فی معی واحد
 کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے اور مومن ایک آنت ہی میں کھاتا ہے

کافران مہمان پیغمبر شکر مند
 کافر، پیغمبر کے مہمان ہونے

کا مدیم اے شاہ مانیخا مفتی
 کو لے شاہ! ہم اس جگہ مہمان دیکھاتے ہیں

بینوایم ورسیدہ مازدور
 ہم بے سرو سامان ہیں اور دور سے آئے ہیں

رؤ میاراں کرداں سلطان
 اس سخی شاہ نے دوستوں کی طرف رخ کیا

گفت اے باران منی منت گنید
 فرمایا، اے میرے دوست! تقسیم کرو

پر بود اجسام ہر شکر ز شاہ
 ہر شکر کے جسم بادشاہ سے مجھے ہوتے ہیں

تو بخشش نہ فی اس تیغ را
 تو بادشاہ کے فتوح کے درجے تلوار چماتا ہے

بر برادر بے گنا ہے میرنی
 جو تصور بھائی پر تو اڑتا ہے

شہ یکے مانست لشکر پرازو
 بادشاہ ایک جان ہے لشکر اس سے بھرا ہوا ہے

وقت شام ایساں مسجد اید
 شام کے وقت وہ مسجد انجوی میں آگئے

اے تو مہمان دارِ سکان اُفق
 اے وہ کہ آپ جہان کے بننے والوں کے مہمان ہیں

ہیں بیفشان بر سرِ مافضل نور
 ہاں ہاں سرور پر مہربانی اور فرخِ نور

دستگیرِ جملہ مشاہان و عباد
 جو تمام بادشاہوں اور غلاموں کا دستگیر ہے

کہ شہ پراز من و خوئے منیب
 کہ جو کہ تو میری محبت اور عمارت ہے جو کہ

زاں زندہ کے تیغ براعد اجاہ
 اسی لئے مرتبہ کے دشمنوں پر تلوار چماتے ہیں

ورنہ براخواں چشم آید ترا
 ورنہ بھائیوں پر تجھے کیسا فتنہ آئے

عکس چشم شاہ گرز دہ منی
 بادشاہ کے عکس کے زہراؤں دس میر کا گرز

روح چوں آبست بر اجسام جو
 روح پاؤں کی طرح ہمارے جسم نہر کی طرح ہے

اے مہمان! میں ہوں
 عالم، آراں صبا اور سناکا
 آنحضرت عباد عبد کی جمع ہے
 بند و نعمت، یعنی مہمانوں
 کو آپس میں بات و سہارو
 شاہ کی سیرت شکرگوں پر
 اثر انداز ہوتی ہے۔
 آنحضرت دشمنوں پر
 بادشاہ کو فتنہ ہوتا ہے اسی
 بنا پر دشمنی کی تلوار چماتے
 ہیں۔ شاہ بادشاہ کے
 لئے بمنزلہ زور کے ہے۔
 اب اگر بادشاہ خوب سیرت
 ہے تو شکر کی خوب سیرت
 ہوتا ہے۔

سے سلطان عیسٰی۔ سورہ
عیسٰی آنحضرتؐ نے فرمایا ہے
آتش علیٰ دینی مثل کھم
لوگ اپنے بادشاہوں کے
دین پر مروت ہیں یہی صبا
واجب دینی ہے۔ درمیان۔
ان مہانوں میں ایک بہت
پر خطا۔ جسم صفی چونکہ وہ
بہت مولا تھا اس کو کوئی
بچنے نہ لگا۔ جز یعنی
آنحضرتؐ کے گتے میں سات
بکریاں دودھ دینے والی
تھیں۔

لے کر قیم۔ یہ دودھ والی
بکریاں منگل نہ جاتی تھیں
تاکہ ان کے وقت ان کا
دودھ دھو دیا جائے جو کھانا
قلم میں ہوتا انسان بسیار
خوب رہتا ہے۔ قاز کرکوں
ہیں سے ایک قوم تھی جو
دو کوئی عوج کے آب کا نام
مشت تھا سولہ سالے اس کی
بری عادتوں کی وجہ سے
اس کو کڑا کہا جاتا ہے۔
ختم آرم ختم آرم۔ خاتون۔
آئینہ دار۔

لے جلتے خوار بسیار خور۔
بڑا۔ انھارہ پیش چونکہ
لڑائی کا پس پر فضا آتا تھا۔
درنگد یعنی نہ بیک نہ کندھے
میں ڈال دیا تھا عاتب یعنی
اُس کو بہتی کی وجہ سے
تضاہ حاجت کا تضاہ ہوا
اور پیٹ میں درد ہوا۔
لے درکشا دن ہنس نے
درد آواز کہنے کی بہت
تہہ میں یس یس درد آواز
نہ گلا جیکہ کہ اس نے تضاہ
حاجت کو دالے کی تہہ میں
کی کہ سو گیا۔ جبرہ۔ اس نے

آب روح شاہ گزیریں بود
اگر شاہ کی روح کا پانی بھاڑتا ہے
کہ رعیت دین شہ داندوس
کیونکہ مایا نقطہ بادشاہ کا دین رکھتی ہے
ہر یکے یارے یکے مہاں گزید
ہر دوست نے ایک مہاں منتہب کر لیا
جسم صفی داشت کس اور انبرد
بھاری جسم رکھتا تھا اس کو کوئی نہ لگا
مصطفیٰ بردش چو مانداز ہمہ
چپ وہ سب رہ گیا، مصطفیٰ اس کو لے گئے

کہ قیم خانہ بود نے بڑاں
جو بکریاں کھ پر زنی جوئی تھیں
نان آتش و شیر آں ہر ہفت بڑ
دوئی اور سان اور ان ساتوں بکریوں کا دودھ
جملہ اہل بیت ختم آلو شدند
تمام گودالے قلم میں بھرد گئے
معدہ طبعی خوار ہمو طبعی کرد
بیٹوں سے معدہ وصول کی طرح کر لیا
وقت خفتن رفت در حجرہ نشست
سوتے وقت گیا اور حجرے میں بیٹھ گیا

از برون زنجیر در را در فلند
باہر سے دروازے کی زنجیر نکلا دی
گبر را از نیم شب تا بھسدم
کانسر کو آدمی رات سے صبح تک
از فراش فروش سوتے در شنت
اپنے بستر سے دروازے کی جانب دوڑا
در کشاں جلد کر دیاں جلد سارا
اُس سکار نے دروازہ کھولنے کی تمہیر کی
شد تقاضا بر تقاضا خانہ تنگ
تقاضے پر تقاضے کی وجہ سے گزرتنگ ہو گیا

جملہ جو ایزد آب خوش شود
ساری نہریں بچے پانی سے بھری ہوئی ہوتی ہیں
ایچینیں فرمود سلطان عیسٰی
(سورہ عیسٰی کے شاہ نے ایسا ہی فرمایا ہے
درمیاں بدیش کم زوت غید
ان میں ایک بیڑ اور سرکش تھا
ماند در مسجد چو اندر جام درد
وہ مسجد میں رہ گیا جس طرح جام میں بھرت
ہفت بڑ ہند شیر در اندر مر
گتے میں سات بکریاں دودھ والی تھیں

بہر دو مشیدن بر آفت خول
دستر خوان کے وقت ڈھنے کے لئے
خور داں بو قحط عوج ابن غور
وہ قحط زدہ عوج، غور کا بیٹ لگا گیا
کہ ہمہ در شیر بڑ طامع بندند
کسب بکریوں کے دودھ کے انیسوار تھے
قسم ہزرد آدمی تنہا خورد
اٹھانے آدمیوں کا حق تنہا کھا گیا
پس کنیزک از غضب در رابست
لوٹری نے غصہ سے دھواڑا بند کر دیا

کہ از وید چشم گلیں و درد مند
کیونکہ وہ اس سے غصہ میں اور غمزدہ تھی
بس تقاضا آمد و در دشکم
بہت تقاضا اور پیٹ میں درد ہوا
دست برد چوں نہاد او بستہ یا
جب دروازہ پر آٹھ رکھا اس کو بند پانا
نوع نوع و خود نشاں بند با
طرح طرح دیکھیں وہ دروازہ نہ کھولا
ماند او حیران و بید مان دنگ
وہ حیران اور پریشان اور لاپار ہو گیا

جیلہ کرد و خواب اندر خرید
 اس نے تدبیر کی اور بند میں مبتلا ہو گیا
 زانکہ ویرانہ بیدار اندر خاطر شش
 کیونکہ اس کے باطن میں ویرانہ تھا
 خویش در ویرانہ حالی چو دید
 جب اس نے اپنے آپ کو غالی ویرانہ میں دیکھا
 گشت بیدار و بیدار آن جانم خواب
 بیدار ہوا اور اس نے سرے کا بستر دیکھا
 زاندر وین او برآمد صد خوش
 اس کے دل سے بے تکڑوں آہیں نکلیں
 گفت خوابم بد تر از بیداریم
 بلا میرا سنا میری بیداری سے بہتر ہو
 بانگست می زرد و اشبور و اشبور
 ہلے ہلاکت ہلے ہلاکت کا شور کرتا تھا
 منتظر کہ کے شود اس شب بسر
 اس کا منتظر کہ یہ رات کب ختم ہوگی
 تاگر یزد او چو تیرے از کمال
 تاکہ وہ کمان سے تیر کی طرح بھاگ جائے
 قصہ بسیار است کوتہ میکنم
 قصہ بہت ہے، میں مختصر کرتا ہوں

خوشتن در خواب در ویرانہ بند
 اس نے خواب میں اپنے آپ کو ایک ویرانہ بند
 شد خواب اندر ہما نجا منتظر شش
 خواب میں ہی اس کی اسی بجز نظر نہ رہی
 او چنان محتاج اندر دم پرید
 اس ایسے مژدہ رتد نے نوز ہگ دیا
 پر حضرت دیوانہ شدار از خطراب
 بھلاست سے بھلا ہوا پریشانی سے دورانہ بھلا
 زیں چنیں رسوائی بے خاک پوش
 جتنی میں نہ چھپنے والی ایسی رسوائی سے
 کار نی کم بد تر از بد کاریم
 میری نیکی میری بد کاری سے بھی بہتر ہے
 آنچنان کہ کافران در نشور
 جس طرح کافر حشر کے دن (دکریں گے)
 تا بر آید از کشت دن بانگ نہ کر
 تاکہ دردازہ کھٹنے کی آواز آئے
 تا نہ بیند پیکس او را پچناں
 تاکہ اس کو کوئی اس حالت میں نہ دیکھے
 باز شد آں در رہید از درد و غم
 دردازہ کھلا اس کو درد و غم سے نجات دی

۱۔ پرفعت بینی باخا :
 میں مستنا ہوا
 ۲۔ زاندر وین : اس کے
 دل میں اس نازیبا حرکت
 سے بہت سی پریشانیوں
 پیدا ہو گئیں۔ گفت : جاکنے
 میں زیادہ کہا یا سوتے ہیں
 بستر پر پانا نہ چھو رہا۔
 ۳۔ بانگست : کفار حشر کے
 دن کا دوا اور آواز ہلے تاکہ
 ہلے ہلاکت کہیں گے حشر
 حشر بکسر یعنی رات کب
 ختم ہوگی پچناں یعنی پانا
 میں مستنا ہوا۔

شرح

کچھ کافر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہاں مہمان
 ہوئے اور شام کے وقت مسجد نبوی میں آئے اور اگر عرض کیا
 آپ تمام عالم کے مہربان ہیں کیونکہ جس کسی کو جو کچھ ملتا ہے آپ ہی کے طفیل میں ملتا
 ہے۔ ہم بھی آپ کے مہمان ہیں ہم مفلس ہیں اور دور سے آ رہے ہیں آپ ہم پر رعایت
 اور نوبت برساویئے! یہ مشکروہ شاہ اور تمام بادشاہوں اور دیگر بندوں کے دستگیر
 اپنے صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ صاحبو! ان کو تقسیم کر لو کیونکہ تم مجھ سے

اور میری خصلت سے پر ہو۔ اسلئے تم کو اس کی گرائی نہیں ہو سکتی۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ ہر شکر بادشاہ سے پر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ سلطان کے دشمنوں کے تلواریں مارتے ہیں اور تم اپنی بھائیوں کے تلوار مارتے ہو بادشاہ ہی کے غصہ سے مارتے ہو ورنہ اپنے بھائیوں پر تمہیں کبھی غصہ آ سکتا ہے اور تم اپنے بھائیوں کے بدوں اس کے کہ انہوں نے تمہارا کوئی قصور کیا ہو۔ بادشاہ کے غصہ کے عکس سے تلوار مارتے ہو۔

اس کی ثابت ہو کہ بادشاہ ایک جہان ہے اور شکر اس سے پر ہے اور بادشاہ کی روح بمنزلہ پانی کے ہے اور سپاہیوں کے اجسام بمنزلہ نہروں کے۔ [فائدہ: مقصود اس کی یہ نہیں ہے کہ بادشاہ کی روح حقیقتاً فوج میں حلول کئے ہے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ شکر بادشاہ کے خیالات سے متاثر ہوتے ہیں] یہ بھی وجہ ہے کہ اگر آب روح شاہ شیریں

ہوتا ہے تو تمام ندیاں شیریں ہوتی ہیں۔ اور اگر شور ہوتا ہے تو وہ بھی شور ہوتی ہیں یعنی بادشاہ اگر اچھا ہوتا ہے تو رعایا بھی اچھی ہوتی ہے اور اگر بُرا ہوتا ہے تو رعایا بھی بری ہوتی ہے۔ ————— کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ الناس علی دین ملوکھم یعنی لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں خیر! یہ مضمون تو استطراوی تھا۔ اب سنو! کہ ہر ایک صحابی نے ایک ایک مہمان بنا لیا۔ ان میں ایک مہمان بڑے پیٹ والا کافر تھا چونکہ اس کا جسم بہت بڑا تھا اسلئے اسے کوئی نہ لے گیا اور وہ مسجد میں یوں رہ گیا جیسے جام شراب میں تپھٹ۔ پس جبکہ وہ سب پنج رہا تو اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان پر لے آئے آپ کے

گلہ میں سات بکریاں تھیں جو کہ دودھ دیتی تھیں اور مکان پر اس غرض سے موجود تھیں کہ کھانے کے وقت ان کا دودھ نکال لیا جائے۔ پس وہ شب بھوکا شبیہ حوج بن عتیق تمام کھانا کھا گیا اور تمام بکریوں کا دودھ پنی گیا۔ چونکہ تمام گھریلے دودھ کے طبع میں

تھے اور اس نے کسی کے لیے ہی نہ چھوڑا۔ اسلئے سب کو اس پر غصہ آیا۔ القصہ !
 اس بیار خور نے اپنے معدہ کو ڈھول سا بنالیا اور اٹھا رہ آدمیوں کا کھانا اکیلا کھا
 گیا۔ جب سونے کا وقت آیا تو حجرہ میں جا کر بیٹھ گیا۔ غصہ کے سبب ایک لوٹری
 نے آکر آگے سے دروازہ بند کر دیا اور باہر سے زنجیر لگا دی کیونکہ وہ اس پر بہت
 غصہ تھی اور اسلئے اسے تکلیف پہنچی تھی۔ اور اس کا فر کو آدھی رات سے صبح تک
 قضائے حاجت کی سخت ضرورت محسوس ہوتی رہی اور پیٹ میں درد بھی رہا۔ اسی
 اثنائیں وہ اپنے بستر سے اٹھ کر دروازے کی طرف دوڑا جب دروازہ کھلتا لگیا
 تو اسے بند پایا اس چلاک نے دروازہ کھولنے کے لیے طرح طرح سے تدبیریں کیں
 مگر دروازہ نہ کھلا۔ اس کو قضائے حاجت کا تقاضے پر تقاضا ہوتا تھا اور ہر مکان ..
 تنگ تھا اسلئے وہ سخت پریشان اور بے چارہ حیران تھا بالآخر وہ کسی تدبیر سے
 سو گیا تو اس نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک جنگل میں ہوں جو کہ بیزاری میں اسے جنگل
 کا بہت خیال تھا کیونکہ اسے قضائے حاجت کی ضرورت تھی اسلئے خواب میں بھی
 اسے وہی نظر پڑا۔

القصہ ! جب اسلئے اپنے کو سنان جنگل میں دیکھا تو اسے ضرورت تو تھی ہی
 فوراً پانخانہ پھر دیا۔ جب آنکھ کھلی تو اسلئے کروٹوں کو گودہ میں لتھڑا ہوا پایا۔ یہ دیکھ کر
 فرط اضطراب سے دیوانہ ہو گیا اور اس رسوائی کے سبب جس کو خاک بھی نہیں دبا
 سکتی تھی۔ اس کے دل سے آہیں نکلتی تھیں اور کہتا تھا کہ میرا سونا تو جاگئے سے بھی
 برا نکلا اور جس کام کو میں اچھا جانتا تھا وہ تو اسلئے بھی برا نکلا جس کو میں برا سمجھتا تھا۔
 الغرض وہ ارے میں تباہ ہو گیا۔ اسے میں برباد ہو گیا کے یوں نعرے مارتا تھا۔ جیسے
 کافر قیامت میں نعرہ لگائیں گے۔ اور منتظر تھا کہ کب یہ رات ختم ہو کہ دروازہ کھلنے کی
 آواز آئے تاکہ میں یوں سٹک جاؤں جیسے کمان سے تیر۔ تاکہ کوئی شخص مجھے اس

حالت میں نہ دیکھے خیر قصہ تو لمبا ہے مگر میں اسے مختصر کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ
اللہ اللہ کر کے دروازہ کھلا اور وہ اس تکلیف اور غم سے چھوڑ گیا۔

درِ حجرہ کشادہ مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بر مہمان خود و خود
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان کے لئے حجرے کا دروازہ کھولنا اور اپنے آپ کو
راہِ مہمان کردن تا او خیال در کشائیدہ رانہ بیند و محل
پنجابیٹا تاکہ دروازہ کھولنے والے کی پرچائیں کو نہ دیکھے اور شرمندہ نہ
نشود و گستاخ بیرون رود
ہو اور بے دھڑک باہر چلا جائے

صبح آں گمراہ را اُوراہ داد
صبح کو اُس گمراہ کو نبھانے راستہ دیا
تا نگرددش مساراں بقتلا
تاکہ وہ مصیبت کا راستہ نہ مندہ نہ ہو
تا نہ بیند در کشا را پشت رو
تاکہ دروازہ کھولنے والے کی پشت اور چہرے کے
از ویش پوشیدہ مان خدا
ان کو اس سے خدا کے واسطے چھپایا
پر درہ یچوں براں ناظر تشدد
بے کیفیت کا پردہ دیکھنے والے پر پڑا ہے
قدرتِ یزدانِ زینِ شیش
اللہ تعالیٰ کی قدرتِ شیش ازیش ہے
لیک مانع بود فرہای ز شیش
لیکن اُن کیسے اللہ تعالیٰ کا حکم مانع تھا
تا نہ یافت زان فیضیت در چہ
تاکہ اُس زمرانی سے کنز میں نہ غمرے
تا نہ بیند خویش را و چنان
کہ وہ اپنے آپ کو اس حالت میں دیکھے

مُصطفیٰ صبح آمد و در را کشاد
صبح کو مُصطفیٰ آئے اور دروازہ کھولا
در کشاد و گشت نہاں مُصطفیٰ
دروازہ کھولا اور مُصطفیٰ چھپ گئے
تا بروں آید رو گستاخ او
تاکہ وہ باہر آجائے اور بے دھڑک چلا جائے
یا نہاں شد در پس دیوار یا
یا تو دیوار کے پیچے چھپ گئے یا
صبغتہ اللہ گاہ پوشیدہ کند
اللہ تعالیٰ کا رنگ کبھی چھپاتا ہے
تا نہ بیند خصم را پہلوئے خوش
تاکہ وہ دشمن کو اپنے پہلو میں نہ دیکھے
مُصطفیٰ می دید احوال شبش
مُصطفیٰ اس کے رات کے احوال دیکھ رہے تھے
تا کہ پیش از جھٹ بکشا ید رہے
تاکہ صبح کے اوجھ سے پہلے وہ رات کھولیں
لیک حکمت بود و امر آسمان
لیکن حکمت تھی اور آسمان کا حکم

سے مُصطفیٰ آنحضرت کو
مہمان کی یہ حرکت کسی طرح
معلوم ہو گئی تھی —
دروازہ اس نے نہ کھولا کہ
اُس کو خوب شرم آئے گی ہرج
اُس کے ایمان لانے کا سبب
بن جائے۔ تا نگردد آنحضرت
دروازہ کھول کر خود چھپ گئے
تاکہ اُس کو یہ شرم نہ آئے

لے آتا ہوں حضور را خود
جیسے تھے یا خدا نے آپ کو
اس کی اطلاع سے چھپایا
یا نہاں صیغۃ اللہ اللہ تعالیٰ
کبھی آنحضرت پر ایسا پردہ
ذوال دینا ہے کہ انسان اپنے
پہلو کے دشمن کو نہیں دیکھ
سکتا مُصطفیٰ آنحضرت کو
کے احوال کا مہم ہو گیا تھا
لیکن خدا کی حکمت تھا کہ رات
کو دروازہ نہ کھولیں
تہ خطہ دعا کو یقین صبح
صاف نہ بکٹ۔ شب میں
دروازہ نہ کھولنا بغیر اس
کے ساتھ دشمن کسی دیکھ نہیں
ہیں ہی اُس کی بھلائی مُصطفیٰ
تھی۔ چونکہ جب اُس کا فر
نے صبح کو دروازہ کھولا دیکھا
چیکے سے عمل بجا کا نقصان
اُن صاحب کے لئے مناسب
تھا کہ اُس پر امان نہ ہو خود
دیتے۔

بس عداوت ہا کہ آں یاری بُود
 بہت سی عداوتیں ہوتی ہیں کردہ دوستی ہوتی ہیں
 چونکہ کافر باب را پکشا وہ پید
 جب کافر نے دروازہ کھلا دیکھا
 جامہ خواب پر حدیث یک فضول
 سننے سے بھرتے بھرتے کو ایک مسادہ لوح
 کہ تجہیں کر دست مہانت ہیں
 کہ دیکھئے آپ کے مہمان نے ایسا کیا ہے
 کہ بیار آں مطہرہ اینجا بہ پیش
 کہ روٹا سامنے لے آ
 ہر کے می جت کز بہر خدا
 ہر شخص دوڑا کہ حسا کے لے
 ما بشویم ایں حدیث را تو بہل
 اس سننے لگی کو ہم دھو دیکھے آپ نے دیں
 اے لعنک مثر احق عمر خواند
 لے تیری جان کی قسم اے اللہ! تجھے اٹھنے فرما
 ما برای خدمت تو میں نیم
 ہم آپ کی خدمت کے لئے زندہ ہیں
 گفت آن ہم ولیک ایں ساعت
 فرمایا میں یہ جانتا ہوں لیکن یہ وقت ہے
 منتظر بودند کیں قول نبی است
 وہ منتظر ہو گئے کہ یہ نبی کا فرمان ہے
 او بعد می شست آں حدیث
 وہ ان خاصوں کو کوشش سے دھوتے تھے
 کہ دش می گفت کیں را تو بشو
 ان کا دل کہ راجا کہ اس کو آپ خود دھوئیں

بس خرابیہا کہ معماری بُود
 بہت سی برادیاں ہوتی ہیں کردہ آبادی ہوتی ہیں
 نرم نرمک از کیں بیرون وید
 گھات سے آہستہ آہستہ باہر نکلتا گیا
 قاصدا آور در پیش رسول
 جان بوجہ کہ آنحضرت کے سامنے لے آیا
 خندہ ز در جنت بلغا لہیں
 جہانوں کی رحمت شکر کا دیئے
 تا بشویم جملہ را بادست پیش
 تاکہ سب کو اپنے ہاتھ سے دھو دیں
 جان ما وجسم ما شرباں ترا
 ہماری جان اور ہمارا جسم آپ پر قربان کر
 کار دستت ایں نمطن کارل
 یہ ہاتھ کا کام ہے، یہ دیکھو دل کا
 پس خلیفہ کرد و بر کرسی نشاند
 پھر تاج مقام بنایا اور کرسی پر بٹھایا
 چون تو خدمت می کنی میں اکنیم
 جب آپ خدمت کریں تو پھر میں کیا ہیں؟
 کہ دریں شستن بخویشم حکمت
 کہ اس میں میرے خود دھونے میں حکمت ہے
 تا پدید آید کہ ایں سراعت
 یہاں تک کہ سلام ہو کہ یہ کیا راز ہے؟
 خاص ز امر حق نہ تقلید فرما
 خاص اللہ (قرآن) کے حکم سے نہ تقلید اور یہ کہ
 کا اندر اینجا بہت حکمت تو تو
 کہ اس جگہ میں یہ بہت حکمتیں ہیں

تلف کر گئیں۔ ان صاحب نے
 آنحضرت کو بستر دکھا کر کہا
 بطورہ۔ تو اہر کے بہر حال
 نے کوشش کی کہ باغات خود
 دھوئے۔ یہ کہ وہ دل نہ ہوا
 صبا کے لئے دل وجگر
 تھے۔

لے لے کر ان پاک میں جو
 لغتہ اذ انکم فی سکنکم
 بیعت ہوئے۔ میری عمر کی قسم
 وہ اپنی قسم میں ادا ہے جو ہے
 ہیں، خدا نے آنحضرت کی عمر
 کی قسم کھائی اور قسم نجات و
 صفات خداوندی کی کھائی
 جاتی ہے تو گویا آنحضرت کی عمر
 کو اپنی صفت قرار دیا ہے۔
 آہماری زندگی کا مقصد
 آپ کی خدمت ہے۔ اگر
 ہم خدمت نہ کریں تو زندگی
 بیکار ہے۔
 لے کر دریں آنحضرت نے
 فرمایا ایں سب باتوں کا مجھے
 یقین ہے لیکن باغات خود
 میں اپنے ہاتھوں سے دھو گئے
 آپ میں عکس لاشیہ ہے۔
 ایں اسرار میں خود دھونے
 کی حکمت کو دیکھیں آج
 آنحضرت اپنے ہاتھوں کی بات
 کو خدا کی حکم سے دھو رہے
 تھے آپس میں یہاں اور تقلید
 کو دھوئے نہ مانا نہ عفت نہ مانا
 ہوا۔

شرح

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت تشریف لائے
 اور دروازہ کھولا اور صبح کو اس کافر کو نکلنے کا راستہ دیا جس کی

تفصیل یہ ہے کہ آپ نے دروازہ کھولا اور خود چھپ گئے تاکہ وہ مصیبت زدہ شرمندہ نہ ہو اور بے تکلف باہر آجائے اور وہ دروازہ کھولنے والے کا چہرہ یا ہیئت نہ دیکھے جس کو وہ شرمندہ ہو۔ اب آپ کے اختفا کی دو صورتیں ہیں یا تو آپ دیوار کے پیچھے چھپ گئے یا آپ ظاہر رہے مگر دامن حق سبحانہ نے اس آپ کو چھپایا یعنی چونکہ آپ خدا کے رنگ میں رنگے ہوئے اور اس کی صفات سے متصف تھے اور حق سبحانہ کی ایک صفت بطون و خفا بھی ہے اسلئے آپ مخفی ہو گئے ہوں گے کیونکہ کبھی رنگ خدا ہی منبغ کو چھپا لیتا ہے اور بے کیف پردہ دیکھنے والے کی آنکھوں پر ڈال دیتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے مخالف کو اپنے پہلو میں بھی نہیں دیکھ سکتا۔ تم اس کو بعید نہ سمجھنا۔ اسلئے کہ حق سبحانہ کی قدرت اس کے بے انتہار زائد ہے۔ پس ایسا کرنا اس کے نزدیک کچھ بھی مشکل نہیں۔

القصہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی رات کی حالت کو باعلام الہی دیکھ رہے تھے۔ مگر حکم الہی آپ کو دروازہ کھولنے سے مانع تھا۔ آپ چاہتے تھے کہ صبح سے پیشتر دروازہ کھول دیں تاکہ صبح کو رسوائی کے سبب وہ کنوئیں میں ڈوب مرے مگر حکمت حق سبحانہ اور امر الہی یہی چاہتا تھا کہ وہ اپنے کو رسوا دیکھے اسلئے نہ کھول سکے۔

[خاندہ کا میرے نزدیک تاکہ پیش از خط الخ کی تقدیر اور میخواست کہ پیش از خط الخ ہے۔ ولم حصل ما قال المحشون] گو آپ کا یہ فعل بظاہر مخالفت تھا مگر نتیجہ اس کا بہتر تھا اور یہ کچھ مستبعد نہیں۔ کیونکہ بہت سی عداوتیں ایسی ہوتی ہیں جو مال کے لحاظ سے دوستی ہوتی ہیں اور بہت سی ویرانیاں ایسی ہوتی ہیں جن کا انجام تعمیر ہوتا ہے لہذا وہ عداوتیں اور ویرانیاں قابل قدر ہوتی ہیں نہ کہ قابل ناگواری۔

الغرض! جب اس کا فخر دروازہ کھلا دیکھا تو دبے دبے پاؤں حجرہ سے

باہر بھاگ گیا جب وہ مکمل گیا اور کوئی شخص اندر پہنچا تو وہ اس گاہ میں لھڑے ہوئے
 پکڑے کو بالقصد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں لایا اور کہا کہ ملاحظہ
 فرمائیں حضور کے مہمان نے یہ حرکت کی ہے۔ رحمت للعالمین نے دیکھ کر تبسم فرمایا۔
 اور فرمایا کہ لوٹا لاؤ۔ ہم خود اپنے ہاتھ سے اُسے دھوئیں گے۔ یہ سنکر یہ
 شخص دوڑا اور عرض کیا کہ آپ کے ہماری جانیں اور ہمارے جسم قربان ہوں برائے خدا
 آپ رہنے دیجئے اس نجاست کو ہم دھوئیں گے ہم بمنزلہ ہاتھ کے ہیں اور آپ
 بمنزلہ دل کے۔ یہ کام ہاتھ کا ہے نہ کہ دل کا۔

حق سبحانہ نے آپ کو یعنی آپ کی حیات کو اپنی حیات کہا ہے۔ اس بنا پر آپ کو
 اپنا خلیفہ کر کے خلد میں اپنی جگہ کرسی پر بٹھلایا ہے یعنی بھائے عمری کے بعد کہا ہے
 پس یہ کام آپ کے شایان شان نہیں ہے ہم تو آپ ہی کی خدمت کے لئے جیتے
 ہیں۔ پس جب آپ کام کریں گے تو ہم کس مرض کی دوا ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں یہی
 جانتا ہوں لیکن یہ ایک ایسا وقت ہے جس میں میرے اس کو اپنے ہاتھ سے دھونے
 میں ایک خاص مصلحت ہے جو تمہارے دھونے پر مرتب نہ ہوگی اسلئے میں اسے
 خود دھوتا ہوں۔ لوگ منظر تھے اور جانتے تھے کہ کہیں جلدی سے ظاہر ہو کہ یہ
 کیا بھید ہے کیونکہ یہ نبی کا قول ہے جو غلط نہیں ہو سکتا۔ اسلئے کوئی بھیید ضرور
 ظاہر ہوگا۔

غرض کہ آپ نے اسے خوب مل لال کے دھورہے تھے اور یہ حکم حق سبحانہ تھا
 نہ تو کسی رسم کی پابندی کی بنا پر اور نہ دکھاوے کے لیے۔ امر حق ہم نے اسلئے
 کہا ہے کہ خود بخود آپ کا دل متقاضی تھا کہ اسے آپ خود دھوئیں کیونکہ اس میں
 بہت سی مصلحتیں ہیں!

ملے تفرک۔ وہ مہمان بنی
مورتی بھول کر مہمان بن گئی۔
اگر وہ فرشتہ تھا تو کیوں مورتی
کی طرح نہ اس کو دوبارہ
رہنے پر مجبور کر دیا۔

سبب رجوع کردن آں مہمان بخانہ مصطفیٰ اصلی اللہ علیہ
اس مہمان کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں وقت دہانے کا سبب جس
وسلم در آن ساعت کہ نہالین ملتوث اور ابدست مبارک
وقت کہ وہ سننے پہنچے نہالین کو اپنے دست مبارک سے دھو رہے
خود می شست و غسل تدین او و جامہ چاک کردن نوحہ
تھے اور اس کا اپنے درپے اور اپنی حالت پر مسخرہ ہونا اور کپڑے
کردن او بر خود و بر حال خود و مسلمان شدن
پہنا کرنا اور رونا اور مسلمان ہونا

ملے آئے۔ وہ مورتی کیلئے
واپس آیا تو کس نے دیکھا کہ
آنحضرت اپنے دست مبارک سے
ان کی نہاست دھو رہے ہیں۔
یہ آتش بیست و سلطان کے
سلسلہ میں آں میں لایا گیا
ہے یہی اللہ فوق الین ہے
نہ کہ ہاتھ ان کے ہاتھوں کے
ابہ ہے وہ تو ربانہ تھے
انے آنحضرت کو اپنا ہاتھ قرار
دیا ہے۔ یہ پیش۔ وہ آنحضرت
کے ان کریمہ اطفال کو دیکھ کر
استغناء فرما کر مورتی کو
بھول گیا اور دیوانہ وار اپنا
سر دیواروں سے ٹکراتے گا۔
خون بہا تو آنحضرت کو اس پر
تیس آئے۔
ملے تفرک۔ وہ مورتی سے اڑا تھا
اور کہتا تھا کہ آنحضرت کی مخالفت
سے خود۔ بے عقل سر سبز
بے عقل۔ بے قدر۔ بے قدر
مٹی نہیں آنحضرت کی ذات
گواہی اسما را و دعا کا مجھ
ہے مہتمم نہیں تو کہتی۔
اس کا کہنے کی کہ آنحضرت جو
موجود عالم ہیں وہ خدا کی حکم
کے تابع ہیں اور میں جو جزو
کونام اور نہ کش بنا ہوا ہوں۔

کافر کے رامیکلے مہیا دگار
اس حقیر کافر کے پاس ایک یا مہمان بنی تھی
گفت آں حجرہ کہ شب داشتیم
کہا کہ وہ حجرہ جہاں میں نے رات قیام کیا تھا
گرچہ تیر میں بود شمشیر صر برد
اگرچہ نہ شرمندہ تھا لیکن اب مجھ نے اہل فرشتہ
ان کے رامیکلے شتاب اندر دید
مورتی کی خاطر جلدی سے اندر نکس گیا
کاں یذا اللہ آں حدت را ہم خود
کہ وہ اللہ کے ہاتھ میں نہاست کو خود
ہیکلش از یاد رفت شدیدیہ
مورتی اس کے حافظہ سے بھی لوری یاد ہو گیا
میز را و دوست را بر روبرو سر
وہ دستہ شریف اور سر پر اڑا تھا
آنچنان کہ خون زنبی و سرش
اس طرح کہ اس کی ناک اندر سے خون
نظر را و خلق جمع آمد روبرو
اس نے فرسے مارے وہ انکے پاس پہنچے
میز را و بر سر کہ اے بے عقل سر
وہ سر پیش تھا کہ اے بے عقل سر

یا وہ دید آنرا و گشت ابدی قرار
اس نے انکو گم شدہ پایا وہ بے قرار ہو گیا
ہیکل آنچا بے خبر بگذاشتیم
لاٹلی میں مورتی اس جگہ چھوڑ آیا ہوا
جر صا ژرد ہا سبکس چیزیت خود
حوص اڑ رہا ہے، چھوڑ چیز نہیں ہے
در موقاتی مصطفیٰ آں را بدید
مصطفیٰ کے حجرے میں اس کو دیکھا
خوش بھی شویہ کہ دورش چشم بد
بہت ابھی طرح دھو رہے ہیں خدا انکو نظر نہ کرے
اندر و شورے گریباں را دید
انکے اندک شرم تھا جس نے انکے گریبان کو چھوا
کلہ را میکوفت بر دیوار و در
سہر کو در دیوار سے ٹکراتا تھا
شذر دان و رحم کر دآن ہتہش
بہر بڑا اور ان بزرگوار نے اس پر رحم کیا
گہر گویاں آئمہ الناس اِحذو
کا زکبت تھا اے لوگو! ڈرو
میز را و بر سینہ کاے بے نور بر
وہ سینہ کو تھا تھا کہ اے بے نور جسم

سجدہ بیکر دواؤ کے لئے کل نہیں
 وہ بیکہ کرتا تھا کہ اے عالم کے بھروسے!
 تو کہ کئی خاضع امر وئی
 آپ جو کہ مجھ ہیں انکے علم پر مجھے سمجھتے ہیں
 تو کہ کئی خوار و لرزان زانی رحق
 آپ کہ مجھ ہیں انکے علم پر مجھے سمجھتے ہیں
 ہر زمان میں گرد و بر آسمان
 ہر آن آسمان کی طرف منہ کرتا
 چوں زحید بیرون بلرزید طہید
 جب وہ حد سے زیادہ لرزا اور سزا
 ساکنش کرد و بے ہوا خفتش
 آپ کو سکون دلایا اور مسکو بہت نواز
 تا نگرید ابر کے خند و چین
 جب تک ابر نہیں رہا ہے چین کب ٹکراتا ہے!
 طفل یکے وزہ ہمید اند طریق
 ایک روز کا بچہ بھی یہ راستہ جاتا ہے
 تو نمی دانی کہ دایہ دایگان
 تو نہیں جانتا کہ دایوں کی دایہ
 گفت و لبت و آکینہ ز گوش دار
 اور چاہیے وہ بہت دوسری کے قول کو یاد رکھ
 گریہ ابرست و سوز آفتاب
 ابر کا رونا بجز اور سورج کی نہیں
 گریہ سوز مہر و اشک ابر
 اگر سورج کی جلیں اصدا بکے آنسو بہتے
 کے بجائے معمور ہیں ہر چار فصل
 یہ چاروں فصلیں کب آباد ہوتیں!
 سوز مہر و گریہ ابر جہاں
 دنیا کے ابر کا گریہ اور سورج کا آنسو
 آفتاب عقل را در سوز دار
 عقل کے سورج کو خوش بخش میں رکھ

شر مسارست از تو این جزوین
 یہ ذلیل جزو آپ سے شرمندہ ہے
 من کہ جزو مظلوم ولد و غوی
 میں جو کہ جزو ہوں ظالم اور غریب اور غمناک ہوں
 من کہ جزو دم در خلافت و ربق
 میں جو کہ جزو ہوں خلافت اور غرض میں ہوں
 کہ ندارم روی این قبلہ جہاں
 کہ جس قبلہ عالم کے سامنے ہر امنہ نہیں ہے
 مصطفیٰ اش در کنار خود کشید
 مصطفیٰ نے جس کو اپنی پل میں لیے لیا
 دیدہ اش بکشا و دادا اشتاش
 آپ کی آنکھیں کہیں اور انھوں نے آنکھیں پانچ
 تا نگرید طفل کے جوش دلیں
 جب تک بچہ روتا نہیں ہے وہ دھکے جوش آتا ہے!
 کہ بگریم تار سد دایہ شفیق
 کہیں رو بہ زوں، تاکہ مہر بان دایہ آجائے
 کم دہد بے گریہ شیر اور اینک گل
 خواہ مخواہ بے رونے و درد نہیں رہتی ہے
 تا بریزد شیر فضل کر دگار
 تاکہ اللہ (خدا) کی رحمت و درہ بہائے
 استن دنیا میں دور شستہ تاب
 دنیا کے ستون ہیں دور شستہ چمکانے والے ہیں
 کے شدے اجسام مازقت و مطر
 ہمارے جسم مرنے اور بربادی کب جوتے
 گریہ سوزے اس تفق اس گریہ
 اگر یہ جلیں اور رونا غیب و زبشت
 چوں ہمیدار دجہاں خوش دل
 جب کہ دنیا کو خوش بخش بخش بناتا ہے
 چشم را چوں ابراشک افروز دار
 آنکھوں کو ابر کی طرح آنسو بہانوالی رکھ

سے ہر زمان میں ۷۰ فریاد
 آسمان کی طرف منہ کر کے
 کہتا تھا کہ میرا کونسا اس قابل
 نہیں کہ آنسوؤں کے گدے رو
 ہوں چوں آنسوؤں کے گدے
 بہتری کو کہ کو کر اسکو سینے
 دکایا ساکنش آنسوؤں نے
 اس کو طہان رلا یا اور اس
 کو رہا ہاں حفاظت دیا۔
 بلکہ تا گریہ مقصد ہے
 کر آہ و زاری سے ہی مقصد
 حاصل ہوتا ہے۔ طفل بچہ
 بھی جانتا ہے کہ جب تک
 نہ رو لگا دایہ دور نہ آجائے
 تو نمی دانی لیکن ماضی باغ
 انسان یہ نہیں سمجھ رہا ہے
 کہ رحمت خداوندی بغیر آہ و
 زاری کے ستون نہیں ہوتی
 ہے۔ گفت و لبت و آکینہ
 گفت و لبت و آکینہ ز گوش دار
 گیشیہ۔ ستون اسٹو زیادہ
 رو نہ گرتے۔ ابر کے رونے
 اور سورج کی ستون ہیست
 دنیا کی تر وادلی ہے۔
 سوز مہر و گریہ ابر
 سورج کی گری اور ابر کا پانی
 نہ ہوتا اجسام میں نفوذ نہ
 ہو چار فصل۔ سال کی چاروں
 فصلوں کا دار سورج اور گری
 ہوا ابر کی بارش پر ہے۔
 آفتاب۔ انسان کو بھی اپنے
 کمال کے لئے نفس و سرور
 اور آنکھیں آنسو و بارش۔
 تن جہر کی بارش سورج کی
 فوٹاں ہے۔

کے برگ تن جسم کی شانیں
 روح کی بڑی دگی ہے جسم کو
 گھٹانا اور روح کو بڑھانا
 چاہیے۔ اقروضوا۔ قرآن
 پاک میں ہے واقفوا باللہ
 قروضوا لہ۔ اور اللہ
 کو قرض دے دو مرنے والے
 قرض کے سنی اللہ کے راستے
 میں جن کو گھٹانے کے لئے
 ہیں۔

لے قرض وہ جہان ترک
 کر کے جو رحمت کی سی رحمت
 ہوگی۔ تن جسم جب جہان
 فطرت سے خالی ہوگا تو
 اسرار و احوال سے جو برائی
 بڑی پیدای جہان نا پاک
 دور ہوگی تو پاکیزگی میں
 ہوگی۔ یعنی قرآن پاک
 میں ہے اما نزل اللہ
 لیسۃ عتقۃ الذین
 اٰمَنۃ الیہ و نطقۃ کذ
 قلعہ فزا منک خدا پاتا
 ہے کہ اسے اہل بیت سے
 پایداری ناکل ہو جائے اور
 وہ تمہیں باطن پاک کر دے۔
 دیر جہان کی لذتیں ترک
 کرنے سے شیطان ڈرانا ہو
 اور طرح طرح کے دوسرے
 پیا کرتا ہے۔

لے اگر بزر شیطان مختلف
 چیزوں کے لئے سمجھا کہ ان
 کے گھٹانے کی ترغیب دیتا
 ہے۔ جو شیطان کہتا ہے کہ
 جسم روح کی سواری ہے
 اس کو کر دو کرنا چاہیے۔
 جی جس چیز کی عادت ہو
 وہ نہ چھوڑ دو نہ بیداریاں
 اٹھ کر بڑی بڑی تفریحیں
 فطرت اپنے آپ کو عظیم
 جالینوس پاک مختلف غرض
 دیتا ہے۔

چشم گریاں بابت چوں طفل خود
 تھے چھوٹے بچہ کی طرح رونے والے ہمیں یہ ہیں
 تن جو باہر گشت و زوشب اناں
 جسم چونکہ سرسبز ہے اس کی وجہ سے ہمیشہ
 برگ تن بے برگ کی جانتے دو
 جس کی سبزی جان کا بت ہو ہے، جلد
 اقروضوا اللہ قرض دہ زین گ تن
 اللہ تعالیٰ کو قرض دو اس جسم کی کھالی پر
 قرض دہ کہ کم ازین نعمت تن
 قرض دے اپنے جسم کے لئے کہ کم کر
 تن زین گیں خوش چونکالی کند
 جب قرض کر اپنے پانے سے خالی کر دے
 زین پلیدی برہدو پاک برود
 اس ناپاکی سے نہایت پھانکا اور پاک ماحول
 دیو میرساند تکیں ہین وین
 شیطان تجھے ڈراتا ہے کہ اہل بیت انہیں
 گر گدازی زین ہو سہا تو بکن
 اگر تو ان ہوسوں سے بدن کو گھٹانے کا
 ایش بخور گرم ست واروی مزاج
 یہ کھائے، گرم ہے اور مزاج کا کس درجہ ہے
 ہم بدین نیت کہ اس تن مزاج
 نیز اس نیت سے کہ یہ جسم سواری ہے
 ہین مگر واں خو کہ پیش ید غل
 خبردار! عادت نہ بدل نقصان ہوگا
 ایں جنیں تہدید اہل یودول
 اس طرح کی دھمکیاں وہ کیونکہ شیطان
 خوش جالینوس سازو درودا
 اپنے آپ کو ذوا میں جالینوس بناتا ہے
 کیٹش ترا سودست از در دومی
 کہ یہ درد اور کم تیرے لئے مفید ہے

کم خور آں نازا کہ نازاں آتے برود
 وہ درونی نہ کما تیری عزت کو برباد کر دے
 شاخ جاں در برگ بیزست خور
 جان کی شاخ بہت ہموار و زخاں میں ہے
 ایں بیاید کا کشتن آں را فرود
 اس کو گھٹانا، اس کو بڑھانا چاہیے
 تا بر وید در عوض در دل چین
 تاکہ بدلے میں دل میں چین آئے
 تا ناما ید وجۃ لا عین سمات
 تاکہ جس کو آنکھ نے نہیں دیکھا وہ سمجھ لے
 حیر ز مشک و دواہالی کند
 اجال کے موتی اور مشک سے بھرے
 از لیلہ کرم تن او بر خورد
 وہ تمہیں پاک کر دے جسے نہ سمجھ سکتا
 زین پشیاں گردی گردی حویں
 اس سے ترشہ ہوگا اور انگلیں بنے
 پس پشیاں و عین خواہی شل
 ترشہ منہ اور انگلیں ہوگا
 واں بیاشام از پے لفع علاج
 اور نفع و علاج کے لئے وہ پلے
 آنچو خور دستا نشا صولبت
 جس کی اسکومات ہے وہ اس کیلئے بہتر ہے
 در دماغ و دل بزاید صد علل
 دل اور دماغ میں سینکڑوں بیماریاں پیدا ہوتی
 آرد و بر خلق خواندہ صد فسوں
 دیتا ہے اور لوگوں پر سینکڑوں ترشہ بھارتا ہے
 تا فریب نفس بیمار ترا
 تاکہ تیرے پیار نفس کو فریب دے
 گفت آدم را، می در گد می
 گہوں کے بارے میں آدم سے بھی کہا

پیش آ رہی ہے وہ مہبات را
 اے ہائے اور انفس کو پیش کرتا ہے
 ہمو کہہائے فرس و وقت فعل
 بیا کہ فعل (ہندی) کے وقت گزرنے کے مترادف
 گوشہایت گیر دو چوں گوش آپ
 تیرے کاں بولا ہے اور گزرنے کے کان کی طرح
 برزند بر پات فعلے را اشتبا
 تیرے پاؤں میں اشتبا کا حال بڑھتا ہے
 فعل او ہستان نزد در درو
 اس کا فعل دو کاموں میں تردد ہے
 آں بکن کہ ہست مختار نبی
 وہ کہ جو نبی کا پسندیدہ ہے
 حَقِّقَ الْجَنَّةِ بِحَقِّ مَحْفُوفِ گشت
 "جنت کو نہ جانے یا کیا ہے" کا لیے ہے نہ جانے یا کیا ہے؟
 صد نفوس وار در حلیت زردا
 کما اور چلے کے سینکڑوں مترادف گشتا ہے
 گر بود آب دواں بر بند دوش
 اگر بہت پانی ہو اس کو روک دیتا ہے
 گر بود کو ہے جو کہ بر بایدش
 اگر بہت زہر ہو اس کو نہ گئے کی طرح ڈالتا ہے
 عقل را با عقل باے یار کن
 عقل کو کسی دوست کی عقل لا وقت بنا

در لوشہ پیچید او لبہات را
 تیرے ہونٹوں کو دوری سے باز رکھتا ہے
 تا شاید سنگ کتر راجہ فعل
 تاک کہ کتر پھر کو مسل (ہست) کا دکھا دے
 میکشاند سوی حرص سوی کسب
 حرص اور کمان کی جانب کھینچتا ہے
 کہ بمانی تو زور در آں زراہ
 کہ تو اس کی تحریف سے راستے ترک نہ کرنا
 ایں کُٹم یا آں کُٹم ہیں ہوشدار
 یہ کروں یا وہ کروں خبردار! ہوشیار رہو
 آں ملکن کہ کرد مجنون صبی
 وہ نہ کہ جو پاگل اور بہتہ نے کیا
 بالکارہ کہ ازوافسز و گشت
 ناپسندیدہ چیزوں سے بچنے کو اپنے بڑھانے کا
 کاں کند در سکہ گریست از لہ
 کہ ٹوکری میں ٹال دیتا ہے خواہ اتروا ہو
 در بود جبر زماں بر خند دوش
 اگر عالم زمانہ ہو اس کا دانا انا ہے
 دست برد خویش تن نہادیش
 اپنے غلبہ کی اس پر ناکش کرتا ہے
 افرم شو زری بخوان و کار کن
 "اے کار کا باہمی مشورہ ہو کہ پڑھ اور کام کر"

لے آتا ہے شیطان کی یہ
 تمام باتیں اس نے ہی کہہ
 حیرت چکر کر رکھا بنا کر دکھا
 مگر تجاہت شیطان غلبان
 کے کان پر نہ کر حرص اور حرص
 کمان کی جانب لے جاتا ہے
 برکت نہ شیطان غلبات
 اور دساں کے ذریعہ میں
 راستے سے روک دیتا ہے۔
 نقل۔ وہ شیطان حرص میں
 کڑتا ہے وہ تردد میں مبتلا
 کر دیتا ہے۔ آں بکن جب
 تردد ہو تو وہ کام کر جو نبی
 نے کیا ہے طفلاً اور بچہ
 کام نہ کر محقق۔ حیرت
 شریف ہے محقق الجنت
 جانتا کہ جنت دل کی
 ناپسندیدہ چیزوں سے
 ڈھانپ رہی ہو ہے
 سکہ صد نفوس شیطان کو
 ایسے نہ لے آئے ہیں کہ زور ہے کہ
 ہی ٹوکری میں بند کر دیتا ہے۔
 مگر تو شیطان اپنے سڑکے
 ذریعہ جانا اور بار رک دیتا ہے
 اور بڑے بڑے مالوں کا
 خان اڑا دیتا ہے پہاڑ توڑ کا
 بنا دیتا ہے اور اپنی پہاڑ کی
 ناکش کرتا ہے۔
 عقل شیطان سے بچنے
 کیلئے اپنی عقل کو شیخ کی عقل
 سے وابستہ کر دے اور شیخ
 سے مشورہ کر لے۔ خواجہ
 وہ یہاں عرب میں غلام
 غلام کو یا غلام کی کرے
 دزداری پر آمیزنے لے اس کو
 بہت نوازا۔



شرح اس کافر کے پاس ایک ہیکل (تعوید) جو بطور یادگار کے تھا۔ وہ گم ہو گیا۔ اور اس کے گم ہو جانے کے سبب اُسے بے چینی لاحق ہوئی اس نے اپنے دل میں کہا کہ جس جُسدہ میں میں شب کو رہا تھا شاید اس میں چھوڑ آیا ہوں۔ وہاں سے چل کر لانا چاہیے۔ گو وہ شرمندہ تھا مگر اس کی شرم کو اس کے حرص نے کھودیا۔ یہ حرص ایک اثر دھا ہے کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔ اس خدا بچائے۔

الفرض: وہ اس ہیکل کی خاطر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان پر دوڑا ہوا آیا۔ وہاں آکر آپ کو دیکھا کہ آپ کا ہاتھ جس کو حق سبحانہ نے یہ اللہ فرمایا ہے۔ لہذا ہوا المراد ولا تلتف الی ما قال بحر العلوم) چشم بد دور اس نجاست کو خود بقایت بے تکلف دھور رہا ہے۔ یہ واقعہ دیکھ کر وہ ہیکل کو تو بھول گیا اور اسکی اندر جوش اعتقاد سے ایک شورش پیدا ہوئی۔ اور اسکی اس شورش سے اپنا گریبان چاک کر ڈالا۔ وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ اور سر پٹیٹا تھا۔ اور سر کو دیوار سے یوں ٹکراتا تھا کہ اس کے ناک اور سر سے خون جاری تھا۔ یہ دیکھ کر سید البشر کو اس پر ترس آیا وہ بہت کچھ ہا ہو کر رہا تھا۔ جس لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے اور اس کو سنبھالنے لگے مگر وہ یہ بھی کہتا تھا کہ مجھ سے الگ رہیں اور سر پھوڑنے دو۔ وہ اپنا سر پٹیٹا تھا۔ اور کہتا تھا کہ اے بے عقل! سر! تو توڑ ڈالنے کے قابل ہے اور سینہ کو ٹٹا تھا اور کہتا تھا کہ اے بے نور سینہ! تو پھاڑ ڈالنے کے قابل ہے وہ سجدہ کرتا تھا اور کہتا تھا کہ کل زمین۔ تیرا یہ ذلیل جزو تجھ سے شرمندہ ہے کیونکہ تو جو کہ کل ہے۔ حق سبحانہ کے حکم کے ساتھ سرفکذہ ہے اور میں کہ تیرا جزو ہوں ظالم اور جھگڑالو۔ اور گمراہ ہوں جو کہ تیرے لئے موجب ننگ ہے اور تو جو کہ کل ہے۔ یہ خدا کے

سامنے ذلیل اور اس کے خوف سے لرزاں ہے۔ لیکن میں کج مزاج ہوں۔ اس کا مخالف اور اس کی حدود سے بڑھ جانے والا ہوں۔ وہ آسمان کی طرف منہ کئے ہوئے تھا اور کہتا تھا کہ میں اس قبلہ جہاں کو نہ میں منہ دکھلانے کے قابل ہوں [زمین کو قبلہ جہاں اس لئے کہا کہ وہ مرکز عالم ہے۔ وقال المحشون المراد من كل الارض ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومن الارض ہو۔۔۔ العالم وليس كذلك كما لا يخفى] علی من له ذوق سلیم]

الغرض؛ جب کہ اس کا اضطراب اور بے قراری حد سے گزر گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی آغوش میں لے لیا اور اسکو تسکین دی اور بہت کچھ نوازا۔ اس کی آنکھیں کھول دیں اور اسے معرفت حق سبحانہ سے مالا مال کر دیا یہاں سے مولانا مضمون ارشاد کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور رونے کی خوبی اور اسکی ضرورت بیان فرما کر اور اسکی ترغیب دیتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ رونا اپنے اندر ثمرات عجیبہ رکھتا ہے۔ دیکھو جب تک ابرہہ رونے چن کیسے کھل سکتا ہے اور بچہ جب تک نہ رونے دایہ کا دودھ کیسے جوش میں آ سکتا ہے غضب کی بات ہے کہ ایک دن کا بچہ تو مانگنے کا طریق جانتا ہے اور سمجھتا ہے کہ مجھے رونا چاہیئے۔ تاکہ دایہ شفیق ہو کر مجھے دودھ پلائے۔ مگر تم نہیں جانتے کہ مربی میرے یعنی حق سبحانہ۔ اپنی خاص نعمتوں سے بدوں رونے اور بیٹھے بٹھلائے بہت کم کسی کو بہرہ ور کرتے ہیں۔ تم حق سبحانہ کا ارشاد وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا سُنُّوْا اور خوب رُو۔ تاکہ عنایت حق کا دودھ تم پر برس پڑے [فائدہ؛ جانتا چاہیئے کہ آیت میں وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا سے طلب گریہ مقصود نہیں ہے بلکہ اسکو تویخ و تقریح منافقین مقصود ہے۔ مگر مولانا علی سیل الاعتبار یا بناء علی المشہوریہ کی تفسیر کی ہے جیسا کہ اس کی عادت ہے] دیکھو!

گرمیہ ابر اور سوز آفتاب یہ دو بٹی ہوئی ڈوری ہی عالم کا ستون ہیں جس پر نقلے
 عالم کا مدار ہے کیونکہ اگر سوز آفتاب اور گرمیہ ابر نہ ہو تو ہمارے اجسام موٹے
 تازہ نہیں ہو سکتے۔ اور ہم بھوکوں مرجائیں اور اگر گرمیہ آفتاب اور گرمیہ ابر نہ ہو
 تو یہ چاروں فصلیں جو ہماری حیات کا مدار ہیں وجود میں نہیں آ سکتیں اور جب
 ہم زندہ نہیں رہ سکتے تو عالم قائم نہیں رہ سکتا کیونکہ ان کا وجود انسان کے وجود
 کے تابع ہے۔ پس جب اصل نہ رہے گا تابع ہی نہ رہے گا۔ پس جبکہ
 معلوم ہو گیا کہ سوز مہر اور گرمیہ ابر ایسی عظیم الشان چیزیں ہیں کہ ان پر بقا عالم
 کا مدار ہے تو تم کو چاہیے کہ اپنے آفتاب عقل کو تاباں رکھو۔ تاکہ اس کی حسرت
 یعنی اثر سے تمہاری حالت درست ہو۔ اور اپنی آنکھ کو ابر کی طرح گریاں رکھو
 تم کو رونے والے آنکھ کی یوں ہی ضرورت ہے۔ جیسے چھوٹے بچے کی۔ کیونکہ جس
 طرح اسے رو کر دایہ سے دودھ حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ بس ہم کو رونا
 چاہیے اور روٹی کم کھانا چاہیے یعنی تنعم میں نہ رہنا چاہیے بلکہ مجاہدہ و ریاضت کرنی
 چاہیے۔ کیونکہ روٹی (تنعم) تم کو حق سبحانہ کے نزدیک بے وقعت کرتی ہے۔
 اور چونکہ تنعم کے سبب تمہارا نفس ہمیشہ بُرا بُرا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے
 کہ تمہاری شاخ جان پت جھڑ اور خزاں میں مبتلا ہے یعنی خرابِ حنتہ حالت میں
 ہے۔ یاد رکھو! کہ جس قدر نفس کی حالت ٹھیک ہوگی اُسی قدر روح کی
 حالت خراب ہوگی پس تم کو چاہیے کہ فوراً نفس کو گھٹاؤ اور روح کو بڑھاؤ۔
 حق سبحانہ، تعالیٰ فرماتے ہیں اَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا۔ اور یہ امر
 اپنے اطلاق سے جس طرح الفاظِ مال کو شامل ہے۔ یوں ہی صرف نفس کو بھی شامل
 ہے۔ پس تم کو سامانِ نفسِ خدا کی راہ میں صرف کرنا چاہیے۔ تاکہ اس کے عوض
 میں تمہارے دل میں گلشنِ معارف پیدا ہو۔ میں یہ کہتا ہوں کہ حق سبحانہ کو قرض

دو۔ اور نفس کی غذا کم کر کے اسکو خدا کی راہ میں صرف کرو۔ تاکہ اس کے صلہ میں تمہارے سامنے وہ نعمتیں جلوہ گر ہوں۔ جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا اور نہ کانوں نے سنا اور نہ کسی شخص کے دل میں ان کا تصور آیا۔

پس جب کہ اس طریق سے نفس صفاتِ ذمیرہ سے جو کہ مثل گوہر کے ہیں پاک صاف ہو جاوے گا۔ اور مارہ سے مطمئن ہو جائے گا۔ اس وقت وہ صفاتِ حمیرہ سے جو کہ بمنزلہ مشک اور بیش قدر موتیوں کے ہیں مالا مال ہوگا۔ اور اس بجااست سے طہارت پاک صاف ہو جائے گا۔ اور حق سبحانہ تم پر بارانِ رحمت برسائیں گے جس سے تمہارا نفس تطہیر حق سبحانہ سے متمتع ہوگا اور بجااستِ شیطانی تم سے دور ہوگی۔

فیه اشارۃ الی قولہ تبارک وتعالیٰ وَیُنَزِّلُ عَلَیْکُمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لَّیَطْفَرَّ بِہٖمْ وَیَذْہِبَ عَنْکُمُ رِجْسَ الشَّیْطٰنِ۔

(فائدہ: واضح رہے کہ مولانا کے کلام میں جہاں کسی تن کو فنا کرنے اور اسکو گھٹانے کا حکم ہے وہاں نفس مراد ہے کیونکہ جسم کو کمزور مقصود شرعی نہیں۔ بلکہ نفس کو مارنا مقصود ہے پس اگر نفس کو جائز راحت پہنچائی جائے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے) اب مولانا تن پروری کے منشا کا قلع قمع کرنا چاہتے ہیں۔ اور فرطتے ہیں کہ تم جو نفس پروری میں مشغول ہو۔ اور اسکو تکلیف نہیں پہنچانا چاہتے اس کی وجہ یہ ہے کہ تم کو شیطان ڈراتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ دیکھو خبردار! تنغم میں کمی نہ کرنا ورنہ تم پشیمان اور مغموم ہو گے اور اگر تم نفس کو اس کی خواہشات سے روک کر اسے کمزور کرو گے۔ تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ تم پشیمان اور مغموم ہو گے پس تم یہ کھاؤ۔ کیونکہ یہ مزاج کی مصلح دوا ہے اور یہ پیو کہ اس سے تم کو نفع ہوگا اور تمہاری مرض کا علاج ہو جائے گا و علیٰ ہذا القیاس!

غرض کہ وہ تنعم ہی میں مصروف رکھتا ہے اور وجہ یہ بیان کرتا ہے کہ جسم روح کی سواری ہے وہ باقی رہنا ضروری ہے پس اسکو باقی رکھنا چاہیئے اور جن چیزوں کا یہ عادی ہے۔ وہ اسکو دینی چاہئیں کیونکہ یہ ہی اس کے لئے بہتر ہے۔

دیکھو عادت کو نہ چھوڑنا ورنہ نقصان ہوگا اور دل و دماغ میں سینکڑوں بیماریاں اٹھاؤ گے۔ غرض کہ وہ کمینہ شیطان سینکڑوں حیلے کرتا ہے اور مخلوق پر سینکڑوں نثر چھوکتا ہے وہ اپنے آپ کو علاج میں جالینوس بنالیتا ہے تاکہ تمہارے نفس بیمار کو دھوکہ دے اور اسے خواہشات لالیعی پر آمادہ کرے اور کہتا ہے کہ یہ شے تم کو تکلیف اور رنج سے فائدہ بخشنے گی تم کو اسے حاصل کرنا چاہیئے۔ اس کم بخت آدم علیہ السلام کو بھی گیبوں کے متعلق یہ ہی کہہ کر دھوکا دیا تھا۔ غرض کہ وہ بہت کچھ تحذیر کرتا ہے اور اس طرح تمہارے منہ میں لٹٹی دے کر تمہیں اپنے قابو میں کر لیتا ہے جس طرح کہ نعل لگانے کے وقت گھوڑوں کو ڈھانٹنی دیکر قابو میں کر لیتے ہیں تاکہ وہ ایک نہایت حقیر چیز کو تمہاری نظر میں نہایت وقیع کر دیتا ہے اور وہ تمہارے منہ کان پکڑ لیتا ہے جس طرح گھوڑے کے کان پکڑ لیتے ہیں۔ اور اس طرح اپنے قابو میں کر کے وہ تمہیں حرص اور کسب غیر ضروری کی طرف متوجہ کرتا ہے اور تمہارے پاؤں میں شبہ کی ایسے نعل ٹھوک دیتا ہے۔ جس کی تکلیف سے تم راہ راست پر نہیں چل سکتے اور وہ یہ ہے کہ جس اچھے کام کا تم ارادہ کرتے ہو وہ اس میں۔۔ نقصان سمجھا کر تمہیں۔۔ مذہب کر دیتا ہے اور تم کہتے ہو کہ یہ کام کروں یا اس کے خلاف پس سے تم کو خیال رکھنا چاہیئے اور وہ کام کرنا چاہیئے جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ ہے اور وہ نہ کرنا۔ جو بچے اور دیوانہ یعنی اہل دنیا بے عقل

کرتے ہیں یہ مسلم ہے کہ تمکو نفسِ شیطان کی مخالفت اور ترکِ تن پروری سے تکلیف ہوگی۔ مگر تم کو واضح رہے۔ کہ جنت ڈھکی اور گھری ہوئی ہے۔ تم پوچھو گے کہ کن چیزوں سے گھری ہوئی ہے۔ لو ہم بتائے دیتے ہیں ناگوار باتوں سے۔ جن سے کشتِ عمل میں ترقی ہوتی ہے اور بے حد ثمرات ملتے ہیں۔ پس جبکہ جنت ناگوار باتوں سے گھری ہوئی ہے تو اسکو حاصل کرنے کے لیے ان کا بھیلنا ضروری ہے۔ ہم پھر کہتے ہیں کہ اسکو چالاکی اور ہوشیاری کے سبب سینکڑوں منترباد ہیں۔ جن سے اگر اڑدھا ہٹی تو وہ اسے ٹوکری میں بند کر سکتا ہے اور اگر بہتا... ہوا پانی ہو تو وہ اسے روک سکتا ہے اور اگر کوئی علامہ دھڑو تو اسے پتھر خستہ ہے کہ یہ بے چارہ کیا چیز ہے جو مجھ سے بچ سکے گا اور اگر پہاڑ ہی ہو تو اسے سکے کی طرح اڑا دیتا ہے اور اپنی کاریگری کا اسے مشاہدہ کرتا ہے۔ پس ایسی حالت میں تم کو چاہیے کہ اپنی عقل کو شیخِ کامل کی عقل کے ساتھ ملاؤ اور اذہم شوزی بلیہم جو مومنین کی علامت بیان کی گئی ہے اسکو پڑھ کر اس پر عمل کرو۔

لے غوات وہ دروازہ
ہو جانے کے قریب تھا حضورؐ
نے اس کی حق گرفت۔
مقتضی حضورؐ نے اس
سے فرمایا اور اعلیٰ حرمِ کرب
کہ کہ قدرت کو حق سے
بہت کام بنا ہے۔ آج
موجود حضورؐ نے اس شیخ
پر پانی پڑھا تو وہ برہمن
میں آیا اور کہنے لگا کہ
شہادت کا کلمہ پڑھا دینے
تا کہ یہ جیتی مستحق ہو کہ
شہادت پڑھے پس برہمن
وہی سے نہات باکِ آخرت
کا اسی بن جاتا ہے۔ آمین
جسٹ۔

نواحقینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آں عرب مہمان راو
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس عرب مہمان کو نوازنا اور اس کو افسوس اور
تسکین و ادان اور ازاں اضطرابِ گریہ و نوحہ کہ بر خود میگرد
رونے اور اس نوحہ سے تسکین دینا جو وہ شہرِ مندرگ اور نہات اور
از خجانت و نہامت آتشِ نوبیدی
نامیدی کی آگ کی وجہ سے اپنے اوپر کر رہا تھا

ایں سخن پایاں نہاد آں عرب
اس بات کا تاثر نہیں ہے۔ وہ عرب
خواستہ یوازہ شدنِ عقلمند
اس نے دروازہ بنا چاہا اسکی حق بیاگ گئی
ماند از الطافِ آں شہِ درعجب
اسی شاہ کی ہر باتوں سے تعجب میرا رہ گیا
دستِ عقلِ مصطفیٰ باز کشید
حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ نے اسکو برکھنا

لے اور میں خدا
لے دریافت کیا تھا کہ کیا میں
تہا را خدا نہیں ہوں تو
ہم نے جواب دیا کہ ان اب
ہم دنیا میں اس جہ کے
خیرت کے لئے بھیجے گئے ہیں
تاکہ قول داخل ہو کر ہوں
کے قریب اپنے "ہاں" کے
دعویٰ کے ثبات کریں۔
ازل میں ہم نے بنی مہلے
ہمارا قول داخل اس پر گواہ
کے چند گواہوں کو
قاضی کی عدالت میں حاضر
کر دیا ہے۔
زندگی قریب اور قریب گواہی
کے ہے۔
اگر گواہ حالت میں بھی کر
حاضر اس اعتبار کرے تو
یہ اس کا جھگڑا ہو گا
تو ہم یہی کہیں گے
گواہی دے گا قاضی کی
عدالت میں مقید رہے گا۔

لے
یہاں گواہی دینا ضروری
ہو گا کہ ہم نے اس کا
درا کر لے گا کہ اس
ناز۔ اگر ان اس میں پر عمل
استقامت پر عمل گواہی ہے۔
بہتر خود میں استقامت و حق۔
اگر میں ان مہاں کی خاطر
قاضی کو کہے تو یہ اس
بات کی گواہی ہے کہ وہ
سے خوش ہے۔

شرح

گفت ایں سو آیا مد آں چنان
فسدایا دہمرا، وہ پس مرغ آ
گفتش ایں سو ممکن ہیں خود
ہی سے فرمایا یہی ذکر فرما رہا ہوں
آپ بر روزه در آمد در سخن
اس کے ساتھ پرانی چوکا، وہ بولا
تا گواہی بدہم و بیرون شوم
تاکہ میں کو شہادت پرہ لوں اور باہر نکلیں
مادریں دلیلیں قاضی قضا
ہم قضا کے قاضی کی چوکٹ پر
کہ ملی گفتیم و آں را ز امتحان
کہ ہم نے بنی کہا ہے اور انکی آزمائش کئے
از چہ در دلیلیں قاضی تن زدیم
ہم قاضی کی چوکٹ پر حاضر ہیں کہوں
چند در دلیلیں قاضی اے گواہ
اے گواہ! قاضی کی چوکٹ پر کہہ
زان خواندند بد سخا تا کہ تو
انھوں نے تجھے یہاں اس لئے بولا ہے کہ تو
از کجای خویش بنشتہ
تو اپنے جھگڑاؤں سے بیٹھا ہوا ہے
تا نہ بدی آں گواہی اے شہید
اے گواہ! جب تک تو وہ گواہی نہ ادا کرے گا
یک نماں کاریست بگذار و بتاز
تھوڑی دیر کا کام ہے، کروے اور جھگڑا
خواہ در صدر الی خواہی یک نماں
نماہ تو نماں میں اور خواہ تھوڑی دیر میں

کہ کسے بر خیزد از خواب گراں
کیسے کوئی ہماری نیند سے اٹھے
کہ ازیں سو بہت باتو کار را
کیونکہ اس وقت تجھ سے بہت کم ہیں
کے شہید حق شہادت عرض کریں
کہ لے اشد خانی کے گواہ کو شہادت پیش کیجئے
سیرم از مستی دران موشم
میں بہت سے سیر ہو گیا ہوں، موشم میں شہادت
بہر دعویٰ استیم و بٹے
آفت اور انکی کے دعویٰ کی وجہ سے ہیں
فعل وقول ما شہدوت ویا
ہمارا قول داخل گواہ اور بیان میں
نے کہ ما بہر گواہی آسیدیم
کیا ہم گواہی کے لئے نہیں آئے ہیں
جس باخی وہ شہادت از کجا
قید ہے ۴ ص سے گواہی دے دے
آں گواہی بدہی و ناری غم
وہ گواہی دے دے اور کشی نہ کرے
اندریں تنگی لب کفایت
اس تنگی میں تو نے ہرٹ لہر با تہہ لے لی
تو ازیں دلیلیں کے خواہی رہید
تو اس چوکٹ سے کب بٹے ۴
کار کو تہ را ممکن بر خود دراز
مختصر کام کو اپنے لئے سب سے کر
ایں امانت را گذار و وارہاں
یہ امانت ادا کر دے اور جھوٹ جا

خیر یہ گفتگو توبے انتہا ہے۔ اب سنو کہ وہ عرب مختصر
صلی اللہ علیہ وسلم کے الطاف و عنایات دیکھ کر دنگ رہ گیا۔

اور جوشِ محبت اسے دیوانہ ہوتا۔ اور اس کی عقل۔۔۔ رفوچکر ہوتی جاتی۔ لیکن دست عقل مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے سنبھالا یعنی آپ نے فرمایا میاں ادھر آؤ۔ اس پر وہ یوں مخمور آیا جیسے کوئی گہری نیند سے اٹھ کر آتا ہو تب آپ نے اس کا کہا کہ اس جنون کو چھوڑ دو اور آپے میں آؤ کیونکہ عالم ہوش میں تمہیں بہت سے کام کرنے ہیں اور اس کے منہ پر جھینٹا دیا اس پر وہ ہوش میں آیا اور کہا کہ خدا کے گواہ آپ مجھ پر کلمہ شہادت پیش فرمائیے تاکہ میں گواہی دیکر تنگنائی ہستی سے نکل جاؤں کیونکہ اس کے میراجی بھر گیا ہے۔ اب میں صحرائے فنا میں پہنچ جاؤں — اب مولانا اس شہادت کی تفصیل فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم قضیۃ الکتب پر توجہ کر لیں اور اس کے جواب بلی کے لئے دہلیزِ ثانی قضا یعنی عالم ہستی میں آئے ہیں کیونکہ ہم نے سوال الکتب کے جواب میں جو کہ ہم سے لیا گیا ہے۔ - بلی کہا تھا۔ پس اس کے ثبوت کی ضرورت ہے اور ہمارے اقوال و افعال اس کا ثبوت اور اس کے گواہ ہیں۔ جب ہمارے آنے کا یہ مقصد ہے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم دہلیزِ قاضی (ہستی) میں خاموش کیوں بیٹھے ہیں اور گواہی کیوں نہیں دیتے۔ کیا ہم گواہی کے لئے انہیں آسکتے تھے۔ ضرور آئے تھے۔ تو پھر یہ خاموشی کیوں ہے اور گواہی کیوں نہیں دی جاتی اور اپنے قول و فعل سے کیوں نہیں ثابت کیا جاتا کہ ہم نے جو اقرار کیا تھا۔ وہ صدق دل سے تھا۔ آخر ہم اس دہلیز میں کب تک رہیں گے۔ سویرے شہادت دیکر اپنے گھر عالمِ فنا میں کیوں نہیں چلے جاتے جس سویرے سے گواہی دیدو۔ فضول دیر کیوں کرتے ہو۔ تم کو میاں اس لئے بلایا گیا تھا کہ اپنے دعوے کا ثبوت دو اور سرکشی نہ کرو۔ مگر تم اپنی ضد سے لاتھ منہ باندھے ہوئے دہلیز میں بیٹھے ہوئے ہو اور نہ قوی شہادت دیتے ہو نہ فعلی۔

یاد رکھو! کہ جب تک تم گواہی نہ دو گے اس وقت تک تم اس دہلیز خودی سے نہیں نکل سکتے ذرا سی دیر کا کام ہے۔ شہادت دیدو اور چلتے ہو۔ اور خواہ مخواہ ذرا سی بات کو طول نہ دو۔

قصہ کوتاہ تم اس امانت کو ادا کر کے اپنا بیچا چھڑاؤ۔ یہ تمہیں اختیار ہے۔ خواہ برس میں اب کرو یا ذرا سی دیر میں۔ مگر اسکے بدوں بیچا نہ چھوٹے گا۔

بیان آنکہ نماز و روزہ و حج و ہمسجز ہای بیرونی گواہیہست
 اِس کا بیان کہ نماز اور روزہ اور حج اور ہمسجزی تمام چیزیں باطنی
 بر نور اندرونی
 نور کی عکاس ہیں

ہم گواہی دادنت از اعتقاد
 ہم اعتقاد پر گواہی دیتا ہے
 ہم گواہی دادنت از سر خود
 ابھی اپنے باطن پر گواہی دیتا ہے
 کائے قہاں باشما ہستیم است
 کہنے بزرگوار! ہم تمہارے عکس ہیں
 شد گواہ آنکہ مستم با تو خوش
 اس کے گواہ ہیں کہ ہم آپ سے عیش ہیں
 چیست؟ دارم گوہرے اندر
 کیا ہے! میں باطن میں جو ہر کسب ہیں
 اِس زکوٰۃ و روزہ ہر مرد و گوا
 یہ زکوٰۃ اور روزہ دونوں کے گواہ ہیں
 با حراش و ان کہ بود اقبال
 سب کے لئے حرام ہے اس کا اقبال نہ ہوگا
 مید ہنس چون زدن ایل کش
 روتا ہے پس تو دینداروں کا کسے پڑائے گا؟
 جرح شد در محکمہ عدل آکر
 نو لک انصاف کے محکمہ میں مجروح ہو گئے

اِس نماز و روزہ و حج و چار
 نماز اور روزہ اور حج اور چار
 اِس زکوٰۃ و ہدیہ و ترکِ خد
 یہ زکوٰۃ اور ہدیہ اور خد نہ کرنا
 خوان و مہمانی پے ظہار راست
 سفر خان اور مہمانی کے اظہار کچھ ہے
 ہدیہ و اوار معان و شکش
 دینے اور تحفہ اور نذرانہ
 ہر کے کو شہدائے یافسون
 جو شخص مال دینے یا دکان کرکٹش کرنا ہو
 گوہرے دارم ز تقویٰ یا سخا
 میں جو ہر کسب ہیں تقویٰ کا یا سخاوت کا
 روزہ گوید کہ تقویٰ از حلال
 روزہ کہتا ہے کہ اس نے حلال سے پرہیز کیا
 و ان کو تش گفت کے از مال خویش
 ان کو تش گفت کہ ان مال اپنے ہیں سے
 گر بظاری گندیس دو گواہ
 اگر دکان دار، زان نمازی کرے گا تو دو گواہ

۱۰۰ دینے یا نہیں دینا
 یہی پس لایا ہو رہے کہ تو
 اس سے عیش ہے ہر کسے
 اگر کسی شخص مال خریدا
 ہے یا داتا ہے تو یہ اس
 بات پر گواہ ہے کہ اس شخص
 میں تقویٰ یا ہر مرد
 ہے یا نہ ہے۔
 کچھ دینے، کچھ اس کا
 کا گواہ ہے کہ اس نے خدا
 کے حکم کے مطابق حلال کھا
 کوئی دکان کرنا ہے تو یہ
 حرام کب کھا سکتا ہے کہ تو
 زکوٰۃ اس بات کی گواہ ہے
 کہ جب نہ اپنا مال صرف
 کر دے تو کسی روزگار کا
 مال کیسے چڑا سکتا ہے۔
 ... کہ تو گواہی۔ اگر زکوٰۃ اور
 روزہ میں رہا تو یہ دین
 کر کے تو یہ زکوٰۃ اور
 دیناریں حالت سے ہر کر
 ہر گواہی میں گئے۔

ہست صیاد اگر کند واد نہار
شکاری ہے، اگر داند بھیمہ تا ہے
ہست گریہ روزہ دار اندر صیام
مئی روزہ دار ہے، روزوں میں
کردہ بدن زین کثری صد قوم را
اس کی سے اس نے سینکڑوں قوموں کو بدن کیا
فضل حق با ایں کو اکثر می تند
باد و دیکہ وہ کی کردا ہے اللہ کا کرم
سبقت برزہ رحمتش دامن غلدر را
اس کی رحمت بہت سے گئی اور اس قدر کہ
کوشش ہشتہ حق زین اختلاط
اس غلام سے اظہر تاتانے نے بھی کوشش کو
تا اگر غفاری اوظا ہر شود
تا اگر شمس کی غفاری نسا ہر جو جائے

نے زرحم وجود بل بہر شکار
رحم اور سخاوت کی وجہ سے نہیں بلکہ شکار کرنے
خفتہ کردہ خویش بہر صد غام
ناخبر بہ کار شکار بچکے اپنے آپ کو نہانے چاہے
کردہ بدنام اہل جو و صوم را
اس نے جوہوں اور روزہ داروں کو بدنام کیا
عاقبت زین مجملہ پاکش می کند
انجام کا، ان سب سے اس کو پاک کر دیتا ہے
دادہ نور سے کہ نباشد بد را
وہ نور ملایا جو دھریں کہ جان سے میری آگ
غسل دادہ رحمت اور ایں زین غیا
رحمت نے اس کو برائے ہی سے مٹا دیا
سیات مجملہ را غافر شود
ترہ تھاپوں کو نہایتے والی جی جائے

لہ مقار
شکاری برزوں اور نہار
ہے لیکن یہ سخاوت نہیں ہے
خیر۔ جس کی ہفتہ دار صوم
جوئی ہے لیکن اس نے یہ
صورت محض شکار کیا ہے
کہ نے بنا رکھی ہے کردہ
بدنامی و بدکاری کے ساتھ
ہفتہ دیکھے والا اور مال کا
کر لے والا روزہ دار اور حق کا
بے نام کندہ ہے بعض حق
جدا رحمت غریب میں رہا پھر
بادست حق سے اس کے بد
اللہ تعالیٰ اس کو برادرت
بادست ہے
اللہ تعالیٰ شکر و پور کا شکر
تعالیٰ کی رحمت سابق ہے
بچکے اذیت لے ہمارا مقدار
کوئی تمام میں نہ بخش دیتا

شرح

خیر تو یہ نماز و روزہ و حج جس طرح فی نفسہ افعال حسنہ
میں یوں ہی اعتقاد باطنی کے گواہ ہی ہیں اور جس طرح زکوٰۃ
وہیہ و تبرک حسنی ذاتہ افعال حسنہ میں یوں ہی صفت باطنی پر شاہد بھی ہیں و لہذا ہوا لہذا و لا تنقص لی ما قال الحشون
فانہم وقعوا فی الخبط فی حل النقام، مثلاً کوئی شخص لوگوں کے سامنے غلام یا نیا پیش کرتا ہے۔ تو یہ اظہار ہے۔
اس امر کا کہ صاحبو میں تم سے درست ہوں اور کوئی شخص کسی کو بد یہ یا تحق یا نذر
دیتا ہے تو یہ اظہار ہے اس بات کا کہ میں تم سے خوش ہوں۔
غرض کہ جو شخص مال سے یا سحر نکالنے سے یا اور کسی طریق سے کوئی عذر
کوشش کرتا ہے اس کا مدلول کیل ہے۔ یہی کہ میں اپنے باطن میں ایک اعلیٰ
صفت رکھتا ہوں مثلاً زکوٰۃ دیتا ہے یا روزہ رکھتا ہے۔ تو اس کا مدلول یہ ہے
کہ میں گناہ و تقویٰ کے یا سخاوت کا جو ہر موجود ہے۔

اور یہ دونوں فعل اس جوہر کے گواہ ہیں۔ کیونکہ روزہ کہتا ہے جب اس نے اکل و شرب و جماع سے جو کہ اس کے لیے فی الجملہ حلال تھے اجتناب کیا۔ تو وہ حرام کا ارتکاب نہیں کر سکتا۔ اور زکوٰۃ کہتی ہے کہ جب اس نے اپنا مال دیدیا تو وہ دوسرے لوگوں کا مال نہیں لے سکتا۔ جب یہ امر معلوم ہو گیا تو اب سنو کہ روزہ و زکوٰۃ وغیرہ شہادت مذکورہ ضرور ادا کرتے ہیں۔ مگر یہ شہادت اسی وقت معتبر ہوگی۔ جب کہ یہ افعال خلوص سے کئے جائیں اور اگر چالاک سے کئے جائیں گے تو محکمہ عدل حق سبحانہ میں ہر دو گواہ محروم ہو جائیں گے اور اگر وہ زکوٰۃ دیتا ہے تو وہ شکاری سمجھا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اس کے اس فعل کا منشا حرم اور سخاوت نہیں۔ بلکہ اسکو شکار۔۔۔ مقصود ہے۔ اور اگر وہ روزہ دار ہے تو اس حالت میں وہ روزہ دار ہی سمجھا جائے گا جس نے اپنے کو احق شکار کو دام میں لانے کے لئے اپنے کو سوتا۔۔۔ بنا رکھا ہے۔ اور اس وقت یہ شخص بجائے اسکے کہ قابل تعریف ہو قابل ملامت ہو گا کہ وہ بدنام کنندہ بنو نام چند ہے اور غرض اہل سخا اور سچے روزہ داروں کو بدنام کرتا ہے۔

اسکی تو یہ حالت ہے مگر حق سبحانہ کا فضل و کرم دیکھو کہ باوجودیکہ وہ ٹیڑھی چال چلتا ہے۔ لیکن حق سبحانہ اپنے فضل سے خواہ اسکے استغفار کی بنا پر۔ یا اؤ کسی طاعت کی وجہ سے یا محض اپنے فضل سے انجام کار سے تمام برائیوں سے پاک کر دیتے ہیں کیونکہ ان کی رحمت ان کے غضب سے بڑی ہوتی ہے اور اس فریب کو جو کہ اصل میں طاعت ہے وہ نور دیتے ہیں کہ چودہویں رات کے چاند میں بھی وہ نور نہ ہو گا اور اسکے اعمال کو دھوکہ آمیز شہادت سے پاک کر دیتے ہیں اور اس کی رحمت ان کو غسل دیکر ان لغزشوں سے پاک صاف کر دیتی ہے۔ تاکہ اس کی شان غفاری ظاہر ہو اسلئے اسکی تمام برائیوں کو صاف

کرو دیتا ہے۔ یہاں چونکہ طاعات مطہرہ میں النجاسات المردحانیہ کے تجسس اور خفی کے پھر اسکو پاک کرنے کا بیان تھا۔ اسلئے مولانا اس مضمون کی توضیح کے لئے آگے پانے کا جو کہ مطہر من النجاسات الجسمانیہ ہے ناپاک ہو جانا۔ اور خفی سبحانہ کا ہر اس کو پاک کرنا بیان فرماتے ہیں۔ اور کہتے ہیں :

ہے کو سخی۔ اذتھائے
اس عبادت کو جس میں رہا
ہو چاہے پاک صاف کڑتا
ہے نکاح کی نقاری کا
مطہرہ ہو سکے پاک اذ
قنائی پانی کے زید جس کو
پاک کر دیتا ہے پھر اس پاک
پانی کو از سر نو برسا کر پاک
کر دیتا ہے نکاح کی صفیہ
تقدیسیت ظاہر ہو سکے

۱۔ ابراہیم اسحاق
۲۔ غوث غلامت۔ آب جب
۳۔ پانی ناپاک ہو جاتا ہے تو
۴۔ اس میں کوسمٹا لیا
نہیں کرتا ہے حضرت حق
تعالیٰ جس کو پھر ابراہیم
موجہ پھٹا ہے اور اس کو
۵۔ ملے سال دیگر برسات کے
موسم میں پھر وہ پانی پاک بنا
ہو کر برسرِ پڑتا ہے جی جی
پانی سے کوئی دریافت کرتا
ہے تو وہ جواب دیتا ہے کہ
میں جنتوں کے دریا میں تھا۔
تو جس میں اس دنیا میں
ناپاک ہو گیا تھا اسے چھو گیا
تھا اذتھائے نے مجھے پھر
پانی کی طہارت عطا فرمادی
تو میں دوبارہ دنیا میں ہو گیا
ہوں۔ چہ وہ پانی کتنا
کوئے ناپاک بری جانب
آجائے میں میں پاک کر دیا
کیونکہ میں نے اذتھائی کی
صفیہ تقدیسیت حاصل
کر لی ہے۔ اور پھر میں جب
برائوں کو دھو رہا ہوں اگر

ایک کردن آب ہمہ پلیدی ہار او باز پاک کردن خدا
پاک کا تمام ناپاکیوں کو پاک کرنا اور پھر اذتھائے کا پانی کو ناپاک سے
تعالیٰ آب را از پلیدی لاجرم حق تعالیٰ قدوس آمد
پاک کرنا لامار اذتھائے بہت پاک ثابت ہوا

آب بہر ایں بیارید از سماک
پانی ابر سے اس لئے برسا یا
آب چون بیکا گرد و شد نجس
پانی جب بیکار ہو گیا ناپاک ہو گیا
حق بر دش باز در بحر صواب
اذتھائے اس کو دوبارہ دھوئی کے سند
میں لے گیا
سال دیگر آمد و ادا من کشاں
وہ دوسرے سال نازد انداز سے آیا
من نجس زیں جاشدم پاک آمد
میں اس جگہ سے ناپاک گیا پاک آیا چون
ہیں بیامید اے پلیدی اے سوی
خبردار اے ناپاک میرے پاس آؤ
در پذیرم مجملہ زشتیت را
میں تیری جملہ برائیوں کو قبول کر لیتا ہوں

آب بیداری را کند از نجس پاک
ناپاک ناپاکیوں کو غلامت سے پاک کر دیتا
تا چنان شد کباب زد کرد جس
ایسا ہو گیا کہ پانی کو جس نے زود کر دیا
تہشتش از گرم آں آب
یہاں تک کہ اس کے گرم نے پانی کو پانی سے
دھو دیا
ہی گجا بودی بدیاری خوشاں
ہائیں؟ تو کہاں تھا؟ اجوں کے دریا میں
بستم خلعت سوی خاک آمد
میں نے غلامی لباس میں کیا، میرے کہ جانا گیا ہوا
کہ گرفت از خوی یزدان خوی
کیونکہ میری مادت نے اذتھائی کی تادم میں
چون ملک یابی دہم عفریت را
میں صورت کو زشتی کی سی پاک مٹا کر دیتا ہوں

افسانہ شیطان میں ہے تو اس
کے زشت کی طرح پاک صاف
بنادیتا ہوں۔

مے چو شرم۔ جب آپ
برجائوں میں ہرگز رہا
ہوگا جوں کا اور از سر نو
ماصل کروں گا۔ کہتا ہوں۔ اذ
تعالیٰ کا پاک کرنا ہے
اور میرا کام اور سون کرنا
کے آلودہ چر جاتا ہے۔
گرتی رہے۔ اگر دنیا میں پاک
ہوتی تری کی منت
پا ہر نہی کی ہے۔ پانی
ہر ضرورت کے سب کو ہے
سے تاجیرو۔ پانی کا سرور
سب کو کرنا ہے ہر پاک کو
پاک بنا کر ہے وہاں اپنے
پیش کی گئی ہے۔ کہتے ہیں
وہ جس میں شفا کی خاصیت
سے پیدا ہوئی ہے۔ پانی۔

لے دے۔ میں کے بے سہارا
میں سے سہارا دیتے ہیں۔
خٹک میں سے تری میں
کرتے ہیں۔ بہت ساری پانی
نے اذتائی سے نہایت
کی کہتے ہوئے کے بعد
وہ چر صاف ہو جاتے۔
اڈتائی نے اس کی ما
تجمل فرما۔ بخیر۔ جان۔
تاکہ پانی فرما کر ہے کہ
پاک کرنے کے معانی کئی
وہ میں نے اور دیکھ کر
حق میں نہیں کیا کر ہے!

چو شرم آلودہ باز آنجا روم
جب گندہ ہو جاتا ہوں پھر اس جگہ چلا جاتا ہوں
ذوق چرکس برکنم آنجا ز سر
وہاں میں گدڑی سڑکتا آرتا ہوں

کار او این ست کار میں ہیں
اس کا یہ کام ہے اور میرا یہ کام ہے
گر بنوے اس پلید یہاں ما
اگر یہ ہماری ناپاکیاں نہ ہوتیں
کیسہاں زربزد زیداز کے
کسی سے سنے کی قیاسان پڑنے جو
تا تیر زو بر گیا و رستہ
تاکہ ان کی ہوتی تمناں پر ہمارے
تا بیکر و بر سر او حال وار
تاکہ یہ جو آٹھانے ملے کی طرح نہ رہے
صد ہزاراں دار و اندر و نہا
اس میں لاکھوں وہاں پر شہید ہیں
جان ہر دردے دل ہر دانہ
وہ پانی، ہر درد کی جان اور ہر دانہ کی ہے
زوتیمان زمیں را پر قدش
زمین کے چٹوں کی اس سے پردہ کش ہے

سوئے اصل اصل پاکہا روم
اس پاکوں کی اصل کی غرت چلا جاتا ہوں
خلعت پاکم دہد بار و گر
وہ مجھے دوبارہ پاک لباس عطا کر دیتا ہے

عالم آراست رب العالین
جہاز کا پائے والا، عالم کو شرافت دلا ہے
کے مہرے اس بار نامہ آب را
پانی کا یہ کاغذ کب جوتا ہے؟
میر و ہر شوکر ہیں کو مقلے
ہر مہرے کا ہے کہ اس غلے کیا ہے؟
تا بشوید روی ہر ناشتہ
تاکہ ہر نہ ملے ہرے کا شہد و صودے
کشتی بے دست و پا را در بحا
سمندر میں بے دست و پا کشتی کو
زانکہ دار و زو بروید در جہا
کیونکہ دریا میں اس سے گتے ہے
میر و در جو چو دار و خسانہ
وہ اس نہر میں چلا جاتا ہے جو دریا کی طرح
تشنگان خشک از دے و ش
تشنک ہا سوں کی اس سے رفت ہے

استعانت خواستن آب از حق تعالیٰ بعد از تیرہ شدن
پانی کا گندہ ہونے کے بعد حضرت حق تعالیٰ سے مدد چاہنا اور
وقبول کردن حق تعالیٰ دعائے آبرا
اذا تان پانی کی دعا کو قبول کرنا

چو ماند ماہ آتش تیرہ شود
جب اس کا سراپا نہیں رہتا وہ گندہ ہو جاتا ہے
نالہ از باطن بر آرد کاے خدا
اندھے سے فساد کرتا ہے کہ لے خدا!

چو ماند ماہ آتش تیرہ شود
جب اس کا سراپا نہیں رہتا وہ گندہ ہو جاتا ہے
نالہ از باطن بر آرد کاے خدا
اندھے سے فساد کرتا ہے کہ لے خدا!



ہوتا ہے دوسرے کسی کاٹ
کے ذریعہ آگ سے فائدہ حاصل
کرتے ہیں۔
۲۔ عوام۔ عوام آگ سے
گرم کیا جاتا ہے عوام اس کے

لطف از حق ست لیکن اہل تن
لطف اللہ کی جانب سے ہے لیکن جسم اللہ
چوں نماںد واسطہ تن بے حجب
جب واسطہ نہیں رہتا، جسم بغیر جڑے کے

ایمچو موسیٰؑ نور مہ تابد ز جیب
حضرت ارشدی کی طرح مانہ کا نور و گریبان میں ہے

شرح ۱ دیکھو اپنی آسمان سے اسٹل برسیا ہے وہ ناپاکوں کو نجاست سے پاک کرے۔ لیکن جب وہ بیکار اور ناپاک ہو جاتا ہے اور نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ بوجہ تغیر رائے یا طعم یا لون جس اس کو رکھ دیتی ہے تو حق سبحانہ پھر اسکو سمندر میں لے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ آب آب یعنی مطہر آب سمندر اپنی سخاوت سے اسے دھو کر پاک کر دیتا ہے۔ دوسرے سال وہ پھر دامن کشاں آتا ہے۔ لوگ اس سے بزبان حال کہتے ہیں کہ ہں! تو کہاں تھا تو وہ جواب دیتا ہے کہ اچھے دریا میں۔ میں یہاں سے ناپاک ہو کر گیا تھا۔ اب پاک ہو کر آیا ہوں۔ میں نے خلعت طہارت و تطہیر لے لی ہے اور خاک کی طرف آگیا ہوں۔ پس اے ناپاکو! تم میری طرف آؤ کیونکہ اب میری طبیعت نے حق سبحانہ کے خلق عفاری سے حصہ لے لیا۔ اب میں تمہاری تمام برائیوں کو قبول کر لوں گا اور اگر شیطان کی طرح بھی کوئی ناپاک ہو گا۔ تو میں اسے فرشتہ کی طرح بنا دوں گا اور جب میں پھر ناپاک ہو جاؤں گا تو پھر وہیں لوٹ جاؤں گا۔ جہاں سے آیا تھا اور اسکی طرف چلا جاؤں گا جو تمام پاکوں کا مبدئ ہے۔ یعنی حق سبحانہ کی طرف۔ وہاں جا کر سیلی گڈری سر سے انارڈالوں گا اور وہ نئی پاک خلعت پھر عطا فرمائے گا۔

کہ وہ مجھے پاک خلعت دے اور میرا یہی کام کہ میں پھر اسکو ناپاک کر دوں خلعت پاک دینا

اس کا کام اسلئے ہے کہ وہ پروردگار عالم - عالم کو سنوارنے والا اور اسکی خرابیوں کو دور کرنے والا ہے اس پر اگر کوئی یہ کہے کہ جب وہ عالم آ رہا ہے تو اسنے ناپائیاں کیوں پیدا کیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ہماری ناپائیاں نہ ہوتیں تو پانی کے لیے یہ شان و شوکت جواب ہے کب ہوتی کیونکہ یہ تو ناپائیکوں کے سبب ہے جس سے جگہ ناپائیاں ہوتیں تو یہ شان و شوکت بھی نہ ہوتی اور چونکہ اس کا وجود حق سبحانہ کی ان صفات کے ظہور کی وجہ سے جن کا ظہور اس سے متعلق ہے ضروری تھا اسلئے نجاسات کا وجود بھی ضروری ہوا - اب مولانا پانی کے اوصاف بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اسنے کسی سے سونے کی تھیدیاں چرائی ہیں یعنی اوصاف نافعہ حق سبحانہ سے حاصل کر لیے ہیں اور ہر طرف ڈھونڈتا پھرتا ہے اد کہتا ہے کہ کوئی مفلس (حاجت مند) ہے کہ میں اسے نفع پہنچاؤں یہاں تک کہ جب وہ کہیں گھاس اگا ہوا دیکھتا ہے تو پڑھ اپنی منبع کا منہ کھول دیتا ہے یعنی اُسے سیراب کر دیتا ہے اور جہاں کہیں کوئی بے دھلی شے ملتی ہے اسے دھو دیتا ہے نیز وہ حال کی طرح دریاؤں میں بے درستی پاکستانی کو سر پر اٹھا کر کنارے تک پہنچا دیتا ہے نیز اس میں لاکھوں ادائیں پوشیدہ ہیں - کیونکہ ادویہ نباتیہ و حیوانیہ اسی سے پیدا ہوتی ہیں غرض کہ وہ ہر تکلیف کی محبوب جان ہے - کیونکہ اسنے اس کا ازالہ ہوتا ہے - اور ہزارہ کا دل ہے کیونکہ اسنے اس کی پرورش ہوتی ہے اور وہ ندی میں بہتا ہے جو کہ مثل دو خانہ کے ہے - یتیمان زمین (نباتات) اسنے پرورش پلاتے ہیں اور تنگاں خشک اُس سے سیراب ہوتے ہیں - غرض کہ وہ خوب سخاوت کرتا ہے مگر جب اس کا سرمایہ ختم ہو جاتا ہے اور وہ مکدر ہو جاتا ہے اور ہماری طرح زمین میں اگر خراب ہو جاتا ہے تو وہ اپنے دل سے نالہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے خدا جو کچھ تو نے دیا تھا وہ سب صرف کر چکا اور اب مفلس رہ گیا - میں نے اپنا سرمایہ پاک و ناپاک سب پر صرف کیا اور میرے پاس کچھ نہیں بچا - اب اُسے سرمایہ دینے والے خدا اور دیکھئے

اس پر حق سبحانہ ابر کو حکم دیتے ہیں کہ اسے عمدہ جگہ یعنی دریا میں پہنچا دو اور۔۔
 آفتاب کو حکم دیتے ہیں کہ بذریعہ تبخیر کے اسے اوپر کھینچ لو۔ پس ابر و خورشید اس
 حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور اس طرح سے حق سبحانہ اسے مختلف راستوں میں چلاتے
 ہیں۔ اور دریا بے حد میں پہنچا دیتے ہیں۔ جہاں وہ پاک ہوتا ہے اور پاک ہو کر
 دوسرے کو پاک کرنے آتا ہے اور یہی سلسلہ جاری رہتا ہے۔ پانی کی حالت کا بیان
 تو ختم ہوا۔ مگر تم اس کو مقصود اصلی نہ سمجھا۔ بلکہ اصلی مقصود اس سے اولیاء اللہ
 کی حالت کا بیان ہے جو کہ تمہاری باطنی نجاستوں کو دھوتے ہیں۔ یعنی جب یوگ
 اہل دنیا کی تطہیر سے فی الجہد مکدر ہو جاتے ہیں اور ان پر گوشت غفلت طاری ہو جاتی
 ہے تو مطہر عرش (حق سبحانہ) کی طرف لوٹتے ہیں۔ اور وہاں سے وہ اس بحر
 بے پایاں (حق سبحانہ) سے طہارت لے کر دامن کشاں اور درفشان واپس
 آتے ہیں اور لوگوں کو تیمم سے نجات دیتے ہیں۔ اور طالبان قبلہ کو تحسری سے۔۔
 چھڑاتے ہیں (تیمم و تحری سے مراد ایمان تقلیدی ہے اور قبلہ سے حق سبحانہ) تفصیل
 اس کی یہ ہے کہ جب آپ کی ارواح لوگوں کے اختلاط کے سبب گونہ مرلیض ہو جاتی
 ہیں۔ اور طریق غفلت کے سبب ان کا مزاج اعتدال سے کسی قدر منحرف ہو جاتا ہے
 تو اس نجاست معنوی سے پاک ہونے کے لئے وہ سفر چاہتی ہیں جس کی طرف
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اَرَحْنَا یَا بَلَّال سے اشارہ کیا جس کے معنی یہ ہیں کہ
 اے حسن الصوت اور خوش آواز بلال تم منارہ پر جاؤ۔ اور روح کے عالم بالا
 کی طرف سفر کا نفاذ بجائو۔ یعنی نماز کے لیے جو کہ معراج المومنین ہے اذان
 دو۔ تاکہ ہم مشاہدہ محبوب حقیقی کے سبب اس تکلیف سے نجات پادیں جو عوام
 کے اختلاط کے سبب ہماری شان کے موافق مشاہدہ محبوب کے گونہ غافل ہو جاتے
 ہیں۔ ہمارے روح کو پہنچی ہے۔ اور وہ لوگ نماز میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اس

وقت ان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ روح بسیر معنوی حق سبحانہ کی طرف بجلی جاتی ہے اور بدن کھڑا رہتا ہے اور چونکہ روح رخصت ہو جاتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب وہ اختتام نماز کے وقت واپس آتے ہیں نہ تو سلام کرتی ہے۔ جس طرح کہ آدمی غیبت جسمی کے بعد جب دوبارہ ملتا ہے تو سلام کرتا ہو پس جبکہ وہ تجدید مشاہدہ سے غفلت طاریہ کو زائل کر چکے ہیں تو پھر لوگوں کی تطہیر میں مشغول ہو جاتے ہیں اور اس کو ایمان تقلیدی سے ایمان حقیقی تک پہنچاتے ہیں۔ اور مبتلایان ظن و گمان کو یقین سے بہرہ یاب کرتے ہیں اور جب پھر ان کا آئینہ قلب کچھ مکر ہو جاتا ہے تو اس کو ورت کو پھر اسی تدبیر زائل کر دیتے ہیں و لکنذا۔

یہی بات کہ اس مقصود کو تمثیل کے پیرایہ میں کیوں بیان کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ کلام کے اندر مثال سامع اور مقصود کے درمیان واسطہ ہوتی ہے جو کہ سامع کو مقصود تک پہنچاتی ہے اور عوام کے مقصود کو سمجھنے کے لئے واسطہ کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ان میں یہ قابلیت نہیں ہوتی کہ بلا واسطہ مثال مقصود تک پہنچ جاویں یہ کام خواص کا ہے۔ مثلاً آگ میں جانے کے لئے سمندر کو تو واسطہ کی ضرورت نہیں مگر اور کوئی تو نہیں جاسکتا۔ اسکی آگ سے اپنی طبیعت خوش کرنے کے لیے تو حمام

کے واسطہ کی ضرورت ہے۔ نیز جب کوئی حضرت ابراہیم کی طرح بلا واسطہ آگ میں نہ جا سکے تو اسکی لیے حمام ہی رسول ہے اور پانی ہی رہبر ہے۔ یعنی حمام اور پانی ہی کے توسط سے وہ آگ سے مستفید ہو سکتا ہے اور اسکی بغیر نہیں غرض کہ عادت اللہیوں ہی جاری ہے کہ جب تک آدمی اس خاص درجہ تک نہیں پہنچتا جہاں تک پہنچکر بنا بر عادت الہیہ واسطہ کی ضرورت نہیں رہتی۔

اس وقت تک واسطہ ضروری ہے مثلاً پیٹ بھرنے والے حق سبحانہ ہیں لیکن

آدمی کو بدوں رُٹی کے توسط کے سیری نہیں ہوتی۔ علیٰ ہذا لطف حق سبحانہ کی جناب سے ہے۔ مگر عادت بدوں توسط چمن وغیرہ کے پابند نفوس کو حاصل نہیں ہو سکتا ہاں جبکہ پردہ تن اُٹھ جاتا ہے اور فیضانِ بلا حجاب کے شرط عادی متحقق ہوتی ہے اس وقت وہ حق سبحانہ سے موسیٰ علیہ السلام کی طرح بلا واسطہ مستفیض ہوتا ہے۔ اور جس طرح اسکو بلا توسط ماہ وغیرہ حق سبحانہ سے براہ راست نور ملا تھا۔ یوں ہی اس پر بلا توسط فیضان ہوتا ہے۔

دٰہٰذا ہوا المراد ولا یلتفت الی ما قال المحشون فانہم اخرجوا الکلام من الانسان وقالوا

ما قالوا

گواہی دادن فعل وقول بیرونی بر ضمیر ونور اندونی

بیرونی قول و فعل کامل اور اندونی نور پر گواہی دینا

کاندر دلش پُر نور ایزد دست

کو جس کا باطن خدائی نور سے پُر ہے

زیں دو بر باطن تواستدلال گیر

ان دونوں سے تو باطن پر وہیں ماس کیلے

بنگر اندر بول رنجور از بزمیں

تو بیمار کے جناب پر باہر سے غور کرے

کہ طیب جسم را بر ہاں بود

جو جسمانی طیب کے لئے دیں ہے

وزرہ جاں اندر ایما ش رود

اور روح کے رات سے اٹکے ایمان میں چلا جاتا

أُخَذَ رُوحُهُمْ جَوَّاسِیْسُ لِقُلُوبِ

اُنکے رُوحہ در وہ دونوں کے ماسرکس ہیں

کو بدرِ ایمت واصل ایمو جوئی

جو دریائے نہر کی طرح بلا ہوا ہے

ایں ہنر آب را ہم شاد دست

یہ ہنر پانی کے بھی گواہ ہیں

فعل وقول آمد گواہان ضمیر

فعل اور قول دل کے گواہ ہیں

چو شِ نثار دیر بہر ت در دوش

جب تیرا باطن اندر کی سیر نہیں کر سکتا ہے

فعل وقول آں بول رنجور اں بود

بیماروں کا قول و فعل وہ پشیمان ہے

واں طیب بفتح در جان شِ رود

روحانی طیب جس کی روح میں گشتا ہے

حاجتش نبود بقول فعل خوب

اُس کو چاہئے فعل و قول کی ضرورت نہیں ہے

ایں گواہ فعل وقول از کو جوئی

یہ فعل و قول کی گواہی جس میں تلاش کر

لے چو نثار دیر بہر ت

سیر میں کے اندر کی حالت

نہیں دیکھ سکتا تو وہ نالود

کے زیر حالت معلوم کرنا

ہے۔ واں طیب بفتح ج

روحانی طیب ہے وہ روح

کے باطن کی سیر کر سکتا ہے

بندہ فہم کو مرید کے قول و

فعل سے استدلال کی ضرورت

نہیں ہے شروع ہوں کے

جاسوس ہوتے ہیں۔

۱۵ آہی گواہ۔ عوام کو شیخ

کے انتخاب میں طیب کے قول

و فعل سے اس کے باطن پر

استدلال کرنا چاہئے اور بہت

۱۶ آہی گواہ۔ کوشش کا اتصال

جو حقیقت ہے ہے یا نہیں

۱۷ آہی گواہ۔ اس کا قول و فعل

اُس کے ضمیر کو بتائے گا۔

بہر صیغہ۔ یہ معلوم کر لینا

ضروری ہے کہ کوشش کا ظاہر

محض لوگوں کو چھپانے کے

لئے ہے یا اس میں کوئی

حقیقت پوشیدہ ہے

قول و فعل اُو گواہ اُو بُود

اس کے قول و فعل اس کا گواہ ہوتا ہے

بنگر اندر فعل اُو و قول اُو

اس کے فعل اور اس کے قول کو دیکھ

نورشل ندر مرتبت چندرت حصیت

اس کے مرتبہ میں نور کش اور کیسا ہے

گر بُود صیدا از وے دُور شو

اگر وہ شکار کی ہے سس سے دُور ہو جا

وَر بُود صدیق دست از کُدار

اگر وہ صدیق ہے تو اس سے دست بردار نہ ہو

کو بدر یا متصل چوں جو بُود

جو نہر کی طرح دریا ہے

تا بچہ دارد در ضمیر آں راز جو

کہ وہ راز کو تلاش کرنے والا دل میں کیا رکھتا

بہر صیدا اُو دانہ پاشد یا بخت

وہ شکار کے لئے دانہ ڈال رہا ہو یا سبھی ہے

واں فسون فعل و قولش کم شنز

سب کا سنز اور فعل و قول نہ سن

تا رساند مر ترا سُوئے بحار

تاکہ وہ تجھے سمندروں تک پہنچا دے

سے جزو و مجرد مضنائ

شیخ ہے تو اس کے قول و

فعل کی طرف دھیان نہ کر۔

وَر گزرد و شیخ صادق

ہے تو اس سے وابستہ ہو جا

تاکہ وہ حقیقت کے سمندر

یک پہنچا دے۔ ورنہ یہ

شیخ میں ضلالت و گمراہی ہے

تو وہ لامتناہی و بیکسیر ہو کر رہتا

وَر اس کے لئے کہیں شے کے

کسی قول و فعل کی ضرورت

نہیں ہے۔

در بیان آنکہ آں نور خدا خود را از اندون بہر عارف ظاہر

اس کا بیان کہ وہ خدا کی نور جو خود کو عارف کے باطن سے بغیر عارف کے

کنہ بہر خالقان بے فعل عارف و بے قول عارف افزون پاشد

فعل کے اور بغیر عارف کے قول کے لوگوں پر ظاہر کرے۔ وہ اس نور سے

ازاں کہ بفعل و قول اُو ظاہر گرد و چنانکہ چوں قاتب بلند

رُخا ہوا ہے جو اس کے فعل اور قول سے ظاہر ہو گیا کہ جب سورج بھٹا ہے تو

شود بیاں گ خرویں اعلام مؤذن و علامات دیگر حاجت ناید

انکو مرنے کی آفتان اور مؤذن کے بتانے اور دوسری علامتوں کی ضرورت نہیں رہتا

لیکے نور سالکے کز حد گذشت

یعنی سالک کا وہ نور جو حد سے بڑھ گیا ہے

شاہدشیں فارغ آمد از شہود

اس کی گواہی گواہیوں سے بے نیاز ہے

نور آں گوہر جو بیرون قسمت

بیکہ اس کے نور کا جوہر باہر جبک گیا ہے

پیش مجاز وے گواہ فعل گفت

تو اس سے فعل و قول کا گواہ نہ جا

اِس گواہی چیت اُظہار نہاں

یہ گواہی کیا ہے؟ پر خفیہ کو ظاہر کرنا ہو

نور اُو پر شد بیا بانہا و دشت

اس کے نور سے جنگل اور بیابان پر ہوائے تیز

وز تکلفہای و جانبازی جو

اور جسم کے تکلفات اور جانبازی سے

زین تسلسلہا فراغت یافتہ است

اس کو ان متاعوں سے نجات مل گئی ہو

کا از و ہر دو جہاں گل شکفت

کیونکہ دونوں جہاں اگل درجے سے بھل کر گل پھلے

خواہ قول خواہ فعل وغیر آں

خواہ وہ آگواہی قول ہو اور خواہ فعل اور اس کے ظاہر ہو

لے یک عارف باشد

میں وہ نور ہے کہ اس سے

عالم پر ہوتا ہے۔ شاہدشیں

اس کے لئے گواہیوں کی گواہی

کی ضرورت نہیں ہے۔

تو باں اس کے جوہر کا

ایسا روشن ہوتا ہے کہ اس

کے اظہار کے لئے کسی تکلف

کی کوئی ضرورت نہیں ہے

لے پس جو ایسے شیخ کی

صدقات پر اس کے قول و

فعل سے گواہی چاہتا ہے

نہیں ہے۔ کہ تو اس عرض

نفا ہوتا ہے جو ہر بات

ہے قول و فعل عرض ہے وہ

نور باطن جو ہر بات

میں لائی ہے۔ وقت بینی

نور باطن۔ اس نشان سے

کہ پہچانے کے لئے گواہی

کا جاتا ہے وہ کس ف

ہو جاتا ہے اور سنا بات

رہتا ہے۔

۱۳۵ و این صلوٰۃ عبارت کے ذریعہ روح کو نیکیاں حاصل ہوتی ہے یہ عبادت ثانی ہے نیکیاں باقی رہتی جو جات۔ روح انہی نیکیاں کیلئے خدا کی عطا کردہ افعال و اقوال ظاہر کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ میرا عقائد درست ہے یا نہیں۔ یہ افعال و اقوال اگلے گواہ ہیں لیکن ہر گواہ قابل قبول نہیں ہوتا بلکہ مادل قابل اعتبار ہوتا ہے۔ ایسے گواہ کو تکریدی کہی جاتی ہے اسکی حالت ثابت کرنا ضروری ہے۔ جو افعال و اقوال کا تکریدی ہو کر انہیں اظہار ہو یا غیر وہ ہو حفظ و تحفظ۔ تیرا یا ان جو گواہ قول ہے اسکی حالت ضرورت

۱۳۶ گر گواہ قول قول گواہ کے اگر کوئی حفظ غلط کرے گا گواہ مردود ہو جائیگا فعل گواہ میں اگر کوئی عمل عبادت کے خلاف ہو گا تو مردود ہو جائیگا۔ قول و فعل باقی ہیں عوام میں موافقت ضروری ہے ورنہ مردود ہو جائیں گے۔ مستحق شتم و شتمی۔ تنہا ہی کو شتمیں مختلف ہیں قرآن پاک میں ہے: **وَقَدْ شَفَعْنَا**۔ ورنہ دن میں جو رات میں کچھ کر رہے ہیں۔ یا مگر۔ یہ گواہ مردود ہے۔ ان خدا اپنے فعل سے قبول کر سکتا ہے۔

۱۳۷ فعل و قول انسان کا قول و فعل اس کے دل میں چھپیں ہوئی کیفیت تک پہنچ کر رہے ہیں۔ اگر گواہوں کی ایک ثابت ہو جاتی ہے تو دوسری مقبول ہو جاتی ہے۔ گواہ خود چھپیں جاتا۔

گواہت دینے کے لئے۔

۱۳۸ **عرض اظہار**۔ ستر جو ہر ستر کیونکہ جو ہر کے راز کا ظاہر کرنا عرض ہے۔ اس نشان زر نماںد بر محک کس کی بر سوسے کا نشان ابائی نہیں ہوتا۔ **این صلوٰۃ و این جہاد و این مسلم** یہ نماز اور یہ جہاد اور یہ روزے جاں جنیں افعال و اقوال کے نمود جاں نے ایسے افعال اور اقوال ظاہر کیئے کا عقائد راست اینک گواہ کہ میرا عقیدہ درست ہے۔ یہ گواہ ہے تکریدی باید گواہاں را بدیاں سمجھئے۔ عواموں میں عدالت ہونی چاہئے۔ **حفظ لفظ اندر گواہ قولی ست** قول گواہ میں لفظوں کی نگہداشت ہے۔

۱۳۹ **گر گواہ قول کثر گوید ر دست** اگر قول گواہ تیرے بات کہے تو ر د ہے۔ **قول و فعل بے تناقض بایست** بغیر اختلاف کا قول و فعل تیرے لئے ضروری ہے۔ **سَعْيَكُمْ شَتَّى** تناقض اندر یہ تنہا ہی کو شتمیں مختلف ہیں قرآن میں ہے: **وَقَدْ شَفَعْنَا**۔ پس گواہی باتناقض کہ شنود قرآن میں ہے: **وَقَدْ شَفَعْنَا**۔ پس گواہی باتناقض کہ شنود فعل و قول اظہار ستر ستر ضمیر فعل اور قول راز اور دل کا اظہار ہے۔ چوں گواہت تکریدی شد شد قبول جب تیرے گواہ کی حالت ثابت ہو گئی وہ مقبول ہو جاتا۔ **تا تو بستیزی تبیز ندائے حزن** لے کر کش و جب تک تو جھگڑا کر لیا کہ جھگڑا کر لے

۱۴۰ **وصف باقی** میں عرض بر ستر صفت باقی ہے اور یہ عرض گند گواہ پر ہے۔ **زر بماند نیک نام بے زرشک** سونا نیک نام اور بے شک رانی اچھا ہے۔ **ہم نماںد جاں بماند نیک نام** ہمیں نہ رہیں گے جان نیک نام رہیگی۔ **بر محک امر جو ہر را بسود** جو ہر کو امر کی کسوتی پر گیا۔ **یک ہست اندر گواہاں شتباہ** نیک عواموں میں شتبہ ہوتا ہے۔ **ترکیب اش اخلاص** موافقی بدلی اسکی عدالت اخلاص اور تیرا اظہار مطلب ہے۔ **حفظ عہد اندر گواہ فعلی ست** مل گواہ میں مہد کی حفاظت ہے۔

۱۴۱ **در گواہ فصل کثر بید بدت** اگر فعل گواہ تیرے چاہئے تو ر د ہے۔ **تا قبول اندر زماں پیش آیدت** تاگز زمانہ میں قبولیت تیرے سامنے آئے۔ **روز مید و زید و شب بر میدید** دن کو میدے جو اور رات کو بھارتے ہو۔ **یا مگر حکمے کسند از لطف خود** ہاں اگر اپنی مسرتانی سے فیصلہ کرے۔ **ہر دو میدا میکتد بر ستر ستر** دونوں چلے ہوئے راز کو کچھ ہر کہتے ہیں۔ **ورنہ مجبوس ست اندر قول و فعل** ورنہ مجبور ست اندر قول و فعل۔ **فَانْظُرْهُمْ** انہم مُنْظَرُونَ پس قرآن کا انتظار کر رہی منتظر ہیں۔

شرح

یہاں سے مولانا مضمون سابق کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے کہا تھا کہ اقوال و افعال صفات باطنیہ پر دلالت کرتے ہیں اور اس مضمون کو ہم نے امثلہ و شواہد سے بیان کیا تھا۔

اب سنو کہ جس طرح افعال و اقوال مذکورہ صفات باطنیہ مذکورہ پر دلالت کرتے ہیں۔ یوں ہی پانی کے صفات مذکورہ ہی اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اس کا باطن نور حق سبحانہ یعنی اسکی صفت غفاری وجود سے بھر نیچے پسے چونکہ اقوال و افعال صفت باطنیہ پر شاہد ہیں لہذا تم کو چاہیئے کہ ان دونوں سے تم اس کے مصدر کی باطنی حالت معلوم کرو۔ کیونکہ جب تمہارا قلب دوسرے کے اندر رونے کی حالت نہیں معلوم کر سکتا۔ تو اب بحسن اس کے کوئی چارہ نہیں کہ تم قارورہ سے اس کی حالت معلوم کرو۔ لہذا تم کو باہر سے قارورہ دیکھنا چاہیئے اور اس ذریعہ سے اسکی حالت معلوم کرنی چاہیئے۔

قارورہ جو کہ انسان کے جسم کے لئے احوال باطنیہ کو ظاہر کرتا ہے اس مراد ہماری اس مقام پر قول و فعل ہے اور مقصود یہ ہے کہ جب تم حالت باطنیہ کو کشف سے نہیں معلوم کر سکتے تو اقوال و افعال سے معلوم کرو کیونکہ اس کے معلوم کرنے کا اس کے سوا تمہارے پاس اور کوئی ذریعہ نہیں۔ یہ ہے طبیب روحانی اسوان کو اقوال و افعال کی ضرورت نہیں۔ وہ تو مریض کی جان کے اندر گھس جاتے ہیں۔ اور وہاں سے اس کے ایمان کی تہ میں پہنچ جاتے ہیں اور معلوم کر لیتے ہیں کہ اس کا ایمان کمال و نقصان کے لحاظ سے کیا رتبہ رکھتا ہے۔

پسے تم کو ان لوگوں سے ہوشیار رہنا چاہیئے۔ اور ان کے سامنے دلوں کی حفاظت رکھنی چاہیئے۔ کیونکہ یہ جو ایسے القلوب ہیں مگر یہ صفت ان کی اختیاری اور دائمی نہیں ہے) اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ تم لوگوں کی اندرونی حالت کو ان کے

اقوال و افعال سے معلوم کرو۔ یہ علی الاطلاق نہیں ہے۔ بلکہ ان لوگوں سے متعلق ہے جو صورتاً حق سبحانہ سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کا کمال ظاہر نہیں ہے۔ خواہ اس لیے کہ ان میں کوئی کمال نہیں اس لیے کہ کمال تو ہے مگر اس درجہ کا نہیں کہ خواہ مخواہ ظاہر ہو۔۔۔ ایسے لوگوں کے افعال و اقوال سے تم کو ان کی باطنی حالت پر استدلال کرنا چاہیے کیونکہ ایسے لوگوں کا قول و فعل ان کا گواہ ہوتا ہے جو کہ حق سبحانہ کے ساتھ صوری اتصال رکھتے ہیں جس طرح ندی دریا سے صوری اتصال رکھتی ہے پس ایسے لوگوں کے قول و فعل کو ضرور دیکھنا چاہیے تاکہ معلوم ہو کہ اس کی باطنی حالت کیا ہے اور اس کا نور کیسا ہے اور کس قدر ہے۔ اور وہ مکار اپنی ظاہری حالت سے لوگوں کو پھانسنے والا ہے۔ یا واقع میں اچھا شخص ہے جب یہ معلوم کر لو تو اگر وہ شکاری ہو۔ تو اس سے دور رہو۔ اور اسکے افسوس قول و فعل کو ہرگز نہ سناؤ اور اگر وہ مخلص ہو تو اس سے ہرگز مستغنی نہ ہو۔ بلکہ اس کی مستفیض ہوتا کہ وہ تم کو حق جل شانہ تک پہنچا دے۔

رہے وہ لوگ جو کمال میں حد سے بڑھ گئے ہیں۔ اور جن کے برکات و انوار سے جنگل اور بیابان پُر ہیں۔ ان کی محبوبیت کے لئے گواہوں کی ضرورت نہیں اور نہ ان کو بناوٹ اور کثرتِ مجاہدات و ریاضات کی ضرورت ہے چونکہ ان جو اہرات (اہل اللہ) کا نور باہر چمکتا ہے اس لئے ان کو بناوٹوں سے جو کہ عاری عن الکمال کرتے ہیں استفادہ حاصل ہے۔ پس ایسے لوگوں سے گواہانِ قوی و فعلی نہ طلب کرنے چاہیے۔ کیونکہ ان سے دونوں جہاں گلی کی طرح شگفتہ یعنی ان کے فیض سے سرسبز و شاداب ہیں۔ (اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو اعمال کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ تو الحاد ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ نہ تو یہ مکار ہیں کہ مکاروں کی طرح ان کو بناوٹ کی ضرورت ہو اور نہ یہ خفی الکمال ہیں۔ جس پر اعمال سے

استدلال کی حاجت ہو۔ بلکہ ان کا کمال خود ظاہر ہے۔ ایسی حالت میں کچھ ضرورت نہیں کہ ان کے اعمال پر نظر کی جائے گو واقع میں اعمال ہوں گے۔ یہاں تک مولانا نے اولاً افعال و اقوال کا حالت باطنی پر شاہد ہونا۔ بیان کیا۔ اور اس سلسلہ میں متعدد مضامین بیان کئے اب ہر مضمون سابق کی طرف عود کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جب افعال و اقوال صفت و حالت قلبیہ کے گواہ ہیں۔ تو اب سمجھو کہ اس گواہی کا کیا مقصد ہے۔ اس کا مقصد ایک مخفی امر کا اظہار ہے خواہ وہ گواہ فعل ہو۔ یا قول یا اس کے علاوہ کوئی اور شے۔ کیونکہ سب کی گواہی سے مقصد یہ ہے کہ حالت قلبیہ مخفیہ ظاہر ہو۔ ہم اس مقام پر استطراداً یہ ہی بتلائے دیتے ہیں کہ وصف مشہور بہ باقی رہتا ہے۔ اور یہ اعراض (افعال و اقوال) جو کہ اس کے گواہ ہیں گزر جاتے ہیں۔ لان العرض لا یبقی زمانین دیکھو کسوٹی پر سونے کا نشان قائم نہیں رہتا مگر اس کا کھراہن ہمیشہ رہتا ہے جس سے وہ ہمیشہ نیک نام اور غیر ملتبس الامر رہتا ہے۔

پس اسی طرح یہ زکوٰۃ اور جہاد اور روزہ ہی بحال باقی نہیں رہتے مگر جان کی صفت حمیدہ باقی رہتی ہے جس سے وہ ہمیشہ نیک نام رہتی ہے جب یہ استطرادی مضمون ختم ہوا۔ تو اب سمجھنا چاہیے کہ جس وقت جان اس قسم کے کام کرتی ہے تو گویا کہ حکم حق کی کسوٹی پر اپنے کو ٹکستی ہے اور دعویٰ کرتی ہے کہ میرا اعتقاد الوہیت حق سبحانہ کی نسبت درست ہے اور یہ مذکورہ وغیرہ اس امر کے گواہ ہیں لیکن صرف اتنی بات سے اس کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ گواہوں میں ہنوز شبہ ہے کہ وہ سچے ہیں یا جھوٹے اسلئے ضرورت ہے کہ ان گواہوں کا تزکیہ کیا جائے۔

اور تزکیہ ان کا اخلاص ہے اور اسی تزکیہ کے لئے تم کو روک رکھا ہے کہ گواہوں

کا تزکیہ کرادو۔ اور دہلیز قاضی سے رخصت ہو جاؤ۔ یہ تو عام تزکیہ تھا اور دوسرا
 تزکیہ خاص ہے۔ جو ہر گواہ سے جداگانہ متعلق ہے۔ مثلاً گواہ قوی کا تزکیہ یہ ہے
 کہ الفاظ شہادت محفوظ رہیں۔ اور کوئی بات خلاف دعویٰ زبان سے نہ نکلے
 اور گواہ فعلی کا تزکیہ یہ ہے کہ جو عہد کیا گیا ہے اس پر قائم رہ جائے اور کوئی کام
 ایسا نہ کیا جائے جس سے بد عہدی ظاہر ہو۔ یہ تزکیہ بھی ضروری ہے۔ کیونکہ اگر گواہ
 قوی کوئی بے جا بات کہے گا تو مردود الشہادت ہو جائیگا۔ علیٰ ہذا اگر گواہ فعلی کوئی
 ایسا کام کرے گا جو معاہدہ کے خلاف ہے تو برا سمجھا جائے گا اور نامقبول ہوگا
 پس تمہارے لیے ضرورت ہے کہ تمہارے افعال و اقوال میں تناقض نہ ہو۔ تاکہ
 تم مقبول ہو جاؤ۔ اور تمہاری گواہی مان لی جائے لیکن تمہاری حالت اس کے
 خلاف ہے اور تمہاری سچی پرانگیہ ہے۔ اور تم تناقض میں مبتلا ہو تم دن کو سیتے ہو
 اور رات کو پھاڑ ڈالتے ہو۔ یعنی کبھی تم اچھے کام کرتے ہو اور کبھی بُرے۔ ایسی
 حالت میں تمہاری شہادت ہرگز قابل قبول نہیں کیونکہ شہادت مناقضہ نامقبول
 ہے اور اس صورت ضابطہ سے تمہاری رہائی کی کوئی سبیل نہیں۔ الا آنکہ حق
 سچا اپنے فضل کی رو سے فیصلہ کریں اور ضابطہ سے کام نہ لیں۔ اس وقت
 تم کو نجات ہو سکتی ہے۔

الحاصل: تمہارے اقوال و افعال تمہاری حالت قلبیہ کے مظہر ہیں اور دونوں
 اس امر مخفی کو ظاہر کرتے ہیں۔ پس جس وقت ان گواہوں کا تزکیہ ہو جائے گا
 مقبول ہونگے۔ ورنہ سچی شہادت ادا کرنے میں توقف کے سبب دہلیز قاضی میں
 محبوس رہیں گے اور جب تک تم سچی شہادت ادا نہ کرو گے اور اسکے ادا کرنے
 میں حیلہ و حجت کرو گے اس وقت تک کارکنان قضا بھی تمہارا پیچھا نہ چھوڑیں گے۔
 پس تم بھی انتظار کرو۔ وہ بھی منتظر ہیں۔

عرضہ کردن مصنفہ اصلی اللہ علیہ وسلم شہادۃ ابرہہ مانعہ
 اہم قصہ منی اللہ علیہ وسلم کا اپنے مہمان پر کوشش و کوشش پیش کرنا

ایں سخن پایاں نذر مصطفیٰ
 اس بات کا تاثر نہیں ہے مصطفیٰ نے
 اس شہادت کے فرخ بودہ
 وہ (کل) شہادت جو بابرکت ہے
 گشت مومن گفت اور مصطفیٰ
 وہ مومن ہی کیا، اس کو مصطفیٰ نے فرمایا
 گفت واللہ ابد ضیف توام
 اس نے کہا خدا کی قسم ہمیشہ کیلئے آپ کا مہمان رہا
 زندہ کردہ متفق و دربان تو
 آپ کا زندہ کیا ہوا اور آواز دیا اور دربان ہوا
 ہر کہ بگزیند جز ایں بگزیدہ خول
 جو اس منتخب رہا خول کے علاوہ منتخب نہ کرے
 ہر کہ سوائے غیر خول تو رود
 ہر آپ کے دسترخوان کے بغیر کہ پاس جائے گا
 ہر کہ از ہمسایگی تو رود
 ہر آپ کے پردوس سے جائے
 در رودے تو سفر او دورست
 اگر وہ دور و دراز آپ کے بغیر سفر کرے
 ورنہ نیندے تو براستریف
 اگر آپ کے بغیر وہ عمدہ گھر سے پر پیٹھے
 ورنہ بچہ گیر ازو شہن ازاو
 اگر اس کی (بہن) ہو، اس سے بچہ بنے
 ورنے شاکر کہم گفت مستحق
 اظہار فائے آن میں کہ ان کا شریک نہ جائے
 گفت پیغمبر ز غیب ایں را علی
 پیغمبر نے واضح طور پر یہ غیب سے فرمایا

عرضہ کردایمان پذیرفت آفت
 ایمان پیش کر دیا اور اس نوجوان نے قبول کر لیا
 بندہ ہائے کتہ را بشورہ ست
 جس نے بندہ ہی ہوئی بندش کو کھلا ہے
 کامشباں ہم باش تو مہمان ما
 تو آج کی رات ہی ہمارا مہمان رہو
 ہر کجا باشم بہر جا کہ روم
 جہاں کہیں بھی رہوں جہاں بھی جاؤں
 ایں جہان ایں جہان خوان تو
 اس جہان میں اور اس جہان میں آپ کے دسترخوان ہیں
 عاقبت در دگریش مستخوان
 عجب کام نہ ہوئی اس کا کھانا پچھا دے گی
 دیو با او داں کہ ہم کا سہ بود
 دیو یعنی شیطان اس کا ہم پیاد ہوگا
 دیو بے شکے کہ ہمسایہ اش بود
 بیشک شیطان اس کا پردوس ہوگا
 دیو بد ہمراہ وہم سفر و بلیت
 شیطان اس کا ہمراہی اور شریک دسترخوان ہے
 حاسد ہست دیو اور ارفیغ
 وہ جزا حاسد ہے، شیطان اس کے پیچھے سوار ہوگا
 دیو در نساںش بود از باز او
 شیطان اس کی نسل میں اس کا شریک ہوگا
 ہم در اموال و در اولاد از سبق
 مالوں میں بھی اور اولاد میں بھی پہلے سے
 در مقامات نوادر با علی
 نوادر مقامات میں (حضرت) علی سے

ہے۔ میں مول میں ہیں کہ
 حکم ہوگا کہ غمراہ فاشقہم
 قرآن پاک میں آنحضرت کو حکم
 سے ناغہ فرماؤں گا وانشاء
 اللہم منفقون۔ اسے نبی
 آپ اس سے روگردان کر لیجئے
 اور انتظار کیجئے وہ بھی انتظار
 میں ہیں۔

کے عرضہ کردن پیش کرنا۔
 شہادت کو شہادت فتح
 مبارک گشت۔ وہ کا مہمان
 کو چھ کر مسلمان ہو گیا
 ایشیاں آج کی رات گفت
 اس نے کہا اب تو میں جہاں
 کہیں بھی رہوں آپ کے

لے زندہ کردہ۔ آپ نے
 کچھ حیات آدمی غایت
 کی ہے، تحقیق غلامی سے
 آزاد شدہ۔ آج جہاں عالم
 آخرت ہر کہ جو آپ کے
 دسترخوان سے بھاگے گا وہ
 ہلاک ہوگا اور شیطان اس
 کا ہم نواں اور ہم پیاد ہوگا۔
 جیسا کہ جو آپ کا پردوس
 چھوڑے گا شیطان اس کا
 پردوس بنے گا۔ شرف و دسترخوان
 کے دور ہے۔ اگر اس کی بری
 کے پیچھے رہے گا، شیطان
 اس کے پیچھے رہے گا۔ شہنشاہ از
 یعنی بری، اتیان شریک
 ورنے قرآن پاک میں شیطان
 کو خطاب کیا گیا ہے وذلکم
 فی الاموال والاولاد اور
 قرآن کا مال اور اولاد میں
 شریک بن جائے

میں ہیں۔

شرح خیر! یہ گفتگو تو ختم نہ ہوگی۔ اب سنو! کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے سامنے ایمان پیش کیا اور اس نے اس شہادت توحید و رسالت کو قبول کر لیا جو کہ نہایت مبارک تھی اور جس نے اس کے معنوی بیڑیوں کو کھول کر اُسے آزاد کر دیا اور اس طرح وہ مومن ہو گیا۔ پس جب کہ وہ مومن ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے کہا کہ تم آج رات ہمارے ہی مہمان ہو۔ اس پر اس نے عرض کیا کہ حضور آج رات کیا۔ اب تو میں ہمیشہ کے لیے جہاں کہیں بھی ہوں اور جس جگہ ہی جاؤں آپ ہی کا مہمان ہوں۔ کیونکہ یہ غذائے ایمانی جس سے میں ہمیشہ متغذی رہوں گا۔ آپ ہی کے طفیل سے ہی ہے نیز میں موت روحانی سے آپ ہی کا زندہ کیا ہوا ہوں۔ اور آپ ہی نے مجھے نفسِ شیطان کی غلامی سے آزاد کیا ہے اور میں آپ ہی کا درباں و خادم ہوں اور دنیا میں بھی آپ ہی کے دسترخوان پر ہوں اور آخرت میں بھی۔ کیونکہ اس وقت میری اصل غذا غذائے روحانی ہے اور وہ آپ کے طفیل سے ملی ہے اور آخرت میں جو کچھ ملے گا وہ ایمان ہی کے سبب ملے گا اور ایمان آپ ہی کے فیض سے ملا ہے اسلئے نھارِ آخریہ بھی گویا کہ آپ ہی کی دی ہوئی ہے پس دونوں جہان میں آپ کے دسترخوان پر ثابت ہو گیا۔ (اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ زندہ کردہ اللہ کی تقدیر من زندہ کردہ و معق و دربان توام دوریں جہاں و درآں جہاں۔
 برخواست توام ہے۔ فلا تلتفت الی ما قال بحر العلوم و ولی محمد فاضل زل قد ہما فقال ما قال) غرض کہ میں آپ ہی کا مہمان ہوں اور آپ ہی کا مہمان رہنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ جو شخص اس عمدہ دسترخوان معنوی کو چھوڑ کر دوسرا دسترخوانِ شیطانی و نفسانی اختیار کرتا ہے انجام کار اس کے گلے میں پڑی پھنس جاتی ہے اور اس کا گلا پھاڑ ڈالتی ہیں یعنی یہ مہمانی اس کے لیے موجب رنج و کلفت ہو جاتی ہے

اور جو شخص آپ کے دسترخوان معنوی (ہدایت) کو چھوڑ کر دوسرے دسترخوان پر جاتا ہے۔ شیطان اس کا ہم پیالہ ہوتا ہے۔ اور جو شخص آپ کی مجاہدات کو چھوڑتا ہے شیطان اس کا ہمسایہ ہوتا ہے اور اگر کوئی آپ کی ہدایت بغیر سفر و دراز اختیار کرتا ہے اور اس کا رفیق اور شریک دسترخوان شیطان ہوتا ہے اور اگر کوئی آپ (کی ہدایت) کے بغیر گھوڑے پر سوار ہوتا ہے اس کا ردیف .. ہمارا حاسد شیطان ہوتا ہے اور اگر بد دل آپ کی ہدایت کے اس کی بیوی اس سے حاملہ ہوتی ہے تو اس کی نسل میں شیطان شریک ہوتا ہے۔

غرض کہ آدمی جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بغیر جو کام بھی کرتا ہے اس میں شیطان کی شرکت ہوتی ہے اور یہ امر بالکل صحیح ہے۔ چنانچہ حق سبحانہ نے اپنے کلام میں وشارکھم فی الاموال والاولاد فرمایا ہے۔ جسکے معنی یہ ہیں کہ تو اس کے مالوں اور ان کی اولاد میں شریک ہو جا۔ اس شرکت فی النسل ثابت ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم اس مضمون کو اپنے خاص مقامات میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے صاف صاف فرمادیا ہے۔ خیر! یہ مضمون تو استطردای تھا۔ اب سنو! کہ اس نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم آپ نے مجھ پر اپنی رسالت کو یوں روشن کر دیا جیسے بے آبر آفتاب اور یہ شفقت جو آپ نے مجھ پر کی سینکڑوں ماؤں نے اپنے بچوں پر نہیں کی اور جو احسان آپ نے مجھ پر کیا ہے وہ عیسیٰ علیہ السلام اور اسکے اخسون نے عاذر کے ساتھ نہیں کیا۔ کیونکہ آپ نے میری رنج کو موت کے پنجے سے ہمیشہ کے لیے چھڑا دیا اور عاذر دعائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے زندہ ضرور ہوا تھا مگر اس کے بعد مر گیا تھا اس لئے دونوں احسان برابر نہیں ہو سکتے۔

القصہ! وہ عرب اس شب بھی جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں مہمان ہوا اور ایک بکری کا آدھا دو دھ پی کر منہ بند کر لیا۔ جب آنحضرت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصرار کیا کہ میاں اردو دھڑنی اور کھاؤ تو اسٹخ کہا بخدا
میں غلط نہیں کہتا۔ میں بالکل سیر ہو گیا نہ یہ تکلف ہے اور نہ فقط ناموس کہ لوگ
میرے زیادہ کھانے پر طعن کریں گے اور نہ چالاکی۔ بلکہ میں آج کل سے بھی زیادہ
سیر ہو گیا ہوں یہ دیکھ کر کہ ایک قطرہ روغن سے قندیل بھر گیا اور ذرا سی غذا
سے اتنا بڑا معدہ پُر ہو گیا۔ گھر کے لوگ بہت متعجب ہوئے اور کہا کہ حیرت کی
بات ہے کہ جو غذا ابابیل سے چھوٹے جانور کی تھی کہ وہ اتنے بڑے ہاتھی کے معدہ
کو پُر کر دے اور مردوں اور عورتوں میں کھس پھس ہونے لگی کہ ارے ہاتھی کے
کے ڈیل ڈول کا آدمی اور مچھر کی خوراک کھانا ہے۔

اب سنو! کہ کم خوراک کا سبب کیا تھا وجہ اسکی یہ تھی کہ حرص اور وہم جو
کافروں میں ہوتے ہیں۔ جس کی تفصیل گذر چکی ہے اسے زائل ہو چکی تھی اور
غذائے ایمانی بڑھ گئی تھی۔ اور وہ شخص جو کہ اس سے قبل بھوک کی زیادتی سے
بے قرار تھا اس نے مریم علیہا السلام کی طرح میوہ جنت دیکھ لیا تھا۔ چونکہ میوہ
جنت اسکی نظر کے سامنے آ گیا تھا اسلئے اس کا دوزخ کا بند معدہ ٹھنڈا ہو
گیا تھا۔ (میوہ جنت سے یا تو مراد طمانینت ہو۔ یا نور ایمان)۔ بہر حال۔۔

حاصل یہ ہے کہ غذائے روحانی مل جانے سے اُسے غذائے جسمانی کی طرف
رغبت نہ رہی تھی کیونکہ وہ اسکی نظر میں بے وقعت ہو گئی تھی اور اسکو اتنی
ہی غذا کی ضرورت تھی جسے حیات و قوت اعمال باقی رہے مگر دل چسپی تھی
جو کہ زیادہ کھانے کا باعث ہے اسلئے کم کھانے لگا تھا)

آگے ان لوگوں پر رد کرتے ہیں جو کہ غذائے ایمانی کے معنی عن الغذا والجسمانی
ہونے کے منکہ ہیں اور فرماتے ہیں کہ تمہیں حقیقت ایمان تو حاصل نہیں بلکہ
زبانی ہی کلمہ پڑھتے ہو۔ تم کیا جانو! کہ غذائے ایمانی کے مُفنی عن الغذا والجسمانی

ہوتے ہی نہیں اسلئے انکار کرتے ہیں۔

یاد رکھو! کہ ایمان بہت بڑی نعمت اور بہت بڑی غذا ہے۔ اسکے متبادلہ میں غذائے حسی کی کوئی وقعت نہیں۔ پس اسکی بنیاد پر غذائے حسی سے ایک حد تک مستغنی ہو جانا کچھ بعید نہیں

در بیان آنکہ نوے کے غذائے جان ست غذائے جسم اولیہ
اس کا بیان کہ وہ نہ جو روح کی غذا ہے اولیہ کے جسم کی بھی غذا ہوتا
میشود تا وہ ہم یار می شود روح را کہ اسلم شیطان علی بدن
ہے یہاں تک کہ ہمیں روح کا دوست بنالو کہ اسلم شیطان علی بدن (یہ شیطان جو کہ ہم پر حملہ کرتا ہے)

گرچہ آں مطعوم جان ست نظر
اگرچہ وہ جان اور نظر کی خوراک ہے

گرنگشتے دیو جسم آں را کول
اگر شیطان کا جسم جس کا کھانا لانا ہوتا

دیو زان لوتے کہ مردہ حتی شود
شیطان اس غذا کو جس سے مردہ زندہ ہوتا ہو

دیو بر دنیا ست عاشق کو کر کر
شیطان دنیا کا انہما اور ہوا عاشق ہے

از نہا نخانہ یقیں چوں ہے خستہ
یقین کے دین میں سے جب وہ خستہ ہو جاتا ہے

یا حریض البطن عجز ہلکذا
اے پیٹ کے لاپی! اس طرح اس کو ہو

یا مریض القلب عجز للعلاج
اے دل کے مریض! علاج کی طرف اس کو ہو

ایما المصوبس فی زہن الطعام
اے کھانے کی زہن کے قیدی

ان فی الجوع طعاما قافرا
جو کہ رہنے میں بہت غذا ہے

جسم را ہم ان نصیب الہم
اے جیسا! اس میں جسم کا بھی حصہ ہے

اسلم شیطان ز فرمودے رسول
اے شیطان! سلام لے آیا۔ نہ فرماتے

تا نیا شامد مسلمان کے شود
جب تک نہ بیٹا، مسلمان کب ہوتا

عشق را عشق دگر بر دگر
عشق کی کر دوسرا عشق ہی، تڑپتا ہے

اندک اندک عشق زخمت آنجا کشد
آہستہ آہستہ عشق اس کو بڑا ڈانٹا ہے

انما الیہما تاج تبدیل الغذاء
غذا کی تبدیلی ہی راستہ ہے

جملۃ التذبدیل تبدیل المزاج
مکمل تبدیلی مزاج کا بدلہ ہے

سوفی تغیر ان تھملت العظام
غیر بے نجات پاجامیگا، اگر نہ بڑے ہٹا ہٹا کر

افتقدہ وار تبحر یانا فیرا
اس کو تلاش کرنے والا میرا لے جائے دالے

ہے تو وہ فرم کی غذا ہی ہی
جانا ہے، مگر عین حریف
کا مقصد ہے کہ نفس آنکہ
پر لایا ہو کہ یہ ہوا لے
یہاں شیطان سے مراد جسمانی
پاؤں سے نہ ہی روح کا حال
ہو گیا ہے، مگر ہم اس سے نبرد
ایمان۔

لے کر نکلتے۔ اگرچہ جسم
کا ہم پر لایا اور ہم کو ازبنا
فرمودہ شیطان مسلمان
ہو گیا، مگر نہ لے کر شیطان
اگر نہ لے کر غذا حاصل نہ کرتا
تو مسلمان کب ہو سکتا تھا۔
دیو جسم انسانی دیو کا
ہے جب تک اس کو عاشق
دیو کا ہو گا اس عشق کی کر
لے گی۔ آتا تھا خدا جب
اشد قافی کی جانب طرف
یقین کی کیفیت پیدا کرتے
گفتی ہے کہ عشق نوردار
ہو جاتا ہے۔ اگرچہ۔
غذا کی تبدیلی سے مزاج
بدلتا ہے اور اس سے
مرض ناک ہو جاتا ہے،
انسان کو غذا، جیانی کھڑ
کو غذا، روحانی کا مادی
بنانا چاہیے۔
کھلے جاترین۔ مزاج کے
تغیر سے ہی امراض پیدا
ہوتے ہیں جب مزاج کی
تبدیل کر کے اس کو اصل

اِغْتَدِ بِالْمُتَوَكِّلِ مِثْلَ الْبَصِيرِ
نور کی غذا حاصل کر، آنکھ جیسا بن جا

چوئل ملک تسبیح حق راکن غذا
لرشتہ کی طرح اللہ کی تسبیح کو غنا بنانے
جبرئیل ارشوتے جیفہ کم تند
لوہ جبرئیل مژدار کا تنغ نہیں کرتے ہیں
پیل اگرچہ در زریں ہست است
اچھی زمین میں اگرچہ آہستہ چلتا ہے

محبذ احوالے نہادہ در جہاں
دنیا میں عمدہ خزانہ رکھا ہوا ہے

كَافِقِ الْأَمْلَاقِ يَا خَيْرَ الْبَشَرِ
اے انسانوں میں سے بہتر: فرشتوں کی صافقت کر

تاری پھول ملائک از ادا
تا کہ تو فرشتوں کی طرح بے غناست پائے
اول نفوت کے زگر کس کم زند
وہ قدرت میں گروہ سے کم ہر ذرا تک کہتے ہیں
اوزیشہ باز کوچوں رستہ است
بستادہ بچتر سے کب پہنچا ہے!

لیک از چشم خیاں ہں نہاں
نیکی کیمنوں کی آنکھ سے بہت چھپا ہوا ہے

انکار کردن اہل تن غذائے روح را و لرزیدن ایشان
تن پروردوں کا رد ممانی تن سے انکار کرنا اور ان کا جسمال تھڑی
بر غذائے خیس جسمانی
فدا سے لڑنا

گر جہاں باغے پُر از نعمت شود
اگر دنیا نعمت سے بھرا ہوا باغ بن بلوغ
قسم شاں خاکست گردے گر بہا
ان کا کھٹ مٹی ہے خواہ خزاں جو خواہ بہار بہار
در میان چوب گوید کرم چوب
کلوئی کا کھٹ کلوئی میں کہتا ہے
در میان خاک گوید کرم خورد
چھٹا سا کھٹا ہٹا میں کہتا ہے
کرم سرگین در میان آن حد
گروہ کا پیر اس نہایت میں
جز نجاست بیچ نشاند فلغ
کراہیات کے علاوہ کچھ نہیں پہچانتا ہے

قسم موش و مار ہم خاک کے مژد
چرچہ اور سانپ کا حقہ پھر بھی بی بی ہے
میر کوئی خاک چوں نوشی چوار
قر جان کا سر دار ہے سانپ کی طرح کھانوں کا کھا
مر کر اباش چنین حلوائے خوب
ایک عمدہ حلوا کس کو نصیب ہے!
ایں چنین حلوائے عالم کس خورد
دنیا میں ایسا حلوا کسی نے انہیں کھا یا
در جہاں نقلے نداند جز جنبش
دنیا میں سوائے نہایت کے کوئی تو را کہ جنبش کا چاہ
شد نجاست مژد چشم و چراغ
نہایت ہی میں کا چشم و چراغ ہے

ہے ان کی پرداز مژدار خد گدہ سے بہت زیادہ ہے۔ چیل۔ اچھی لاجم بھاری ہر کم پہنکی
پھڑس کو ہلاک کر سکتا ہے توہم کی طاقت پرورد نہیں ہے۔

مالت میں لے آیا جانے
قورض ناکس ہو جا ہے
قظام۔ مصر کے مصائب
برداشت کرنے سے موت
ماہل ہوتی ہے۔ ایچ بی
البحر۔ اشتر
اندرون از طام خالی ار
تا دراک نور مغرب بینی
واقع۔ ملاک کی فضا نور
ہے۔

سلاہ چون ملک فرشتوں
کو تیس کے ندیدہ نوازند
حاصل ہوتی ہے جبرئیل۔
جبرئیل کی طاقت نورانی

محبذ احوالے نہادہ در جہاں
دنیا میں عمدہ خزانہ رکھا ہوا ہے
کیمنوں کی آنکھ سے بہت چھپا ہوا ہے
ہے وہ صرف ظاہری خدا
پر بھروسہ کرتے ہیں۔ انکار
کردی۔ دنیا دار خدا رنج
کے عکس ہیں۔ اور ہم کی پہلی
خدا کی طرف اہل ہیں۔
گر جہاں۔ اگر پرورد عالم باغ
بن جائے تب بھی چرچہ
اور سانپ کی غذا بھی ہوتی
ہے۔ یہی حال ان دنیا داروں
کا ہے۔ درجیان۔ کلوئی کا
پیر کلوئی ہی کہ بہترین حلوا
سمجھتا ہے۔

سے درجیان۔ زمین کا پیر
زمین ہی کو بنا ملو آسمان سے
کرتہ چمکس۔ گروہ کے کہنے کو
گروہی بہتر خدا معلوم ہوتی
ہے۔ کلاہ۔ کراہیات ہی
کو بہترین غذا سمجھتا ہے۔
منجاست۔ دما۔

شرح

یہ مسلم ہے کہ غذائے ایمانی روح اور عقل کی غذا ہے مگر جسم کو بھی اسے حصہ پہنچتا ہے اور وہ بھی اس کے بے بہرہ نہیں رہتا۔ کیونکہ اگر جسم جو کہ شیطان ہے اس کو نہ کھا سکتا۔ تو جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شیطان علی یدی نہ فرماتے کیونکہ اس حدیث میں شیطان سے مراد جسم ہے پس جب تک کہ وہ غذائے روحانی نہ کھائے جو کہ مردہ کو زندہ کر دیتی ہے اس وقت تک وہ مسلمان کیسے ہو سکتا ہے اور جبکہ وہ مسلمان ہو گیا تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اس نے غذائے روحانی کھائی۔

پس ثابت ہوا کہ جسم بھی غذائے روحانی کھا سکتا ہے اور جب وہ غذائے روحانی کھا سکتا ہے تو اس کے غذائے جسمانی میں کمی آ سکتی ہے — اور راز اس کا یہ ہے کہ شیطان جسم یعنی نفس دنیا پر عاشق اور اس کی محبت میں اندھا اور بہرہ ہورہا ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ ایک عشق کو دوسرا عشق مضحک کر دیتا ہے۔ پس جبکہ وہ نہاں خانہ یقین کی شراب چکھ لیتا ہے اور لذت ایمان سے آشنا ہو جاتا ہے تو رفتہ رفتہ اس کا عشق دنیا اور اس کی نعمتوں سے غذائے ایمانی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور اب وہ غذائے جسمانی کا طالب نہیں رہتا اس طرح غذائے جسمانی میں کمی ہو جاتی ہے [تو صبح اس کی یہ ہے کہ جسم کے اندر غذائے جسمانی کے لیے دو قسم کے تقاضے ہیں ایک تقاضائے طبیعت جس کو حق سبحانہ نے جسم میں اس کے ودیعت رکھا ہے کہ وہ جسم کی اصلاح کرے اور بوقت ضرورت اس کے لیے غذا حاصل کرے جو کہ بدل مانتھل ہو کہ تغذیہ و تنمیه اعضا کرے اور دوسرا تقاضائے نفس جس کا منشأ محض حرص، تملذ و تنعم ہے پس جبکہ نفس غذائے روحانی سے آشنا ہو جاتا ہے تو اس کا تقاضائے غذائے جسمانی مضحک ہو جاتا ہے اور صرف تقاضا

طبیعت باقی رہ جاتا ہے وہ تقاضا بھی اس وقت ختم ہو جاتا ہے جبکہ بقدرت غذا اس کو مل جاتی ہے۔ پس اس طرح غذائے جسمانی میں کمی آ جاتی ہے [پس جبکہ یہ امراض ہن نشین ہو گیا کہ تو اے پیٹ بھرنے کے شائقو! تم کو یوں ہی ترقی کرنی چاہیے اور اپنے نفس کو اولاً ایمان کی چاٹ لگانی چاہیے۔ اور رفتہ رفتہ اسے ترقی دینی چاہیے۔

کیونکہ وصول الی الحق کا صحیح رستہ یہی ہے کہ غذا کو بدلا جائے۔ اور اے مریض القلب لوگو! تم علاج کی طرف توجہ کرو اور اپنے مزاج کی اصلاح کرو۔ کیونکہ حاصل تمام تدبیروں کا یہی ہے کہ مزاج کو بدلا جائے اور طریق اس کا یہی ہے کہ غذائے جسمانی کو کم کیا جائے اور غذائے روحانی کو بڑھا دیا جائے گو ایسا کرنے میں تم کو زحمات پیش آئیں گی — مگر اے مجوسین رہن طعام یاد رکھو! کہ اگر تم نے ان شدائد کو برداشت کر لیا تو تم ہلاکت ابدی سے بچ جاؤ گے۔ دیکھو بھوکے رہنے سے روح کو بہت بڑی غذا ملتی ہے۔ پس اے غذائے روحانی سے وحشت کرنے والو! تم اسے طلب کرو۔ اور اسی کے امیدوار رہو۔ اور غذائے جسمانی کے انہماک کو چھوڑو تم آنکھ کی مانند ہو جاؤ اور نور سے غذا حاصل کرو۔ اور اس امر میں فرشتوں کے مثل ہو جاؤ اور اس طرح بہتر انسان کہلانے کے مستحق ہو جاؤ اور تم فرشتوں کی طرح تسبیح حق کو اپنی غذا بناؤ تاکہ جس طرح فرشتے بخا سات (ظاہرہ و باطنہ) سے پاک ہیں یونہی تم ہی سچا (باطنہ) سے پاک ہو جاؤ۔ تم کو شاید یہ خیال ہو کہ غذائے جسمانی کو کم کر دینے سے ہماری قوت گھٹ جائے گی۔ مگر یہ تمہاری غلطی ہے قوت کا مدار کچھ مُردار خواری ہی پر نہیں ہے۔

دیکھو! جبریل اگر مُردار نہیں کھاتے تو وہ قوت میں کس کس کم نہیں ہیں

جو کہ مُردار کھاتا ہے — تم اہل اللہ کی آہستہ روی سے ان کے ضعف کا شبہ نہ کرنا اور یہ نہ کہنا کہ اگر ترک غذا سے ضعف نہیں ہوتا تو اس سے ان کی رفتار سُست کیوں ہو جاتی ہے ایسے کہ باہقی اگرچہ زمین میں آہستہ چلتا ہے مگر مچھر کے قابو سے باہر ہے جو کہ رٹاٹے کے ساتھ گھومتا ہے۔

غرض کہ عالم میں حق سبحانہ کا عجیب لنگر جاری ہے۔ مگر افسوس! کہ پست ہمت لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ وہ اہل اہل نہیں چنانچہ اگر تمام دنیا نعمتوں سے بسرین باغ ہو جائے تو سانپوں اور چوہوں کو کیا ان کی غذا تو خاک ہی رہے گی۔ اور خواہ موسم حشرات ہو یا موسم ہبسا۔ ان کے حصہ میں تو مٹی ہی ہے۔

اب مولانا جملہ معترضہ کے طور پر فرماتے ہیں کہ ارے لوگو! تمہیں کیا ہو گیا تم اشرف المخلوقات ہو تم سانپوں کی طرح مٹی (غذائے ناسوتی) کیوں کھاتے ہو۔ اس جملہ معترضہ کو بیان فرما کر مضمون سابق کو بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اہل دنیا کی حالت ایسی ہے جیسے لکڑی کا یازین کا یا گوہ کا کیڑا۔ یا کوا۔ کیونکہ لکڑی کے اندر کیڑا کہتا ہے کہ بھلا ایسے مزیدار غذا کسی کو مل سکتی ہے اور زمین کے اندر کیڑا کہتا ہے کہ دنیا میں بھی کسی نے ایسا حلوا نہیں کھایا جیسا میں کھاتا ہوں۔ اور گوہ کا کیڑا گوہ کے اندر رہتے ہوئے عالم بُر میں غذا بجز گوہ کے جانتا ہی نہیں۔ اور کوا بجا ست کے سوا اور کوئی غذا نہیں جانتا اور بجا ست ہی اس کے لیے عزیز ہے۔

پس یہی حالت اہل دنیا کی ہے کہ وہ غذائے ناسوتی کے علاوہ جانتی ہی نہیں کہ کوئی اور بھی غذا ہے۔ بلکہ وہ انہی کو غذا سمجھتے ہیں۔ کلام کو یہاں تک پہنچا کر اب مولانا مناجات میں مشغول ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

مناجات

لے غلے بے نظیر ایشا رکُن
اے بے نظیر خدا! معصیت کرنے
گوش ماگیر و بیاں مجلس کشاں
ہمارا کان بڑا اور اس مجلس میں کینچ
چوں بجا بولے رسانیدہ آریں
جیکے تو نے ہم تک اس کی خوشبو پہنچا دی ہے
از تو نوشند از کور و از اناث
نکر اور نشت تھم ہی سے جی رہے ہیں
اے دُعا ناگفتہ از تو مستجاب
لے وہ کن انگی ہوئی دھامی تیری باجے قبل ہو
چند حرفے نقش کردی از رقوم
تو نے حرف میں سے چند حرف تحریر کیے
نون ابر و صا و شیم جیم گوش
ابود کا نون، آنکھ کا صا، ماد کا نون کا جیم
زاں حروف تہذیب و بار یک لیں
تیرے اُن حروف سے مثل دقیق نظر ہو جتنی
در خور ہر فکر بستہ بر عدم
عدم پر ہر فکر کے مناسب نام کر دیا ہے
حرف ہائے طرفہ بر لوح خیال
خیال کی حقین پر عجیب حروف
بر عدم باشم زبر موجود ست
میں عدم کا مانتا ہوں ذکر موجود کا
عقل را خط خوان آنرا شکل کرد
عقل کو اُن شکلوں کا پڑھنے والا بنا دیا

گوش را چون ملکہ دای زیں سخن
جیکے تو نے اس کا نام کاسی میں ملکہ پہنچا دیا ہے
کز حقیقت میخوندا پس سر خوش
لیکن یہ مست تیری شراب پی رہے ہیں
سر جہاں شک الے کپ لیں
لے وہی کے رب! اس شک کو بند نہ کر
بے درغبی در عطایا مستغاث
اے فرادرس! قریبیت میں بے حد کورک ہے
وادہ دل را ہر دمی صد فتح پاب
تو نے ہر لمحہ دل کو سینکڑوں دھڑک کی کشادگیوں کا
سنگہا از عشق اوش تہ مجہوم
اے عشق سے بہت سے پتھر موم جیسے ہوئے
بر نوشتی فتنہ صد عقل و خوش
تو نے لکھے ہیں جو سینکڑوں عقل و ہوش کیلئے فتنہ
سنگ میکن اے ادیب خجہ شنوین
اے خوشنویس ادیب! خوب لکھ
دہمدم نقش خیال خوش رقم
ہر لمحہ، جیسی غیبی نقش
بر نوشتہ چشم و ابرو خط و خال
آنکھ اور ابرو اور خط و خال کے لکھائے ہیں
زانکہ معشوق عدم وافی ترست
کیونکہ عدم والا معشوق زیادہ وفادار ہے
تا ہمد تہدیر بار از ازل نور د
تا کہ اُن کے بارے میں تدبیروں کو چیلٹ سے

۱۵۳ اے خدا۔ جب تو نے
ہمیں توفیق عطا فرمائی ہے کہ
ہم سر اور دھڑک میں رہے ہیں
تو پھر ہمیں اہل مال کی مجلس
میں پہنچا دے۔ زین سخن بینی
اسو رو حکم۔ توفیق۔ مشلوب۔
سر خوشاں مستان چوں جب
تو نے ہمیں اہل دل کی باتیں
سنائیں ہیں تو ان کو ہم سے
مضی نہ رکھ۔
لے آخر تیری مہامام پر
قرمیں ہی موم در کرتے دکھا۔
تیری وہ ذات ہے کہ تو نہ
انگی ہوئی دھامی تیری قبول
فرماتا ہے ان دنوں کو کھینچا
اسرار سے مانوس کو رہتا ہے۔
چند حرفے معشوق کے کلام
چند حرفوں کے مشابہتوں
ابود کے اور وہ داکھ کے
ملکہ کے اور جیم کان کے یہ
حضرت حق کی کارگیری ہے
کو چند حرف اُس نے تحریر
فرمادئے ہیں کی تاثیر سے
سنگدل ماضیوں کے دل
مزمزم ہو گئے ہیں۔ زان۔ ابن
حرف کے ذریعہ عقل مضرب
سے مانتے پر استمال کرنے
کے قابل ہو گئے۔ تیر۔ دقیق
شک۔
لے آخر۔ انسان ہی میں
حق حروف سے مت مدار
مطلب اخذ کرتے ہیں، اسی طرح
خیال حریف ہی میں جو سے
انسان مطلب اخذ کرتا ہے
اس کے لوح خیال پر چھپتا ہے
کے نقش قائم ہیں۔
ہو جہم مولا نافرمانی کی کہ
صورت خیال سے ماضی کا
اشارہ نام پہلے اور وہ انسانی
نما ہے اس نے صورت
مستی پر صورت خیال کو تزیین

۱۔ تفسیر میں اس حضرت
 جبریلؑ کو مختلفہ پڑھتے
 ہیں اس طرح عقل ہی غیب سے
 فرماتی ہے اور دانا کا دوسرا
 عالم کہتا ہے کہ جبریلؑ ہر
 غیب میں جو خبر دیتا ہے اس میں مشاق
 کلمے مطالب اخذ کرتے ہیں اور
 انکی سیما میں جبریلؑ رہتے ہیں۔
 جمع کائنات ایک خدا کا نام ہے جو
 ہر اشیاء کو انکی ہی حروف میں لکھتا۔

طے اڑنے والے مختلف خیالات
 کی بنا پر مرکب خشکی میں ان
 کا گرہ ہے۔ جھیلے۔ کوئی
 شخص موت کی صورت میں غیاب
 کی بنا پر دیا ہے اس کے جواں
 ہے۔ نرجسہ۔ ریا نیت اختیار
 کرنا تیسری دنیاوی لذتوں کو ترک
 کر کے گرامر میں مشغول ہونا۔۔۔
 کویت یعنی لہاری لہاں لہاں
 کرتے۔ بازار۔ ہرگز لڑائی ہے
 عمل کرنا جس سے بہت اور
 پیاں حال ہو جائی ہیں اس
 کو حافظ نے کہا ہے
 لے بازار۔ لے۔ حق حق
 جو کہ تیسری شخص اور سر کے
 خیالات پر غیب کا اظہار کرتا ہے
 آل جو کہ زبان انسان کا خیال
 جگاد ہے اس سے ہر شخص
 کو ملتی ہے مختلف ہے چھوٹ
 مختلف ہے زبان انسان کے
 عقل سے صحیح کام نہیں پیاں
 نے مسعودی جیسی علمی ہریکا اور
 ہر شخص نے اپنی خواہش کے
 مطابق قلم لایا۔ غ جبریز
 کر کے جس کی طرف لے کر رہا

تشبیہ عقل بجزئیں و نظر اور غیب مانند نظر جزئیں در لوح محفوظ
عقل کی اجزائے جزئیں سے مشابہت اداس کی نظر کا غیب پر صفت جزئیں کی کون رہنا

چوں ملک از لوح محفوظ آں خرد
مغن فرشتہ کی طرح از لوح محفوظ سے
بر عدم تحریر با میں با بیاں
ملم میں وہ تحریریں دیکھ با درجہ رب کے
ہر کے شد بر خیالے ریش گاہ
بر خیال میں امن بنا ہوا ہے

ہر صبا ہے درس ہر روزہ برد
ہر صبح کہ ہر دن اس سبق ماس کر رہی ہے
واں سوادش حیرت سودائیاں
اُن کی سیاہی و زکات اُن کے لئے باعث حیرت
گشتہ در سودائے گنج گاہ
خولے کے خیال میں گنج گاہ بنا ہوا ہے

از خیال کے گشتہ شخص پر شکوہ
 ایک شخص خیال کی وجہ سے پر شکوہ ہے
 وز خیالے آں دگر با جہدِ رُ
 دوسرا خیال کی وجہ سے تھک کر پیش کیا کہ
 واں دگر بہر تر تہب و درشت
 دوسرا بیانیت کے لئے گر جا کر ہیں ہے
 از خیال آں رہن رستہ شدہ
 وہ خیال کی وجہ سے بازار کا ڈاکہ بنا رہا
 در پری خوانی کے دل کردہ کم
 ایک نے طاقت میں دل کو کم کر دیا ہے
 آں کے درستی از بہر رباح
 ایک نفع کے لئے کشتی میں ہے
 ایں روشہا مختلف پند برو
 باہر یہ مختلف روشیں نظر آتی ہیں
 ایں دل جیر شدہ کاں سرچہ
 اس میں میرا کہ ہے کہ یہ خیالات کس بنا ہیں
 آں خیالات از پند ناموتلف
 اگر یہ خیالات مختلف نہیں ہیں
 قبلہ جاں را چونہاں کر وہ اند
 چونکہ انھوں نے جان کے قند کو چھپا دیا ہے

روئے آوردہ بعد نہائے کوہ
 بھاڑ کی کاڑی کی جانب رخ کئے ہوئے ہے
 ژد نہادہ سوئے دریا بہر دُر
 بہتوں کے لئے دریا کی جانب رخ کئے ہوئے ہے
 وائے اندر حریفی سوئے کشت
 دوسرا میں ہیں کشتی (بازی) کی جانب ہے
 وز خیال ایں مرہم خستہ شدہ
 اور یہ خیال کی وجہ سے زخمی کا مرہم بن گیا ہے
 بر نحوم آں دیگرے بہادہ کم
 دوسرے نے بہت تاروں پر قدم رکھا ہے
 آں کے بافتی دیگر باصلاح
 ایک فن میں ہے اور دوسرا نیکی میں
 زان خیالات ملون زائدوں
 اندر کے رنگا رنگ خیالات کی وجہ سے
 ہر چندہ آں دگر رانانی ست
 ہر چھنے والا دوسرے کا شکریہ ہے
 چوں کہ بیرون شدہ وشہا مختلف
 ترجمانی روشیں کیوں مختلف ہیں
 ہر کے روجا نے آوردہ اند
 ہر شخص ایک جانب کا رخ کئے ہوئے ہے

تمثیل روشہائے مختلف و وہمہائے گونا گوں باختلاف
 مختلف بدشوں اور مختلف قسم کے دہروں کی اندھیرے میں نماز کے وقت
 تحریری مختصریاں در وقت نماز قبلہ را بوقت تاریکی و
 قبلہ کی اٹکل کرنے والوں کی اٹکل کے انتہا سے اور غوطہ زنی کی سند
 تحریری اغواھاں در قعر بحر
 کی تہ میں اٹکل سے مشال

میں تفتیش حقیقی مقصد کو
 ہر جانے کی صورت میں لوگوں
 کا اختلاف ایسا ہی ہے جیسا کہ
 قبلہ کی حقیقی سمت معلوم کرنے
 کی صورت میں ہر شخص ایک
 ایک جانب کرنا شروع کرتا ہے
 مختلف غلط فہمیوں کے لئے
 مختلف سمتوں میں غلط لگاتے
 ہیں۔

پہچو قوے کہ تحریری میکنند
 جس طرح درگ اٹکل کرتے ہیں
 چونکہ کعبہ رونماید صبح گاہ
 جب صبح کو قسبہ دروغا ہوتا ہے
 یا چوغواھاں بزیر قعر آب
 یا جس طرح غوطہ زنی بالی کی گہرائی کے نیچے
 برآمد کو صبر و تہمیں
 جوہر اور قیمتی موتی کی آمدید پر
 چون برآمد از تنگ برآیند ظرف
 جب گہر سے دیا کی تہ سے باہر آتے ہیں
 واں درگر کہ برود و مراد برود
 اور وہ جس نے چھوٹا موتی حاصل کیا ہے
 لہذا انبلوہم بالمشاہدہ
 اسی طرح ہر ان کو بدلتی ہیں آواز میں گے
 چہ نہیں ہر قوم چون وانگل
 اسی طرح ہر قوم ہر دلوں کی طرف
 خوشن برآتے بر میزند
 اپنے آپ کو ایک ایک پر پہنچ رہی ہے
 برآمد آتش موسیٰ بخت
 نصیب کے موتی کی ایک کی آمدید پر
 فضل آن آتش شنیدہ ہر روز
 ہر جامت نے اٹکل کی غفلت میں لی ہے

برخیال قبلہ ہر سوی تند
 قبلہ کے خیال سے ہر جانب کو رخ کرتے ہیں
 کشف گرد کہ کم کردہ ست راہ
 واضح ہو جاتا ہے کہ کس نے غلطی کی ہے
 ہر کسے چیزے ہی گیر و شتاب
 ہر شخص ہمدی سے ایک دوسرے پر دیتا ہے
 تو برہر میسکند از آن وایں
 اس اور اس سے قسبہ ہر پلٹتے ہیں
 کشف گرد صاحب ز شگرف
 عجیب موتی والا واضح ہو جاتا ہے
 واں درگر کہ سنگریز و شبہ برود
 اور وہ جس نے پتھری اور پتھر حاصل کیا ہے
 فتنہ ذات افیتضاج قاہرہ
 آواز میں ہر جزیرہ دست و پائی والی ہو گئی
 گرد شمشیر زن زان اندر جہاں
 دنیا میں ایک شمشیر کے چاروں طرف ہر طرف سے
 گرد شمشیر خود طوفانے می کنند
 اپنی شمشیر کے گرد طوفان کر رہی ہے
 کو لبیش بنبر و تر گرد و زخمت
 جس کی لپٹ سے زخم تیار وہ سر پہ ہوتا ہے
 ہر شر را آن گماں برودہ ہمہ
 سب نے اس جگہ کی کہ وہ سمجھا ہے

لے چو کہ جب صبح کو قبلہ
 رونما ہوتا ہے کہ ہر شخص کو اٹکل
 کا احساس ہوتا ہے وہی میں
 لوح محفوظ کا کتب جہ اشع
 ہرگز تر غلط فہمیوں کو غلطی کا
 احساس ہوگا۔ قدر شمس قیمتی
 موتی۔ قریمہ۔ جھلا۔ ڈورک۔
 گہرا شگرف۔ عجیب۔
 گے۔ ستارہ۔ نئے زمین۔
 میدان۔ انتضاج۔ رسوا ہونا۔
 شمشیر یعنی مقصود۔ موسیٰ
 حضرت موسیٰ کو خدا کی طرف
 ایک وقت پر زاگ کی صورت
 میں لپٹائی تھی۔ بیت۔ پٹ۔
 شگرف۔ جامعیت۔ آن یعنی
 نور موسیٰ۔ نور ظہور۔ ہادی نور
 شمس ظہور یعنی شمس نور انوری۔

وانما ید ہر کے چہ شمع بود
ہر شمع دیکھئے گا کر کیا شمع تھی
بدہش آں شمع خوش ہفتاد پر
اُس کو وہ شمع شراپے پڑ دیدے گی

ماند زیر شمع بد پر سوختہ
بُری شمع کے نیچے پر جل جوتی رہ جائے گی
میکند آہ از ہولے خشم دوز
آہیں سی دینے والی خواہش نفسانی کے ہو کر گی
کے ترابر باہم از سوز و خشم
میں مجھے سوز اور خشم سے کیسے رانیوں
چوں کُرم من غیر را فروختہ
دوسرے کو کیا روکش کروں ؟

چوں بر آید صبح دم نور طلوع
صبح کو بیکسی کی سائور طلوع کرے گا
ہر کر پر سوخت زان شمع ظفر
جس کے اُس کا یاں کی شمع سے پڑ جائے ہیں

جوتی پروانہ دو دیدہ دوختہ
روان آہیں بند کئے ہوئے پردہ ان کی جماعت
می طید اندر پشیمانی و سوز
دوسرے میں اور شرمندگی میں تو یہ ہے گی
شمع آو گوید کہ چوں من سوختم
اُس کو شمع کہے گی جبکہ میں جل جوتی
شمع آو گریاں کہ من سر سوختہ
اُس کی شمع رونے کی کہیں سترہی

در تفسیر آیت یا حَسْبُكَ الْعِبَادُ

”بندوں پر حُسن ہے۔“ آیت کی تفسیر

غزہ گشتم دیر دیدم حال تو
میں دھوکا کھا گیا میرا نے تیری حالت دیر میں بھی
غوطہ خور از ننگ کثر بینی سما
غوطہ لایا، بیماری کی بینی کی دولت سے
نَشْتِکُنْ شُکُوْیَ اِلٰی اللّٰهِ الْعَلِیِّ
اندھے ہیں کا اڑے شکر کرتا ہے
مُسْلِمٰنَ کُفُوْمِنَا قٰیْمَاتِ
مسلمان ہیں، ہر میں ہیں ہمارے وال ہیں
واں غزیزاں تو بے سوکڑہ اند
ہا ہفت ہیں ہمارے نے بے غزہ کمانہ ہو گیا
وہیں کبوتر جانب بے جانے
یہ کبوتر بے جانب کی جانب پرواز کرتا ہے
وہیں غناباں راست سیمائی سزا
ان بازوں کی سزا لاکھانی ہے
دائے ما دائے بے دائمی
ہمارا دائہ بے دائمی کا دائہ ہے

اؤ می گوید کہ از مشکال تو
”کہے گا کہ تیری صورت سے
شمع مُردہ بازہ رفتہ دل را
شمع مر کر بھی گئی، دل زبا نے
ظَلَّتْ اَلْاَیْمَانُ حُسْرًا مَعَنَا
نافع ٹوٹ والا نقصان ہی گئے
تَجِدْنَا اَرْوَاحَ اِخْوَانِ ثَقَاتِ
لفظ بھائیوں کی رو میں خالی ہمارا کیا وہیں
ہر کے رونے بسوئے بُردہ اند
ہر شخص نے ایک جانب رخ کیا ہے
ہر کبوتر می پر برد در مذہب ہے
ہر کبوتر ایک راستہ پر پرواز کرتا ہے
ہر عقابے می پر برد از جا بجا
ہر لڑا ایک جگہ سے دوسری جگہ پرواز کرتا ہے
مانہ مرغابن ہوا نے خالی
ہم نہ ہوائی پرند ہیں، نہ پالتو

لے جن۔ جو لکھن میں
سے ہم میں گناہ شکار
کے لکھن میں ہوئے گا ہم
گشت راہ ہوئے گئے تھکے ہو
آہیں بند کر کے شہر میں
بستا جوئے ہیں وہ آہیں بچے
خمس آو گوید کہ چوں من سوختم
اُس سے برات کر گئے۔
لے چوں کُرم من سوختم
غلاب میں ہوئے دو دروں
کریا پاس کیسے لے آؤ چل
پست شمع بینی اہل مہرود
شمع چھپائیں گے غلت شمع
نفع نہ ہو نہایت ہوگا اور نہ لکھ
اپنے اندھے ہیں کاش کہ لکھ
لکھ خدا سر نہیں کی رو میں
سلطنت ہوں گی غلاب لکھ
جو لکھ میں پرست ہیں اور
انہوں نے اپنا رخ لا جانتو
کی طرف کیا ہے وہ باعث
ہوئے۔ توں کبوتر۔ وہ دروں
ہیں جو روشتاں لکھ جگہ
ہیں ذات حق جوشت سے
مردہ ہے ہر شکار بے ہار لکھ
کا ایک جانب کبوتر ہے
لیکن انہوں میں صفا کسان لا
کسان ہے۔ آہ۔ وہ یہ کہتے
ہیں۔

زائے فراخ آمد جنیں روزی ما
ہی لئے ہماری روزی اس قدر فراخ ہے

کہ رویدن شد قباوڑی ما
کہ ہما پھڑا تبا کو سینا ہے

در بیان آنکہ فرجی را چرا فرجی نام نہا دند اول
بہس کا بیان کوثر درجی میں لڑی کو فرجی کیوں کہا گیا

صوفی بدرید مجتہ در حرج
ایک مولیٰ نے تکی میں مجتہ پھاڑ ڈالا
کردہ نام اس دریدہ فرجی
اس نے ہم پرچے ہوئے آج ہوا نام کلاہی لگا دیا
ایں لقب فاش فاش شیخ بُرد
یہ لقب مشہور ہو گیا اداس کی حقیقت شیخ نے گیا
ہنجیں ہر نام صافی دانستہ است
اس طرح ہر نام جو صافی رکھتا تھا
ہر کہ گفتار است روی را گرفت
جو شیخ کھانے والا ہے اس نے ہمیشہ لے لے کر
گفت لابد در را صافی بُود
مولیٰ نے کہا، ہمیشہ کے لئے صافی لازم ہے
دُر دُسر افتاد صافش سیر او
تعلقی ہمیشہ ہے اس کا صاف اکی کٹا دی ہے
عُسر بایسر است ہی ایں مباحث
تعلقی کٹ دی کے ساتھ ہے خبردار! اب اس نہ ہو
صاف خواہی مجتہ شکاف سیر
اے بیٹا! اگر تو صاف چاہتا ہے مجتہ کو کھاڑے

پیش آمد بعد بدیدن فرج
بھاڑنے کے بعد اس کو فرجی میسر آگئی
ایں لقب فاش فاش زان ہر فرجی
اس پر گزیدہ کی وجہ سے یہ نام مشہور ہو گیا
ماند اندر طبع حلقاں حرف در
دُر کی طبیعت میں حرف ہمیشہ باقی رہتی
اسم را چون رُدی بگذاشتہ است
اس نے نام کو ہمیشہ کی طرح چھوڑا
رفت صوفی سُوئے صافی ناشکفت
صوفی صاف کی جانب توجہ کے بغیر چلا گیا
زین لالت دل بصفت میرد
اس رہنمائی سے دل صافی کی جانب ہلکا ہے
صاف چوں خرم او در دی بسراو
صاف خرم کی طرح ہے اور ہمیشہ اس کا پیچھے
راہ داری زین ممت اندر معاش
اس صوفی سے تو زندگی میں راستہ پاتا ہے
تا زان صفت بر آری و دُسر
تاکہ اس میں سے جلد صافی ظاہر ہو جائے

لہ لہاں مشہور و مقول ہے
کہ گھر گھر دینے سے این صوفی
زادوں ہو جاتا ہے اور قبا
چمک کر دینے سے روزی
زادوں ہو جاتا ہے اس کے
اندر ابر سے و فرہ کو زوریت
کہ کے گوارا کیا جاسکتا ہے،
یعنی اسباب ظاہری کو ختم
کر دینے سے اندر بر قول ہو
جاتا ہے۔ دُش یعنی دشمنی
اللہ فکرت خجبتہ۔ در بیان
خجبتہ کو شروع میں فرجی اسنے
کہا گیا کہ ایک فقیر نے اپنا جوتہ
بھاڑ کر زوریت کر دیا اور
اس سے اس کو زوریت
حاصل ہو گئی مین اس نے
دوجہ ظاہری کو ختم کیا تو اس کے
جادان بقا حاصل ہو گئی اس
لئے اس نے پہلے جوئے جوتہ
سوا نام فرجی یعنی کٹا دی والا
لگا دیا۔ حرج یعنی حرجی کٹا دی
لگا کر جوتہ میں اس جوتہ کا
نام کٹا دی والا لگا دیا کیونکہ
اس کے پہننے سے اس فقیر کو
کٹا دی حاصل ہوتی تھی۔
تاکہ اس مشہور۔ جوتہ ہمیشہ
بہنیں۔ دنیا کا قاصد ہے
کہ امتنا کوئی ہم کسی حقیقت
کی بنیاد پر رکھا جاتا ہے،
لیکن پھر اس نام میں سے
حقیقت کم ہوجاتی ہے اور
صرف افکار رہ جاتے ہیں۔
لگا کر قرار یعنی دنیا پرستوں
نے ہمارا کشتیاں رکھا اور
حقیقت تک پہنچنے کی حقیقت
پرست صوفی حقیقت تک پہنچنے
کیا گفت۔ ہمارا پرست سمجھتا

ہے کہ ہمارے حقیقت پہنچاں ہے۔ صفت۔ سیر صاف۔ میسر۔ مجاز کی مثال تعلقی اور کچھ کھنک کی ہے
ہے اور حقیقت کی مثال کھنک اور کچھ کھنک کی ہے۔ ہر صوفی تعلقی کے بعد عسر اور سیرت میسر آتی ہے
تاکہ اس کے بعد ہی بقا حاصل ہوتی ہے۔ صاف۔ اگر تو چاہتا ہے کہ حقیقت تک پہنچے تو ظاہر پرستی
اور فن پروری چھوڑ دے بہت جلد حقیقت تک پہنچ جائے گا۔



ملہ بہت، تصرف محل
کے ہر دوش اور ہر پیر و پورہ
گروہی اور اس کو متفق کرنے
کا نام نہیں ہے۔ نام کہنے
لوالت، اقامت، ہر خواہش
یک پہنچنے کے لئے یوں کا
باس اختیار کرنا مفید و نیک
بعض باس اختیار کر لینا اور
بندوں کے سے کام کرنا برا۔
اجتناب غفالت سے غفلت
مقصود کہ پہنچنا چاہیے،
مصل نشان حاصل کرنا کافی نہیں
ہے۔
ملہ جو کسی چکر کو خوب رو
اس چکر کو پہنچا سکتا ہے۔
حضرت بہترین حضرت
کو خوب سے حق کے بیانے
اس کی انکس روئے ہو گئیں۔
وہ باس اور درخشاں ہو جو
چہ بار بار شاہوں کے آئینے
نکلیں کہ شاہانہ ہونا چاہیے
مجاز میں کہنا اور ہر خیال
خدا کی طریقت کا نقش ہے جو
اس کی روش کے عین ہے بنا
وہ ہے جو یہ خیال حقیقت
یک نہیں پہنچے رہتا ہے۔ جو
قرین خداوندی میں کما حقہ
رہی ہے وہ نماز سے حقیقت
یک پہنچے ہیں۔

ہست صوفی آنکشد صفوت طلب
سہل وہ ہے جو صفائی کا طالب ہو
صوفی گشتہ بیش ایں لایم
ان کیوں کے لئے صوفی ہوتا میں کیا ہے
برخیال اکل صفا و نام نیک
صفا کے خیال اور مجھے نام کی وجہ سے
برخیاش گر روی تا اصل او
اگر اس کے خیال سے حقیقت کی طرف جائے
تو قلا و وزت اے جو یلے عشق
اے عشق کے تماش کرنے والے، جو رہا ہے
دور باش غیرت آمد خیال
والہا سماں تیرے لئے درخشاں ہو رہا ہے
بستہ ہر جویندہ را کہ راہ نیت
جس نے ہر حال کر نزل کرنا نہ دیا کہ تاج ہو
جو ملکہ ایں تیز گوش و تیز ہوش
سوائے کسی تیز کان و دل سے تیز ہوش والے کے
بہتہ از تخمیلہا بے شہ شود
وہ تعلیم سے بھل جاتا ہے، بہر حال کہ تاج ہے
ہر کہ را در دست تیر شہ بود
جس کے ہاتھ میں بادشاہ کا تاج ہے ہر

نہ باس صوفی خیاطی و دب
نہ کاروان کا لباس اور سینا اور نقش
الخیاطۃ و اللواطۃ و السلام
سینا اور باہوم، والسلام
رنگ پوشیدن نگو باشد و لیک
رنگین پہنا، اجنب ہوگا لیک
پہناں کہ گر یہ سوائے ناں ہو
جو ہر کوئی خوشی کے ذریعہ رون کی جانب
نے زکوۃ یعقوب خندیناے عشق
کیا کہ جسے حضرت یعقوب عشق کے پیانہ پہنچ
گرد بر گرد سراپردہ جلال
جلال کے ہونے کے اور اگر وہ ہے
ہرخیاش بیش می آید کہ بیت
ہر خیال اس کے سامنے آتا ہے کہ ہر خواہش
کیش ہو و از بیش نہر تہاش چشم
جس کو وہ دل کے شکوے جو شہ حاصل ہے
تیر شہ نہ نماید و میر و لاف
سنا ہی تیر کا تاج ہے اور ہر حال میں باس ہے
راہ یا بد تا بمنزل می رود
راست یا ہٹتا ہے سبزل تک چلا جاتا ہے

شرح

چونکہ اوپر مولانا نے غذائے روحانی کی تفصیل بیان فرمائی
تھی اس لئے اب اس کی درخواست کرتے ہیں اور فرطے
ہیں کہ اے خدائے بے نظیر! جب کہ تو نے اس گفتگو کو ہمارا حلقہ گوش کیا
ہے اور ہمارے کانوں تک پہنچایا ہے تو اب تو بخشش کر اور ہمارا کان بچھڑ
کہ بقسمہ ہم کو اس مجلس تک پہنچا دے جس میں یہ مست لوگ (اہل اللہ) تیری

وہ شراب یعنی شراب ایمانی پیتے ہوں تاکہ ہم کو بھی اس شراب کا کچھ حصہ مل جائے۔ اور جبکہ تو نے اس مشک (ایمان) کی خوشبو ہم تک پہنچائی ہے اور اسی صفت ہم کو معلوم کرائی ہے تو اب اس کے ڈبر کو بند مت کر۔ اور اس ہم کو مستفید کر۔ کیونکہ آپ بڑے دینے والے ہیں چنانچہ کیا مذکر کیا مؤنث۔ سب کو آپ بے دریغ دیتے ہیں اور وہ سب آپ ہی کا دیا کھاتے ہیں آپ بے مانگے دیتے ہیں اور قلوب عارفین پر ہر دم علوم و معارف کے سینکڑوں دروازے کھولتے ہیں اور آپ نے کتنے ہی ایسے عمدہ حروف ان کے لوح قلب پر نقش کئے ہیں جن سے سنگیں دنوں کا دل ہی موم ہو گیا اور آپ نے ایسے نون ابرو و صا و چشم و جیم گوش (معارف نفیسہ) اس تختی پر لکھے ہیں جنہوں نے سینکڑوں عقل و ہوش کو مفتون کر لیا۔ اور جن سے عقل باریک بین رخصت ہو گئی پس اے خوشنویس ادیب وہ پاکیزہ و ہوش ربا ہمارے لوح قلب پر بھی لکھئے۔ اور جس طرح آپ نے علوم و معارف کو قلوب اہل اللہ پر القا فرمایا ہے یونہی ہمارے قلب پر بھی القا فرمائیے چونکہ مناجات میں تحریر نقوش کا تذکرہ تھا۔ اسلئے مولانا اس تحریر کے متعلق مفصل گفتگو کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

کہ حتی سبحانہ ہر دم، ہر فکر کے مناسب اس کے غیر محسوس لوح پر۔ نفیس نفیس نقوش و صورت ہنر مند نقش فرماتے ہیں اور اس لوح خیال پر عجیب عجیب حروف تحریر فرماتے ہیں جو باوجود نفیس حس میں مشترک ہونے کے چشم و ابرو و خط و خال کی طرح خصوصیات حس میں مختلف ہوتے ہیں۔ میں ان صورتوں غیر محسوس کی اسلئے تعریف کرتا ہوں کہ میں غیر محسوس پر عاشق ہوں نہ کہ محسوس پر۔ اسلئے کہ غیر محسوس معشوق میں وفا اور پائیداری زیادہ ہے بہ نسبت محسوس کے۔ و نہ ظاہر نہیں یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اب ہم اصل مضمون بیان کرتے ہیں اور کہتے

ہیں کہ اُس نے لوح خیال پر صور ذہنیہ ترسم کیں اور عقل کو ان کا پڑھنے والا اور مدرک
 بنایا۔ تاکہ وہ ان کو پڑھ کر تدبیرات میں ان کے مناسب تصرف کر سکے
 اور جس طرح فرشتے لوح محفوظ سے احکام روزانہ معلوم کرتے ہیں یوں ہی وہ اس
 لوح خیال سے ہر صبح کے وقت ہر روز کا سبق پڑھ لیتے ہیں یعنی ان امور کو
 معلوم کر لیتے ہیں جو اس کو ہر روز کرتے ہیں (ہر صبحی درس اور ہر روز کے
 قیود لازمی نہیں کیونکہ نہ یہ ضرور ہے کہ عقلی امور کو صبح ہی کے وقت سوچے اور نہ
 ہی یہ ضرور ہے کہ ہر روز سوچے اور نہ یہی کہ تمام دن کے کام سوچے پس یہ قیود
 اتفاقہ ہیں) — تم دیکھو کہ لوح غیر محسوس پر کیسے اُضحیٰ حروف لکھے ہوئے
 ہیں۔ جس کی سیاہی کی خوبی سے اہل خیال متحیر اور اس پر فریفتہ ہیں۔ چنانچہ
 ہر شخص ایک خیال کو لپٹا ہوا ہے اور اس کی بنا پر ایک حشرانہ کے عشق میں مبتلا ہو کر
 اس کے کھوج میں لگا ہوا ہے مثلاً ایک شخص ایک خیال کی شان و شوکت سے متاثر
 ہو کر پہاڑ کی کانوں میں سونے چاندی کی تلاش میں جاتا ہے۔ دوسرا شخص دوسرے
 خیال کے سبب پوری کوشش سے موتیوں کی خاطر دریا کی طرف چلا ہے۔
 تیسرا شخص رامب بن کر گر جا میں بیٹھا ہے۔ چوتھا حرص کی بنا پر اپنے کسب میں لگا ہے
 پانچواں، محض۔ خیال کی بنا پر لوگوں پر ڈاکہ ڈالتا ہے۔ چھٹا شخص محض خیال کی بنا پر
 ایک مجروح کا مرہم اور ایک مبتلائے رنج کے لئے موجب راحت ہے۔ ساتواں
 شخص عملیات پر دل کھوئے ہوئے ہے۔ آٹھواں نجوم پر قدم جمائے ہوئے ہے
 نو اُن منافع کے لیے کشتی پر سوار ہے۔ دسواں فسق میں مبتلا ہے گیا رہتا ہے نیک
 ہے۔ پس یہ مختلف روشیں جو عالم بیر۔ فی و اندرونی رنگارنگ خیالات کے سبب
 دیکھا جاسکتی ہیں جو مساعی شتی اس عالم میں ظہور پذیر ہوتے ہیں وہ اپنے خیالات مختلفہ
 کا اثر ہیں؛ اور دلیل اسکی یہ ہے کہ ہر ایک دوسرے کی روش میں حیران ہے اور کہتا

ہے کہ یہ شخص یہ کام کیوں کرتا ہے اس کو یہ نہ کرنا چاہیے بلکہ وہ کرنا چاہیے جو میں
 کرتا ہوں اور جو شخص کام کو اچھا سمجھتا ہے وہ اسی کو مانتا ہے اور دوسرے کاموں
 پر انکار کرتا ہے۔ پس یہ دلیل ہے اختلاف خیالات کی۔ کیونکہ
 اگر خیالات مختلف نہ ہوتے تو روشوں میں یہ تضاد کیوں کر ہوتا۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ لوگ مختلف خیال ہیں۔ تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ
 اس حالت میں ان کی ایسی مثال ہے

جیسے سمت قبلہ نامعلوم ہوتی ہے تو لوگ تحسری کرتے ہیں اور ہر شخص بدیں خیال
 کہ قبلہ ادھر ہے ایک ایک طرف رخ کر لیتا ہے مگر جب صبح ہو جاتی ہے اور کعبہ
 ظاہر ہو جاتا ہے اس وقت انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ کون غلطی پر تھا۔ یا مثلاً
 ہر غوطہ زن پانی کے نیچے کچھ نہ کچھ جلدی سے اٹھا لیتا ہے اور بیش بہا موتی کی توقع
 میں جو کچھ ہاتھ لگتا ہے اس کو توبرہ پر کر لیتا ہے لیکن جب وہ اس گہرے دریا کی تہ
 سے باہر آتے ہیں اس وقت وہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے جسے بڑا موتی ملا اور وہ بھی
 چھوٹا موتی ملا اور وہ بھی جسے کس کرا اور پوتیہ ملی۔ کیونکہ مطلوب ان غنی رہا اور ہر ایک نے
 اپنے لالچ کی نظر سے جس طرح ظہور صبح کے بعد متحیران قبلہ اور دریا سے نکلنے کے بعد
 غواصین کا امتحان ہوتا ہے یوں ہی حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کا زمین حشر
 میں زبردست امتحان لیں گے جو بہت سوں کے لئے رسوائی بخش ہوگی کیونکہ اس وقت
 انہیں معلوم ہوگا کہ جس کو ہم قبلہ و مقصود سمجھے ہوئے تھے وہ حقیقت میں ایسا
 نہ تھا اور جس کو ہم گویا ہمارا خیال کرتے تھے وہ گویا ہمارا نہ تھا۔ نین جس طرح
 شب تاریک میں متحیران قبلہ ایک ایک جہت کو قبلہ سمجھے ہوئے ہیں اور غواصین
 جو کچھ ان کے ہاتھ آتا ہے اس کو موتی سمجھ کر توبرہ میں بھرتے ہیں۔
 یوں ہی تمام لوگ پر دانوں کی طرح دنیا میں ایک شمع مقصود کے گرد اڑ رہے

ہیں اور اس خیال سے اپنے کو آگ سے ٹکراتے اور اپنی شمع مقصود کے گرد طواف کرتے ہیں کہ یہ ہمارے موسکبخت کی مطلوب آگ ہے۔ جس کے شعلہ سے ہماری ... امیدوں کے خشک درخت ... ہرے بھرے ہو جائیں گے۔ ان لوگوں نے حقیقی آتش موسکبخت (مقصود حقیقی) کی چھوٹی مستی ہے اور ہر شر کو وہ ہی آگ سمجھ لیا ہے یعنی جس شخص جس چیز کے اندر خوبی مشاہدہ کی اسکو مطلوب حقیقی خیال کر کے اس کے پیچھے ہولیتا ہے۔ لیکن واقع میں ایسا نہیں ہے اسلئے جب یہ شب ظلمانی یعنی دنیائے فانی ختم ہوگی اور بوقت صبح قیامت نور بقا جلوہ گر ہوگا۔ اس وقت ہر شخص کو معلوم ہوگا کہ وہ کیسی شمع تھی۔ جس پر وہ فریفتہ تھا اس وقت بعض کو معلوم ہوگا کہ وہ شمع تھی جس کی طلب کی تھی۔ اور اسی کی طلب میں انہوں نے اپنے قویٰ جسمانیہ کو صرف کیا تھا۔ ایسے لوگوں کو وہ شمع ظفر (حق سبحانہ) ان سوختہ پروں اور صرف کی ہوئی قوتوں کے معاوضہ میں بکثرت اُن سے بہتر پر اور قویٰ عطا کرے گی۔ اور بہت پر روانے اندھے ہوں گے۔ جو بری شمعوں کے نیچے پر چلے پڑے ہوں گے یعنی انہوں نے اشیاء غیر مطلوبہ فی نفس الامر کے لئے اپنے قویٰ کو صرف کیا ہوگا یہ لوگ پشیمانی اور سوز و رمنے سے تڑپتے ہوں گے اور آنکھ بند کر دینے والے خواہش نفسانی کے ہاتھ سے فریاد کرتے ہوں گے اور ان کی شمعیں بزبان حال کہتی ہوں گی کہ جبکہ ہم خود ہی جلی ہوئی ہیں تو تمہیں جلن سے کیونکر رہائی دے سکتی ہیں اور وہ رو کر کہتی ہوں گی کہ ہمارا سر تو خود ہی جلا ہوا ہے۔ اس لیے ہم خود روشن نہیں ہو سکتی تو ہم تمہیں کیونکر روشن کر سکتی ہیں یعنی ہم خود ناقص اور عاری عن الکمال ہیں۔ پھر ہم ... تمہیں کیا فائدہ پہنچا سکتی ہیں۔

ان کے جواب میں یہ لوگ کہتے ہوں گے کہ ہمیں تمہارے اشتباہ بالمقصود الحقیقی سے دھوکا ہوا۔ اور افسوس ہے کہ ناوقت تمہاری حقیقت کھلی کیونکہ شمع گل

ہو چکی ہیں شراب ختم ہو چکے ہیں۔ محبوب ہماری غلط بینی کی عار سے محجوب ہو چکا ہے
یعنی اب مطلوب کا ملنا ناممکن ہو گیا ہے اور ہمارے منافع خسران ہو چکے ہیں اس
وقت ہم اپنے اندھے پن کی خدا سے شکایت کرتے ہیں۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ بڑے اچھے ہیں ہمارے معتمد بھائیوں۔ اہل اللہ کی
روصی کہ وہ سلمان اور مومن اور عابد ہیں اور دیگر لوگوں نے تو اپنا رخ ایک ایک
جانب کر رکھا ہے مگر وہ حق سبحانہ کی طرف متوجہ ہیں جو کہ ازجہات ہیں اور دیگر
کبوتر... ایک ایک خاص سمت میں جا رہے ہیں مگر یہ لوگ اس طرف جا رہے ہیں
جس کے لئے کوئی جہت نہیں اور دوسرے تمام عقاب ایک جگہ سے دوسری جگہ
اڑ کر جا رہے ہیں لیکن یہ عقاب ایسی جگہ جا رہے ہیں جو فی الحقیقت کوئی جگہ
یا گھر نہیں ہے یعنی عالم غیب کی طرف۔ اور کہتے ہیں کہ ہم نہ ہوائی جانور ہیں نہ خاکی
جو طالب جہت یا مکان ہوں اور ہماری غذا تو عدم الغذا ہے۔ دون الجوع طعام
الصدیقین۔ رہی یہ بات کہ اس قدر فراخ ہماری روزی کیوں ہے اسکی وجہ یہ ہے
کہ ہماری طبیعت تمہارے خلاف ہے کیونکہ دریدن قبار ہمارے حق میں قبادوزی ہے
اور جو شے ہمارے لیے موجب فساد ہے وہ ہمارے لیے موجب اصلاح ہے پس
جیسے کہ تمہاری طبیعتوں میں اختلاف ہے تو اس کے آثار میں یہی اختلاف ہوگا۔
پس اسی جو چیز تمہاری غذا ہوگی ہماری غذا اس کے خلاف ہوگی۔ پس چونکہ
تمہاری غذا دانہ ہے اسلئے ہماری غذا بے دانگی ہوگی۔ چونکہ اوپر قبا چاک
کرنے کا ذکر آیا تھا اسلئے مولانا اسکی ایک قصہ کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔
اور کہتے ہیں کہ ایک صوفی کو قبض پیش آیا تھا تو انہوں نے متوحش ہو کر کڑتہ بھاڑ
ڈالا۔ اس کے بھاڑ ڈالنے کے بعد اس کو بسط ہو گیا اس پر انہوں نے کڑتہ
کا نام فرجی رکھ لیا اور ان کا رکھا نام لوگوں میں مشہور ہو گیا۔

القسمہ ! یہ نام مشہور ہو گیا اور اس کی حقیقت تو شیخ مذکور نے لیلیٰ اور لوگوں کے اندر اس کی صورت اور نام رہ گیا اور کچھ فرجی ہی کی تخصیص نہیں بلکہ ہر ایسے نام سے جو دو چیزوں پر مشتمل تھا جن میں ایک کارآمد اور بمنزلہ حصہ صاف کے۔ تھی یعنی مغز اور دوسری ناکارہ اور بمنزلہ تپھٹ کے یعنی صورت۔ کارآمد اور صاف شے کو لے لیا اور دوسری شے کو جو کہ بمنزلہ تپھٹ کے تھی چھوڑ دیا یعنی اس کا مغز لے لیا اور وہ صورت جو کہ بے کار تھی اسے چھوڑ دیا۔

[فائدہ :- یا درکھو کہ یہ تجزیہ وہیں ممکن ہے جہاں حقیقت اور مغز بدوں صورت کے پائی جا سکے اور صورت مقصود ہو لیکن جہاں حقیقت و مغز بدوں صورت کے پائے ہی نہ جا سکتے ہوں اور صورت بھی مقصود ہو جیسے صوم و صلوة وغیرہ امور شرعیہ وہاں یہ تجزیہ ممکن نہیں۔ فافہم ولا تزل]

خیر ! یہ حالت تو شیخ مذکور کی تھی اب اوروں کی حالت سنو: ان میں جو گل خوار تھے انہوں نے تپھٹ اور صورت غیر مقصودہ کو لے لیا اور جو صوفی تھے انہوں نے حصہ صاف اور مغز لے لیا کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ ہر درد کے لیے صاف ہوتا ہے اور درد کی دلالت بر صفا کے سبب اس صافی کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے۔ اس بنا پر ان کا ذہن درد سے صاف کی طرف منتقل ہوا۔ اور چونکہ درد بمنزلہ عسر کے تھا اور صاف بمنزلہ یسر کے اور صاف بمنزلہ پختہ چھو ہمارے کے تھا اور درد بمنزلہ کچے چھو ہمارے کے۔ اس لئے درد کو چھوڑ دیا اور صاف کو لے لیا۔ آگے مضمون ارشاد دی بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اول اتنا سمجھ لو کہ ہم لوگوں کی ریاضات و مجاہدات :- جو حالاً عسر میں مالا یسر ہیں۔

پس تم کو سختی حال کو دیکھ کر مایوس نہ ہونا چاہیے اور اس کو اختیار کرنے سے گھبرانا نہ چاہیے۔ کیونکہ تم اس موت (عسر) سے حیات (یسر) تک پہنچو گے۔

جب یہ معلوم ہو گیا تو آپ کہتے ہیں کہ اگر تم کو صفا کی ضرورت ہے تو تم قبلے
ہستی کو چاک کرو۔ اس کی تم بحر صفوت سے سر نہکا لو گے اور صفا تم کو مل جائیگی
ایسا کرنے سے تم کو اس طریق کی دشواری مانع ہو سکتی تھی۔ سو اس کو تم پہلے ہی دفع
کر چکے ہیں اب کوئی مانع نہ رہا۔ پس تم کو ضرور صفا حاصل کرنی چاہیے کیونکہ صوفی وہ
ہے جو طالب صفا ہو۔ اور پشیمینہ پہننا۔ گڈری سینا۔ اعلام کرنا تصوف نہیں ہے
مگر کیا کیجئے کہ نا اہلوں نے تصوف کو خراب کر دیا۔ ان پاگلوں کے نزدیک حقیقت تصوف
صرف اتنا ہے کہ گڈری کا بنڈل اور رنڈی بازی کر لی۔ اس لئے وہ واقعی حقیقت تصوف
کو حاصل نہیں کرنا چاہتے اور عوام بھی ان کی دیکھا دیکھی اسی روش پر چلتے ہیں۔

ہاں تو ہم نے کہا تھا کہ صوفیانہ لباس تصوف نہیں یہ صحیح ہے۔ مگر اس نیت
کہ اس صفا کا خیال رہے۔ — بایں طور کہ اس سے تصوف اور صوفیہ کی طرف
ذہن منتقل ہو اور ان سے صفا کی طرف اور اس نام نیک کے سبب کہ یہ اہل اللہ
کا لباس ہے اگر کوئی رنگین لباس پہنے تو اچھا ہے مگر اس شرط سے کہ اس خیال ہی
پر نہ جم جائے بلکہ اس حقیقت کی طرف یو نہی ہے جس طرح بلی روٹی کی بو سے
روٹی کی طرف۔ یہاں تک ان لوگوں کی اصلاح فرمائی تھی جو لباس صوفیانہ پہنتے
تھے اور صوفی نہ تھے اب اسکی اصلاح فرماتے ہیں۔ جو بوجہ حقیقت تصوف حاصل
نہ ہونے کے لباس صوفیانہ کو ناپسند کرتے ہیں۔

اور فرماتے ہیں کہ اے طالب عشق! یہ لباس مطلقاً بے سود نہیں ہے کیونکہ اس
صورت صفا جس کو بوائے صفا کہنا چاہیے حاصل ہوتا ہے اور جو حقیقت کی طرف
رہنما ہوتی ہے۔ دیکھ یعقوب علیہ السلام بوائے یوسف ہی سے توحید عشق ہو گئے
تھے۔ یعنی ان کو بوائے مطلوب ہی سے تو مطلوب کا پتہ چلا تھا۔ پس اے بوائے
صفا بے سود کیونکر ہو سکتی ہے اور جب وہ بے سود نہیں تو لباس صوفیانہ مطلقاً

بے سود کیونکر ہو سکتا ہے۔

خیر! یہ مضمون تو استطاردی تھا اب سنو! کہ جو چیز تم کو خدا تک نہیں پہنچنے دیتی۔ وہ تمہارا خیال غیالِ شر ہے کیونکہ خیالات مذکورہ سراسر ابدیہ جلال رب و الجلال کے ارد گرد پہرہ دار ہیں۔ جس کو غیرت خداوندی نے اسلئے قائم کیا ہے کہ وہ ناقابلِ حضوری لوگوں کو آگے نہ بڑھنے دیں۔ بنا بریں وہ ہر طالب کو یہ کہہ کر روک رہا ہے کہ ادھر جدھر تم جانا چاہتے ہو رستہ نہیں ہے۔ اور ہر خیال یہی کہتا ہے کہ ٹھہرو! آگے نہ جاؤ۔ بجز ان تیز گوش اور تیز ہوش لوگوں والہ اللہ آگے۔ جو جیشِ تأییدات ربانیہ کے سبب سے جوش میں لڑتے ہوئے ہیں ان کو کوئی خیال نہیں روک سکتا۔ پس یہ لوگ تخیلات سے گذر کر مات سے پہنچ جاتے ہیں اور تیسرے شہ پہلا کر باہر نکل جاتے ہیں اسلئے کہ ان کے پاس تیسرے شہ ہوتا ہے اور قاعدہ ہے کہ جس کے پاس تیسرے شہ ہوتا ہے اس کو رستہ مل جاتا ہے اور وہ حضرت شاہی تک پہنچ جاتا ہے [فائدہ: توضیح اسکی یہ ہے کہ زمانِ قدیم میں یہ قاعدہ تھا تیسرے بادشاہ کا نام لکھا ہوتا تھا پس جو شخص پہرہ والوں کو وہ تیر دکھلا دیتا تھا پہرہ ولے اُسے نہ روکتے تھے گویا کہ وہ پروانہ شاہی ہوتا تھا۔

پس حاصل یہ ہوا کہ اہل اللہ کے پاس پروانہ شاہی ہوتا ہے یعنی تأییدِ حق

اس کے شامل حال ہوتی ہے اسلئے ان کو کوئی خیال نہیں روک سکتا۔

(فائدہ: یہ بھی ممکن ہے کہ تیسرے شہ سے مراد عشقِ حق سبحانہ مراد ہو)

فی المنہجات

اے قدیم رازدانِ ذوالمنن

لے احاطوں والے، راز کو جاننے والے قدیم

ایں دلِ سرگشتہ را تدبیر بخش

اس حیرانِ دل کو تدبیر عنایت کر دے

جرعہ بر رختی زانِ خفیبہ جام

ترنے اس شہیدہ جام سے گھونٹ گرا رہا ہے

جُست زلفِ رخ از جرعہ نشا

گھونٹ کا نشان زلف اور رخ پر تراش کیا؟

جرعہ حُسنِ ست کاینِ کشت

حُسن کا گھونٹ ہے کہ یہ ناک بھل ہے

جرعہ خاکِ آمیز چوں بجنوں کند

دلی میں جا رہا گھونٹ جگر بجنوں مٹا دیتا ہے

ہر کسے پیشِ کلونے جامِ کپا

ہر شخص ایک دلی کے دینے کے سامنے کپڑے مٹا دیتا ہے

جرعہ بزمِ ماہ و خورشید و محل

ایک گھونٹ ہے چاند اور سورج اور برج محل پر

جرعہ گویشِ اے عجب یا کیما

تعب ہے تو اس کو گھونٹ کہہ لے یا کیما

جد طلبِ کسبِ اولے و ذوقوں

لے ہر نند! اس کا اثر کوشش کا خواہاں ہے

جرعہ بر لعل و بر زرد و زَر

ایک گھونٹ ہے لعل اور سونے اور سترچ پر

جرعہ بر رُوئے خوابِ لطاف

ایک گھونٹ ہے نازک انعامِ حیرت کے رخ پر

چوٹِ ہی مالی زباں را اندریں

جبکہ تو اس پر زبان کر لستا ہے

درِ رہ تو عا جسزیم و متحن

تیری راہ میں ہم عاجز ہیں اور شقت میں ہیں

وین کمانہائے دو تو را تیر بخش

ان عینہ کمانوں کو تیر عنایت کر دے

برزین خاکِ مین کا پس الگزام

خاک کی زمین پر کریموں کے پیالے سے

خاکِ اشاہاں بھی لیسند ازاں

اسی وجہ سے شاہِ خاک کو چاہئے ہیں

کہ بصد دل و زو شب می پوشش

کہ تو دل و زبان سے دن رات اس کو چومتا ہے

مترانا صاف او خود چوں کند

تو تجھے اس کا صاف کیا بناوے؟

کاں کلونخ از حُسن آمد جرعہ ناک

کیونکہ وہ دیبا حُسن سے گھونٹ ماں کے پیش ہے

جرعہ بر عرش و کرسی و زطل

ایک گھونٹ ہے عرش اور کرسی اور زطل پر

کز آسبش فنا گرد بقا

کہ اس کے اثر سے فنا بن جاتی ہے

لَا تَمَسُّ ذَاكَ إِلَّا الظَّاهِرُونَ

اس کو نہیں چوسکتے ہیں مگر پاک لوگ

جرعہ بر خمر و بر نقل و عثر

ایک گھونٹ ہے شراب اور چینی اور پھل پر

تا چگونہ باشد آن رواقِ صاف

تو اس چمن ہونے اور صاف کا کیا مال ہوگا؟

چوں شوی چوں مینی آنرا پے ز طیس

تو تیر کا مال ہوگا جبکہ اس کو بیزنی کے بجائے

لے جرعہ بر لعل و زطل

دلی ہے وہ این طہات سے

فانی تیری طہات و کمال

جرعہ بھلتے ہیں۔ جرعہ۔ فانی

تیر عطا ہوتی ہیں جو کہ

و کمال کا کہ ہر جرعہ ہا کتہ

فنا لیں۔ حسانہ و طہات

مکمل۔ عینیت لہ۔ تیر جرعہ

لے جرعہ۔ زطل و زطل

کاسی الکریم و عینیت

کے پیالے سے زمین کو بھی

جرعہ دے۔ عینیت مطاہر

تندست ہیں جس ازل کی بقا

نمودار ہوئی ہے جس کا جو

سے وگ ان کے شیرازی ہیں

مکمل۔ خوش۔ بخار۔ پستی

اس کے شبن ازل کی وجہ

سے ہو رہی ہے۔ خاک آئینہ

وہ جہنم و اذات میں ظہور

ہو رہا ہے۔ شب اس نے دیا

نار کا ہے تو جو حق اس

سے متروک ہے۔ اس کا کیا مال

ہوگا۔

لے جرعہ جس قدر مظاہر

میں وہ جہنم حقیقی سے سزا

میں خواہ وہ پانچ سو برس ہو

یا عرض و کرسی وہ گھونٹ جہنم

حق ہے حاصل ہوتا ہے اس

سے فانی بھی فنا حاصل کریتا

ہے۔ جرعہ اس گھونٹ کے

مائل کرنے کے لئے ہے

کاہر دل کی ضرورت ہے

اک باطنی طہات مائل ہوئے

..... جرعہ۔ دنیا کی ہر طرف

پہنچنے میں شہی ازل سے

گھونٹ حاصل کر لیا ہے جس

مسلوق جس کے جود و شہی

لے جہنم جبکہ اس گھونٹ جود

کو دیکھ کر یہ حال ہوئے اگر

صاف جود و دیکھ کا کیا مال

ہوگا جبکہ جس مسلوب سے موت

کے وقت وہ جرحہ واپس لے لیا
جاتا ہے تو تواسر دیکھا بھی نہیں
نہیں کرتا ہے اور بہت جلد
کو دل کرنا پورا درپس سے
ایسی رفات پر غیب کر لے
لے جانے صاف گئی سے
وصل کی لذت کا بیان نہیں
ہے۔ حق دیا و حق کا لطف
اور شرح ناقابل بیان ہے
جدا ایسا جیتی میں کے
ورب سے جلد میں ماسل
کہہ ہیں وہ غیب و غیب
ہیں کہ وہ ملاحظہ ہر جس میں
لطف ہیں وہ غرض قابل
کھسکا گیا ہے جدا دریا
معنی لڑائی کا دریا جس قدر
وسیع ہے کہ اس وقت مستند
اس کے سلسلے شہر کا طور ہیں
ازتحت عاجز۔
تھے جوش کرد ملاحظہ وقت
والے جو ہے ہم جوش میں
ہم عاجزوں کو درپس جوش
ملاحظہ کر کے کرتا۔ اگر کسی
گرفت کے لئے ہمارے زیاد
جائز ہو تو ہم فریاد کریں وہ
خاموشی اختیار کریں۔
تھے آج صوفی کی اصطلاح
میں ہے مراد انسانی گفت
حرف ہے مراد اس کا بیان
کر رہے تھے وہ بیان میں دیکھی
باتیں آگئے اب اس کا بیان
ختم کر کے دوسری مذہب متنا
کا بیان شروع کرتے ہیں۔

چونکہ وقت مرگ اس جرحہ صفا
چونکہ موت کے وقت وہ معنی سمونٹ
اسی مانند میسین زودش دین
جرحہ میں اس کو تو بھلی سے دن کر دتا ہو
جال چوبے اس جیفہ بنامید جمال
جان جب اس فرار کے نیز خوش دکھا سکی
مہر چوبے اس ابر بنامید ضیا
چاند جب اس ابر کے بغیر روشنی دکھائے گا
جندا آس مطبخ پر نوش و قد
سمان اللہ وہ کیسا شہد و شکر ہے پر مطبخ ہے
جندا آس خرمن صحرائے میں
وہ دین کے سہرا کا خرمن کیا ہی عمدہ ہے
جندا دریا نے عمر بے غم
بے غم عمر کے دریا کے کیا کہنے ہیں
جرحہ جوں ریخت ساقی الت
الت کے ساقی نے جب ایک گونٹ پہنایا
جوش کر داکا خاک نازاں خوشیم
اس خاک نے جوش لہا اور ہم اس جوش میں ہیں
گر زو ابدا نہ کر دم از عدم
اگر مانو ہو تو عدم و گرفت کا دار کر دے
ایں بیان بطرح صفت ششست
ہے ہم کی ادویہ بط کا سیاسی ہے
ہست در بط غیر این بخیر شہر
بط میں اس کے وہ ادب سے خیر و شر ہیں

زیر کلوخ تن بگردن شد جدا
جسم کے اس دھبے سے اترنے پر جدا ہو گیا
کیں چنین شست و دو جمل بدترین
کہ یہ ایسا بدنام اور کم رتبہ کیوں ساتھ تھا!
کے تو ائم گفت لطف آسصال
اس وصال کا لطف میں کیا کہہ سکتا ہوں
شرح تتوان کرد اناں کار و کیا
اس صالہ اور کیا کی کی طرح نہیں کی جاسکتی
کیں ملاطیس کا لیسان ویند
کہ یہ شہنشاہ اس کا پیارا چائے والے ہیں
کہ تو دہر خرمن آس را خوشہ چین
کہ ہر خرمن اس کا خوشہ چین ہوتا ہے
کہ بود زو ہفت دریا شبنم
کوس کے میدان ساقوں دریا شبنم ہیں
بر سر ایں شورہ خاک یر دست
اس بخیل جسم زہین پر
جرحہ دیگر کہ بس بے کوششیم
(لے خدا) دوسرا گونٹ کہ ہم نے طاقت میں
ورنہ وایں گفتنی بک تن دم
اور اگر یہ آئی کہنی ہے تو میں بچھڑا ہوا
از خلیل آموز کاں بط ششست
علین اللہ سے بک لے یہ بھلائی کے تاج
ترسم از فوت سخنہائے دگر
میں دوسری باتوں کے محو بلکہ نکتہ انا ہوا

شرح
اے قدیم اور راز داں اور صاحب انعامات بکیراں - ہم آپ کے
راہ میں عاجز اور مصیبت زدہ ہیں پس آپ ہمارے دل
سرگشتہ رئیس ضلالت کو چارہ کار اور اسے نکلنے کی تدبیر سمجھائے اور ان بڑی

کمانوں (ہمارے دہانے کٹر) کو تیر (رائے صائب) عطا فرمائے۔ آپ بڑی قدرت والے ہیں۔ چنانچہ آپ نے کمال مخفی کے جام سے جس اہل اللہ شرابِ مجت پیتے ہیں۔ خاک پر جرعه گرایا اور اس کی بھینٹ زلفِ سخ حینال پر پڑی تو اس کا اثر یہ ہوا کہ بادشاہ تک انہیں چاہتے ہیں۔

یہاں سے مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ جرعه حسن ہے جس سے یہ خاک اجسام حینال اس قدر اچھی ہے کہ تم رات دن اسے چومتے ہو پس تم خیال کرو کہ جب وہ جرعه حسن جس میں خاک کی آمیزش ہے آدمی کو دیوانہ بنا دیتا ہے تو وہ حسن جو اپنی محضت اور حرکت پر باقی ہے کیا حالت کر گیا لیکن افسوس! کہ لوگوں نے اس حسن کو نظر انداز کر دیا ہے اور ہر ایک شخص اس ڈھیلے بردار ہے جو اس حسن سے ایک جرعه حاصل کئے ہوئے ہے۔ اس مضمون ارشادی کو ختم کر کے پھر بیان قدرت شروع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ایک جرعه آپ نے چاند اور سورج اور برج حمل پر ڈالا ہے اور ایک جرعه عرش و کرسی و زحل پر۔

اب مولانا کو جوش ہو گیا ہے اور فرماتے ہیں کہ اسے جرعه کہا جائے یا کیمیا۔ نہیں اسے تو کیمیا کہنا چاہیے کیونکہ اس میں قلبِ ماہیت کی خاصیت ہے اور اس کی اثر سے عدم منقلب ہو جاتا ہے۔ لوگو! تم اس عجیب الخاصیت جرعه کے اثر کو نہایت کشش سے حاصل کرو۔۔۔۔۔ تاکہ تمہاری قلبِ ماہیت ہو جائے اور تم نقصان سے کمال پر پہنچ جاؤ۔ مگر ایسے وہی ہو سکتے ہیں جو بنامسات و دھانیہ اور اخلاقِ مذلیل سے پاک ہوں۔ بس اول تم پاک ہو جاؤ۔

دیکھو! ایک جرعه اس کا لعل اور سونے اور مومنوں پر پڑا ہے اور ایک جرعه شراب اور نقل اور پھلوں پر پڑا ہے اور ایک جرعه حینوں کے چہروں پر پڑا ہے

جس سے ان اشیاء کی وہ حالت ہو گئی ہے جو تم دیکھ رہے ہو — اب تم غور کرو کہ اس خالص اور خوش آئند شراب کی کیا حالت ہوگی۔ اور جبکہ تم اس جرہ آمیز مٹی کو زبان سے چاٹتے ہو تو اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب اسکو بلا آمیزش خاک دیکھو گے۔

اور دیکھو! جبکہ انتقال کے وقت وہ جرہ صفا اس جسم خاکی سے طریان موت کے سبب جدا ہو جاتا ہے تو جو کچھ رہ جاتا ہے اس کو تم فوراً دفن کر دیتے ہو اور تعجب سے کہتے ہو کہ ایسی مکروہ اور بری شے کیسے ہم سے مفرد نہ تھی پس جبکہ وہ جرہ حسن اس قدر مکروہ شے کو اس درجہ محبوب بنا دیتا ہے تو جس وقت وہ جان جہاں بدوں اس جسم مردار کے جب جلوہ دکھلائے گا تو میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ وصال کس قدر پُر لطف ہوگا۔ اور جس وقت وہ چاند بدوں اس امر (جسم) کے اپنی چمک دکھلائے گا تو میں نہیں کہہ سکتا کہ اس وقت اسکی کیا شان ہوگی۔

اے وہ شیرینیِ وقت سے بھرا ہوا مطبخ جس کے یہ سلاطین (اہل اللہ) کا سہیں ہیں۔ یعنی مطبخِ جمالِ حق سبحانہ، نہایت عمدہ شے ہے اور وہ خرمینِ صحرائے دین یعنی کمال جس کے ہر خرمین کمالِ خوشہ چین ہے نہایت پاکیزہ چیز ہے اور وہ دریا کے عمر تنعم یعنی یہ حیاتِ بے غم کمال جس کے سامنے ساتوں سمندر بمنزلہ شبنم کے بے حقیقت ہیں نہایت عجیب شے ہے پس اس ضرورت متبع ہونا چاہیے اس کی یہ شان ہے کہ جب ساتی است (حق سبحانہ) نے اس عاجز اور شورہ خاک کے اوپر اپنے سر اسر کمال کا ایک جرہ ڈالا تو اس خاک کو جوش ہوا۔ اور اس ارضیت سے انسانیت تک ترقی کی۔ اور ہم اسی جوشِ نتیجہ ہیں۔ جب حال یہ ہے تو اے اللہ! تو ایک اور جرہ ڈال دے کیونکہ ہم میں ابھی نقصان موجود ہے اور ہم بہت بے کوشش ہیں تاکہ ہم اس قفسِ نقص سے نکل کر اوج کمال انسانی پر پہنچ جائیں جب دعا کر چکے تو اب مولانا پر حال غالب ہوا اور خیال ہوا کہ معلوم

نہیں کہ ہماری یہ درخواست زیبا ہے یا نازیبا۔ اسکی حق سبحانہ کی جناب میں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! اگر میرا یہ فعل مناسب تھا تو اس عدم کوشش کا روزگار و چکا تو قبول فرما۔ اور اگر نامناسب تھا تو معاف کیجئے۔ لیجئے میں خاموش ہو گیا اب آپ کو اختیار ہے۔ جو صادر فرادیں۔ آپ حکم ہیں۔ ہم آپکی مصلح میں دخل نہیں دیتے۔ خیرا یہ بیان تھا بط حرص کا۔ جو اشیاء ناسوتہ پر رغب ہیں اور خلاصہ اس کا یہ ہے کہ تم کو حضرت خلیل اللہ سے سبق لینا چاہیئے اور سمجھنا چاہیئے کہ یہ بط مار ڈالنے کے قابل ہے۔ بط حرص میں علاوہ مذکورہ بالا اوصاف کے اور بھی بہت کچھ برے اوصاف ہیں۔ مگر میں ان کو بیان نہیں کرنا چاہتا۔ کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ اور مضامین ضرور یہ رہ جائیں اسی لیے اسی قدر پر اکتفا کرتا ہوں۔

صفت طاؤس و طبع او و سبب کشتن ابراہیم خلیل
مورک صفت اور انیس کا مزاج اللہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ
علیہ الصلوٰۃ والسلام اورا
کے انیس کو مار ڈالنے کا سب

۱۵ بخت اور بخت جاہ
میں انسان لوگوں کو پالنے
کی کوشش کر رہے اور کب
کے لئے جائزہ نامائزہ
انتظار کرتا ہے۔ جھجھکیا
طاؤس اسی طرح لوگوں کو
پست کرتا ہے جس طرح انعام
سے بے خبر حال پست کرتا ہے
مقتدر اور بخت جاہ میں پست
کی روشنی نامائزہ ہوتی ہے
وہ حصول مقصد کیلئے ہوت
جنا ہے اور اپنا نامائزہ
کے دوستوں کو فراموش
کر دیتا ہے۔

آدمیک انوں طاؤس اورنگ
اب ہم درختے مورکے وکر پر آئے
ہمست او صید خلق از خیر و شر
اس کا ارادہ اپنے برے طریقوں پر خلق کا شکار کرنا
بے خبر چوں دام میگردد و شکار
ایسا ہی لالچ ہے جس طرح مال شکار کرتا ہے
دام را چہ فرو چ نفع اگر گرفت
گرفتہ رکھنے میں مال کا کیا نفع و نفعیان؟
اے برادر دوستاں فراموشی
اے بھائی: قرعہ دوستوں کو بلنہ کب
کارت این بودہ از وقت فراز
پیدا نش کے وقت سے تیرا ہی کام رہا ہے
کوکن جلوہ برائے نام و رنگ
کوہ غزوہ بات کے ذریعہ نشان کر رہا ہے
وز نتیجہ وفائدہ آں بے خبر
اور وہ نتیجہ اور فائدہ سے بے خبر ہے
دام را چہ علم از مقصود کار؟
جال کو کام کے مقصد کا کب علم؟
زین گرفت سپیدہ اش از شکفت
ان کی ہیں سمودہ گرفت سے مجھے تیرا ہے
باد و صد دلداری و بگذاشتی
سینکڑوں دلداریوں سے اللہ چھوڑ دیا
صید مردم کردن از دام و داد
جال اور بخشش کے ذریعہ لوگوں کا شکار کرنا

۱۰۰۰ نان۔ خبث ماہ وندو
 کو جو چاہے کسی کی حکمت
 سے اس کو کیا حاصل ہوا۔
 بہتر۔ یہ شخص نہیں ہو
 اتوں میں غم کو برساتا ہے
 آن کے۔ جس کی کو چھٹا
 ہے پھر اس کو چھڑتا ہے
 دوسروں کو چھٹا کرتا ہے
 کا ہی غلامانہ حرکات جاری
 رہتی ہیں
 ۱۰۰۰ خبث خود۔ روزِ فر
 ختم ہو جاتا ہے کہ خبث کو
 سرت آجاتی ہے دوسروں
 کا شکار کرتا ہے لیکن خود کو
 کا شکار نہ جاتا ہے۔ در زمانہ
 وہ شکاری ہوتا ہے جو
 شکاری کہلے خود شکار ہی
 جاتے۔ چون وہ آدمی پرانا
 شکار کا شکار نہ کرنا ہے کہ چڑی
 صحبت سے حال میں پھینکا
 ہے اور اس کا حال بد ہو
 لے لے لے لے لے لے لے لے لے
 توفیق کا شکار کر لیکن یاد وہ
 شکار ہے جو ہر کس دنا کس کے
 بال میں نہیں پھینکا ہے تو
 شق کا شکار جب کہ کیونکے
 کہ خود اس کا شکار نہ جاتے
 عشق شق کی صدا ہے کہ
 شکاری ہی بنے سے شکار ہی
 جاتا بہتر ہے۔ گل عشق کے
 سنا سے میں اپنے آپ کو بے
 عشق بنا دوں سو سے بننے
 کی بجائے تیرے بن جاؤں تیرے
 یہ عشق کا مقرر ہے۔ کہاں
 پر باد بن کر میرے در پر
 پہنچے جسے ہونے کے دعوے
 کو چھوڑ کر پروان بن جا۔
 ۱۰۰۰ مانتی۔ جب کیفیت
 ہو جائی تو حقیقی لذت پس
 ہوگی اور پھر انسان خود ہی
 شای کرے گا۔ (شعر)

زان شکار و انہی باد و بود
 اس شکار اور تک دو کی کشت سے
 بیشتر زلفت و بیگاہ است وز
 دن بیشتر چاہا اور نازت ہو گیا
 آں یکے کی گیر دایں می ہل دام
 ہر ایک کی کو اور اس کو بال میں سے چھڑنے
 باز اس را می ہل دمی جو در گر
 پھر اس کو چھوڑ دوسرے کی تھپس کر
 شب شود در دام تو یک صید
 رات ہو جائی تیرے بال میں کوئی نکلا نہیں
 پس تو خود را صید میکردی بدام
 تو نے بال سے خود اپنا شکار کر لیا
 در زمانہ صاحب دام بود
 کیا دنیا میں کوئی ایسا شکاری ہو گا
 چون شکار خوک آمد صید عام
 عام کہ جہاں سانسور کے شکاری مرے

آنکہ از صیدِ عشق تبس
 جو شکار کرنے کے قابل ہے دوسرے شق ہے
 تو مگر آئی و صید او شوی
 میں تو آ اور اس کا شکار بن جا
 عشق میگردد بگو شتم پست
 میرے کان میں عشق آت آت کہت ہے
 گول میکن خویش را و غرہ شو
 اپنے آپ کو بہر وقت بنائے اور غرہ بن جا
 بر درم ساکن شود و بیجا نہ باش
 میرے دروازے پر نہ پڑے اور بے گھر بن جا
 تا بہ بینی چاشنی زندگی
 تاکہ تو زندگی کا نطفہ دیکھے

دست در کن بیجیابی تا رو بود
 (حال میں) ہاتھ ڈال کر ۱۱۱۱۱۱۱۱ ہاتھ نہ بٹکا
 تو بجد در صیدِ خلقا نے ہو
 تو ابھی تک درکن کو شکار کرنے کی کوشش میں ہے
 ویں در گر را صیدی کن چون نام
 کیسوں کی طرح دوسرے کا شکار کر
 اینت لعب کو دکاں بے خبر
 عجب بے خبر بچوں کا کہیں ہے
 دام بر تو جز صداع و قید نے
 تیرے لئے جال ہونے اور تیرے قید کے ہو نہیں
 ک شدی مجبوس و محرومی ز کام
 کیونکہ تو قیدی ہو گیا اور کام سے محروم رہا
 ہجو ما احمق کہ صید خود کند
 ہم جیسا احمق کہ خود اپنا شکار کرے
 رنج بید لقمہ خوردن ز حرام
 مشقت بید اور اس سے بے لقمہ کا حرام

یک او کے گنبد اندر دام کس
 لیکن وہ کس کے جال میں پھینکا ہے؟
 دام بگذاری بدام او روی
 اپنا جال چھوڑ اس کے جال میں گرنا تار چو
 صید بودن خوشتر از صیادیت
 شکاری بننے سے شکار بن جانا بہتر ہے
 آفتابی را بار کن در زہ شو
 سورج بننے کو چھوڑ۔ ذرہ بن جا
 دعویٰ شمع میکن پروانہ باش
 شمع بننے کا دعویٰ نہ کر پروانہ بن جا
 سلطنت مینی نہاں در بندگی
 بادشاہی کو غلامی میں پتہ ہوا دیکھے

نعل بینی باثر گونہ در جہاں
دنیا میں نعل بندی دیکھ لے
بس طناب اندر گلو تاج دار
نعل میں شول کا بستہ اور تاج ہے
ہچو گور کا فسران پریش من
جس طرح کا ذوق کی تہ کو پاہر نہیں پہنچے ہیں
چوں قبور اک را جھٹک کر ماند
خردوں کی طرح اس پر بھی بڑا کر دیا ہے
طبع مسکنت مجتہص از منہر
تیری بھاری طبیعت جڑ سے آراستہ

تختہ بند انرا لقب گشتہ شہاں
پہنسی پر بیٹے والوں کا لقب بادشاہ چڑھا
بروے انہو ہے کہ ایک تاجدار
اس پر بیٹے کے کہ = بادشاہ ہے
واندروں تہر خدائے عزوجل
اور اندر خدائے عزوجل کا تہسہ ہے
پردہ پندار پیش آور دہ اند
غمزد کا پردہ سائے نکار دیا ہے
ہچو خسل موم بے برگ و ثمر
موم کی کھجور کی طرح بے برگ و ثمر ہے

میں جھگڑا پاؤں میں اور ہم
شاہان بے کمر و درون کے کلمہ
نعل بینی میں دنیا کے نام لے
میں جو دنیا کے قیدی ہیں لوگ
انکوش کہتے ہیں اور جولوگ
شاہ میں انکوش اور ملکا کے
جس تاج دار سولہ دیکھے
وقت مر اور کھول پر ایک
لوہی انکوش دیا جاتی ہے -
تاجدار بادشاہ نعل منڈکی
بیٹے ہے۔ موم کا جڑا -
سے جھٹک کر جڑے اور بھی
سے پا جو نعل خرم کھجور کا
سوی دھت اور دیاں جھٹ
حق تعالیٰ کے مہر تہر نو ہر
نعل جاتا ہے اور ہر شخص
مہر کا طالب اور تہرے عزیز

شرح اب ہم منافق طاؤس جاہ کی طرف آتے ہیں جو کہ شہرت اور عزت کے
لئے اپنی شان و شوکت ظاہر کرتا ہے اسکی حالت یہ ہے کہ وہ پہلے
بڑے لوگوں کو دام میں لاتا ہے مگر نتیجہ اور فائدہ اپنے فعل کا نہیں جانتا وہ اس
طرح نتیجہ سے بے خبر رہ کر شکار کرتا ہے۔ جس طرح کہ جال - کیونکہ جال کیا جانے
کہ بڑے جانوروں کو پھانسنے کا کیا مقصد ہے۔ نیز جان کا اس کے پکڑنے سے کیا
نفع نقصان - کچھ بھی نہیں۔ پس یہی حالت اس طاؤس کی ہے پس
اس لغو حرکت پر بھی تعجب ہوتا ہے کہ کیوں کی جاتی ہے اور یہ لوگ طالبین جاہ باوجود
دعویٰ عقل کے لوگوں کے شکار کے کیوں درپے ہیں۔

صاحبو! تم نے بہت ہی دلداروں سے دوست کھڑے کئے اور پھر اسکو چھوڑ
دیا۔ اور بچپن سے تمہارا یہی کام رہا کہ تم لوگوں کو دوستی کے جال میں پھانستے گئے
بھلا اس تمہیں کچھ ملا؟ تم ہی کہو گے کہ کچھ نہیں۔ پھر یہ حالت تو تم کو چاہیے کہ اس
شکار کرنے اور کثرت ساز و سامان سے دست کش ہو جاؤ۔۔۔۔۔۔ دیکھو تمہاری

عمر کا بہت سا حصہ گزر چکا ہے اور وقت نا وقت ہو گیا ہے مگر ہنوز تم نہایت
 کوشش کے ساتھ لوگوں کو دام میں لانے میں مشغول ہوئے اور اسے پکڑ اسے
 چھوڑ۔ اسے پھانس اسے چھوڑ۔ اسے ڈھونڈ۔ غرض کہ عجیب بچوں سا کاکیل
 کر رہے ہو۔ تم یاد رکھو کہ جب رات ہو جائے گی یعنی موت آ جائے گی اس وقت
 تمہاری حالت یہ ہوگی کہ تمہارے جال میں ایک بھی شکار نہ ہوگا یعنی نہ تمہارا کوئی
 ثنا خواں اور مجلس گرم کرنے والا۔ تمہارا مونس ہوگا نہ غمخوار بلکہ اس رات میں
 تم تنہا ہو گے اور اپنے کئے کو بھگت رہے ہو گے۔ اور تمہارا جال تمہارے
 لیے بجز درد سرا در قی کے کچھ نہ ہوگا۔ اور ثابت ہوگا کہ تم دوسروں کو نہیں
 پھانتے تھے بلکہ خود پھنس رہے تھے کیونکہ تم اس کام میں مجبوس ہو گئے اور
 اصل مقصد سے محروم رہ گئے۔

بھلا عالم میں کوئی ہم سا احمق جال والا ہی ہوگا جو خود اپنا شکار کرے ہرگز
 نہیں۔ بلکہ صرف ہم ہی احمق ہیں جو خود اپنے کو جال میں پھانس رہے ہیں پس جب
 یہ معلوم ہو گیا کہ دوسروں کو جال میں پھانسانا اور معتقدین و ثنا خواں پیدا کرنا خود اپنے
 کو جال میں پھانسانا اور سراسر حماقت ہے تو اسے چھوڑنا چاہیے اور سمجھنا چاہیے کہ عوام
 کو پھانسانا بالکل ایسا ہے جیسا کہ سور کا شکار کہ اس میں تکلیف تو بے حد ہے۔ مگر اس
 کا ایک لقمہ کھانا بھی حرام ہے کیونکہ اس پھانسنے میں بجز نقصان کے نفع کچھ بھی
 نہیں۔ اچھا تو پھر شکار کرنے کی کیا چیز ہے وہ صید عشق ہی ہے اسے شکار کرنا۔
 چاہیے لیکن وہ کب کسی کے دام میں آ سکتا ہے اسلئے اسکی صورت یہ ہے کہ تم خود اگر
 اس کے دام میں پھنس جاؤ اور اپنے دام صیاد کو۔۔۔ چھوڑ کر اسکے جال میں جاؤ
 عشق میسر کان میں چپکے چپکے کہتا ہے کہ صیاد و مردم سے صید عشق ہونا بہتر ہے
 اسلئے تم دنیوی ہوشیاری کو چھوڑو۔ اور بے وقوف اور بھولے بن کر میرے دام

میں آجاؤ اور عروت و قوت دنیوی کو چھوڑ کر تذلل و تمسک اختیار کرو اور گھر
 بار چھوڑ کر میکہ در پر پڑ جاؤ۔ اور مطلوبیت کو چھوڑ کر طالب بن جاؤ۔ تاکہ ..
 تمہیں لطف زندگی حاصل ہو۔ اور اس غلامی میں تمہیں سلطنت حاصل ہو جائے
 تم خور کرو گے تو تمہیں معاملہ برعکس نظر آئے گا اور تم دیکھو گے کہ قیدیوں کی یہاں
 کے عرف میں بادشاہ کہتے ہیں۔

اور بہت سے لوگ جن کے گلوں میں علائق دنیا کی رسیاں پڑی ہیں اور سونپی
 پر لٹکے ہوئے ہیں لوگ ان کے گرد جمع ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بادشاہ سلامت ہیں
 اور ان کی حالت قبور کفار کی سی ہے کہ ظاہر تو نفیس لباسوں آراستہ ہیں اور باطن
 میں قہر حق سبحانہ بھرا ہوا ہے۔

یعنی ان کا دل اخلاقِ رفیلہ اور نجاساتِ معنویہ سے مہر ہے ان لوگوں نے
 اپنے ظاہر کو قبور کفار کی طرح آراستہ کر رکھا ہے اور اس طرح اپنے عیوب پر
 ایک پردہ ڈال دیا ہے جو منشا ہے انکے غرور اور دعوے اور تعلی کا۔ یہ تو ان
 جاہ پرستوں کی حالت تھی جو صرف ظاہری شان و شوکت رکھتے ہیں اور باطن میں
 کوئی کمال نہیں رکھتے۔ مسگرے صاحب کمال دنیوی تو اسل دھوکا نہ کھانا اور
 اپنے کو صاحب کمال نہ سمجھنا۔ مانا کہ تیری طبیعت کمال دنیوی سے آراستہ ہے مگر وہ
 ایسے ہی ہے جیسے موم کا درخت کہ اس پر نہ پتے ہیں نہ پھل۔

در بیان آنکہ لطف حق را ہمہ کس اند و قہر را نیز ہمہ کس
 ہمسما بیان کہ اللہ تعالیٰ کی ہر کسب جانتے ہیں اور قہر کو بھی
 داند و ہمہ از قہر حق گریزانند و بلطف او آویزانند اما
 سب جانتے ہیں اور سب اس کے قہر سے گریز کرتے ہیں اور اس کی ہرے دہت میں

حق تعالیٰ قہر باراد لطف پنہاں کردہ و لطف ہارا در قہر
 لیکن اللہ تعالیٰ نے قہر کو ہر میں پوشیدہ کر دیا ہے اور قہر کو قہر میں
 پنہاں کردہ نعل باڑ گونہ و تلمیس و مکر اللہ بود تا اہل تمیز
 پوشیدہ کر دیا ہے اہل چال اور بناوٹ اور اللہ کا داؤد تھا کہ اہل تمیز
 و ینظر ینور اللہ از بے تمیزان حالے بینان ظاہر ہیں
 اور اللہ کے نور سے دیکھنے والے بے تمیزوں اور مال کو دیکھنے والوں اور اللہ کا ہر چیز
 جدا شونکہ لیس بلو کہم ایکم احسن عملا
 سے جدا ہو جائیں کیونکہ (فرمایا ہے) تاکہ وہ نہیں آئے کہ کون کس کے ہاتھ سے اچھا ہے

لہذا تہ قال میں ذہب حق
 کی چوٹی کا تاہن بیان ہے
 لیکن سمجھانے کے لئے کہو
 بیان کیا جا رہا ہے۔
 اللہ آفرے۔ لہذا لفظ
 آخرت میں بصورت اور
 کثرت نمایاں ہوں گے اور
 مجاہد و عبادت کی مشیت
 بصورت عروہ و فلان آخرت
 میں نمودار ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ
 نے آزمائش کے لئے ایک
 تہمیر فرمائی ہے انسان اگر
 دنیا میں نفسانی مذاکر میں
 لگے گا جیسا کہ جرحض کوثر
 میں تودہ آگ کو ماسل کرا
 ہے اور اگر عبادت کی مشیت
 میں لگے گا جیسا کہ جرحض
 وہ جرحض کوثر ماسل کر دیا
 نکل۔ نیروانی

گفت درویشے بدرویشے کہ تو
 ایک درویش نے دوسرے درویش سے کہا کہ تو نے
 گفت بیچوں دیدم اما بہر قال
 اس نے کہا میں نے بے شان بھیجا لیکن کہنے کیلئے
 دیدش سوئے چپ او آؤتے
 میں نے اس کی بائیں جانب آگ دیکھی
 سوئے چپش بس جہاں سوز آتے
 اس کی بائیں سمت جہاں سوز آگ ہے
 سوئے آں آتش گروہے بردہ دست
 ایک گردہ نے اس آگ کی جانب ہاتھ بڑھایا
 لیکن نعل باڑ گونہ بود سخت
 لیکن آتش چال سخت ہوتی ہے
 ہر کہ در آتش ہی رفت و شرر
 جہاں آگ اور جگہ دیوں میں گیا
 ہر کہ سوئے آب میرفت از میل
 جہاں آگ کی طرف گیا
 چوں بیدیدی حضرت حق را بگو
 حضرت حق کو کیسا دیکھا ہے۔ بتا
 باز گویم مختصر آں را مثال
 اس کی ایک مختصر مثال بتاتا ہوں
 سوئے دست راست جس کو شے
 (اور) دائیں جانب جرحض کوثر دیکھی
 سوئے دست راست جسے خوشے
 اس کے دائیں ہاتھ کی جانب مہمہ نہر ہے
 بہر آں کوثر گروہے شاو دست
 ایک گردہ اس نہر کے لئے شاو دست ہے
 پیش پائے ہر شقی ذہنک سخت
 ہر شقی اور ذہنک سخت کے لئے
 از میان آب بر میگرد سر
 اس نے پانی میں سے سر اٹھایا
 او در آتش یافت میشد در زل
 وہ فوراً آگ میں پلایا گیا

ہر کہ سوئے راست و آب لال
 جو دامن جانب اور نیرانی کی طرف گی
 واکہ شد سوئے شمال آتشیں
 چراگ والی بانیں جانب گیا
 کم کے بر سر ایں مضمر زدے
 اس پر مشیدہ راز سے بہت کہ کوئی قصہ بچے
 جز کے کہ بر سرش اقبال رنجیت
 سوائے نہیں شخص کے جس کے سر پر قبائلی نازیل
 کردہ ذوق نقد را مبعود خلق
 لوگوں نے نقد زائے سے کہ جو دنا بیاب ہے
 جوق جوق وصف از حرص و شتاب
 گردہ و گردہ اور صف وصف حرص اور محبت کیوجہ
 لاجرم ز آتش بر آوردند سر
 لامحاذی مہل نے آگ میں سے سہا اہما
 بانگ میزد آتش لے گی جان ل
 آگ پھار ہے اے بے وقوف احمق
 چشم بندی کردہ اندلے بے نظر
 اے اندلس! انہوں نے نظر بندی کر دی
 اے خلیل اینجا شرار و دوندیت
 لے خلیل! یہاں چنگاری اور دھواں نہیں ہو
 چون خلیل حق اگر فرزائے
 اگر تر اندھ کے عین کی طرح مقلد ہے
 جان پروانہ بھی دارد دندے
 پروانہ کی زبان بھارتی ہے
 تا ہی سوزید آتش بے آماں
 تاکہ دے آماں آگ سے جل جائے
 بر من آرد رحم جاہل از خری
 نادان کو کہے ہیں سے بھر پر حرص آتا ہے

سر ز آتش برزد از سوئے شمال
 اس نے بانیں جانب آگ میں سے سر اہما
 سر بڑوں میگرد از سوئے میں
 وہ دامن جانب سے سدا بہار تاپے
 لاجرم کم کس در راں آذر شدے
 لامحاذی بہت تھوٹے لوگ نہیں آگ میں گئے
 کور ہا کر دابے در آتش گرنجیت
 کہ اس نے بانی کو چوڑ دیا لوگ ہیں جس میں
 لاجرم زیں لعب مغبول بلو خلق
 لامحاذی کھیل سے لوگ تھوٹے میں ہیں
 محتر ز آتش گریزاں سوئے آب
 آگ سے بچنے والے ہیں بانی کی طرف لڑنے والے ہیں
 اعتبار را لا اعتبار لے بے خبر
 اے بے خبر! محبت حاصل کر محبت
 من نیم آتش منم چشم قبول
 میں آگ نہیں ہوں بس بندیرہ چشم ہوں
 در بین آویجی مندیش از شر
 مجھ میں آ جا اور چنگاریوں کی ٹکر نہ کر
 جز کہ سحر و خدعہ نرد و نیت
 سوائے نرود کے دھوکے اور باد کے کچھ نہیں
 آتش آب تست و تو پروانہ
 آگ حیرا بانی ہے اور تو پروانہ ہے
 کالے درینا صند ہزارم پر مہلے
 کہ کاش میرے ہزاروں پر ہوتے
 کوری چشم و دل ناخماں
 ناخماں کی آنکھ اور دل کے اندھ ہیں کہے
 من برو رحم آرم از دانشوری
 میں عقلمدی کی وجہ سے اس پر رحم کیا ہوا

لے عین دابنا قصہ
 پر مشیدہ ذوق نقد میں
 دنیاوی لذتوں کا ذوق بچنے
 تھوٹے میں ہوتا
 لے چشم بندی نظر بندی
 سر ز آتش گریزاں آگ
 محبت حاصل کرنے کے لئے
 بظاہر آگ اور حقیقتاً شکر
 نمی دے آواز خری
 گد جاہل

لے کا پروردگار پروردگار
 کو روزِ سحر کوئی نہیں کرتا ہے
 مومن ناکوڑا سحر کوئی نہیں
 میں حاضر ہوتا ہے اور
 نور حاصل کر لیتا ہے سحر
 کسی چیز کا حقیقت کے
 خلاف نظر آنا شہید نہیں
 ہے جادوگر جادوں کو کیرا
 کی شکل میں دکھا رہا ہے
 صحت۔ حیات۔ جانتا آفریں
 اللہ تعالیٰ۔ قرآن۔ محمد۔
 اللہ بہت۔ چت۔ چاہا
 یعنی جاہ پسندی کا کنواں
 ہے دین میں گہو کنواں۔
 ساحراں خاں۔ جان کو کیرا
 کے جادوگر بھی جادو آفریں
 کے جادو میں مومنے کی طرح
 پس کر گئے۔
 اللہ کر گئے قرآن پاک
 میں ہے دان کا کون سا کون
 لے کر ڈال میں لکھا ہے
 خدا نے انکے کو برباد کر دیا
 اگرچہ ان کا کیرا یہ تھا کہ
 اُس سے بہاڑی جا میں
 سن فرم۔ یہ تیر کا حق ہے
 با سو نا کا۔ فرعون۔ فرعون
 میں کوئی شک بھی کر پائی میں
 خود حاضر نہیں اللہ آگ
 کو آگ بھی کر گوارا میں ہے
 اللہ پس۔ یہ سوا نا کا سحر
 ہے جادو۔ رفتار۔ ڈاکہ۔ جاتا
 حق فری کی نہیں کے جس
 ہوئی میں کو کھ فری اختیار
 ہے حق دل میں ہے۔

خاصہ اس آتش کہ جان آہستہ
 خمر سادہ آگ جہان کی جان ہے
 اُدبہ بید نور و درناے رُود
 وہ در دیکھتا ہے اور آگ میں گر جاتا ہے
 انجمنیں کعب آمد از رب جلیل
 رب جلیل کی جانب سے بھی نہیں ہے
 آتشے را شکل آبی وادہ اند
 آگ کو پانی کی شکل دے دی ہے
 ساحرے صحن بر نمی را بہ فن
 جادوگر جادوں کے جادو کوئی کے ذریعہ
 خانہ را اُدبہ ز کثر و مہا نمود
 گھر کو بھڑوں سے بھرا ہوا دکھا رہا ہے
 چونکہ جادومی نماید صحنیں
 جبکہ جادو میں بھی بیٹھیں باتیں دکھا رہا ہے
 لاجرم از سحر نیز داں قرن فر
 لاجرم خدا کے جادو سے گرہ در گرہ
 لاجرم از سحر نیز داں مردوزن
 لاجرم خدا کے جادو سے مردوزن
 ساحراں شاں بندہ بودند غلام
 جادوگر اُن کے بندے اور غلام تھے
 ہیں کخاں قرآن میں سحر حلال
 آگاہ! قرآن پڑھ لے حلال جادو کو دیکھ
 من نیم فرعون کا یم سونے نیل
 میں دمن نہیں ہوں کہیں اور لکھا ہے کہ
 نیست آتش ہست آں کامیں
 آگ نہیں ہے، دو بہتا پانی ہے

کار پروردگار بعکس کار ماست
 پروردگار کا معاملہ ہمارے معاملہ کے برعکس ہو
 دل بہ بیند نار و درنولے شود
 دل آگ دیکھتا ہے اور نرم پیچ جاتا ہے
 تابہ بنی کیست از آل خلیل
 تاکہ قرآن دیکھ لے کہ نبیل کی اولاد میں سے کون ہے
 واندرا آتش چشمہ بکشد اند
 اور آگ کے اندر چشمہ جاری کر دیا ہے
 می کند کر مش میاں انجمن
 انجمن میں اُس کو کیر کر بنا دیتا ہے
 از دم سحر و خود آں کثر دم نبود
 جادو کے اثر سے وہ ماکہ وہ بھو نہیں ہیں
 چوں بود درستان جادو آفریں
 تو جادو پیدا کرنے والے کی تدبیر کیس ہوگی؟
 اندر افتادند چوں زن زیر پرین
 مردوں کی طرح نیچے چت کرے ہیں
 رفتہ اندر چاہ جاہ بے رشن
 پہنچ گئے ہیں جاہ کے بے رشن کے کنو میں
 اندر افتادند چوں صعوہ بدام
 مومنے کی طرح جان میں پس گئے
 سرنگونی سکرانے کا لُجبال
 (اور) جہاں میں جیسے کمرن کے اندھا ہونے
 سوئے آتش میروم بچوں طیل
 میں غلین (اللہ) کی طرح آگ کی طرف جاتا ہوں
 واں درگاز ملکر آب آتشیں
 اور درمرا کر کی رو سے آتشیں پانی ہے
 ذرۂ عقلت بہ از صوم و نماز
 تیرے لئے عقل کا ایک ذرہ روئے (اور) نماز ہے



زانکہ عقلت جو تہیں دو عرض
کیونکہ تیری عقل جو تہیں دو عرض ہیں
تا جلا باشد مراں آئینہ را
اگر اس آئینہ پر چلا جو جلائے
لیک اگر آئینہ از بن فاسد دست
لیکن اگر آئینہ اس سے خراب ہے
و اگر بن آئینہ کو اکیس است
و آئینہ نے جو زیادہ دہی ہے

ایں دو در کسب آں شد مقصود
یہ دونوں اس کی کسب کے لئے فرض کیے گئے ہیں
کہ صفا آید ز طاعت سینہ را
کیونکہ عبارت سے سینہ میں صفائی آنے ہے
صیقل آں را دیر باز آرد بدست
اس پر صیقل دیر سے چڑھتی ہے
انکے صیقل گری اور اس است
اس کے لئے تھری صیقل گری کافی ہے

لہ ما گزیر بر لانا، مرشد
کے لئے فرماتے ہیں کہ ایسے
مردوں کو کہ جن کے
دل تھری سی میل سے بیک
آئینہ میں تفاوت، عقلوں
میں ملتی تفاوت ہے اور
ان کے مختلف مراتب ہیں۔
لہ فرض ایک عقل کا قدر
سمجھ جیسا ہے اور دوسری
عقل کا قدر زہرہ وغیرہ تاروں
سے بھی کہے کہ اگر عقل کی
میں دل انکے عقل کے سامنے
ہے جب اسوی اللہ کا اثر
بہت جاتا ہے تو وہ دوسری
عقلوں کو خدا کو کہنے والا
قدر ملتا کرتی ہے عقلیہ
مخلوق کی عقلیں اس کی عقل
سے فیضیاب ہوتی۔

لہ عقل کل عقل کل تہیت
کل عقل کل عقل کل تہیت
انسان ہے۔ اور جو انسان
کامل جو عقل کل و نفس کل
ہے اس کے حق کی جبروت۔
عقل جزوی۔ عام انسان کی
عقل ہی اگر عقل کل سے
مستفاد ہے لیکن دوسری
مشاغل سے اس کو بے قصد
بنادیا ہے۔ آن یعنی عقل
کامل نے اپنے آپ کو مشغول
حق کے مال کا شکار بنا کر
قیہ کا دشمن بن کر یا یعنی وہ
اخلاق خداوندی سے متصف
ہو گئی اور عقل ناقص ہو گئی
کو مال میں بھالنا یا بامعہ
مال میں پھنس گئی۔ آن عقل
کامل نام نہ کہ مقدمہ عقل
ناقص نے مقدمہ بنایا یا تو
عزت کے راست سے بھاگ
گئی۔ زہرہ وغیرہ نے
مقدمہ سے پسند کی تو دنیا

تفاوت عقل در اصل فطرت برخلاف معتزکہ می گویند کہ
عقل کا فرق اصل فطرت سے ہے معتزکہ کے برخلاف کہتے
در اصل عقل جزوی برابر اندامیں افزونی و تفاوت از
ہو کہ دراصل خصوص عقلیں برابر ہیں ان میں جزوی اور فرق تعلیم اور
تعلیم ست و ریاضت و تجربہ
یادست اور تجربہ کی وجہ سے

در مراتب از زمین تا آسمان
مرتب ہیں زمین سے آسمان تک
ہست عقل کمتر از زہرہ و شہاب
ایک عقل زہرہ اور ٹوٹنے والے ستارے سے کم ہے
ہست عقلے جوں ستارہ آتش
ایک عقل آگ کے عقل کی طرح ہے
نوریز راں ہیں خروبا بردہ
و عقلوں کو خدا کو دیکھنے والا نور ملتا کرتی ہے
عقل آدمکست و عقل خلق بو
ایک عقل مشک ہے اور مخلوق کی عقل ایک خوشبو ہے

عرش و کرسی را ملاں کز فی جہت
یہ نہ سمجھ کہ بعض اور گویں اس سے بڑا ہے
زہرہ جو حق را و از دیگر مجو
اس سے اللہ کا طالب بن اور دوسرے دنیا

ایں تفاوت عقلہا را بنیک داں
عقل کے اس فرق کو خوب سمجھو
ہست عقلے مجموعہ قرض آفتاب
ایک عقل سورج کی نمیک کی طرح ہے
ہست عقلے جوں چراغ سرخو
ایک عقل مسک چراغ کی طرح ہے
زانکہ ابرائیش اوچوں واجہد
کیونکہ جب ابرائش کے سامنے ہست ہوتا ہے
عقلہا ہی خلق علس عقل او
مخلوق کی عقلیں اس کی عقل کا عکس ہیں

عقل کل و نفس کل مرد و نسا
مرد و نسا عقل کل اور نفس کل ہے
متطہر حق ذات پاک او
اس کی پاک ذات خدا کا منظر ہے

میں غم نہ گیا۔ سبیل خادم
اور قیدی بنا تو قافوں میں
شمار ہوا۔
۱۷ لقب معکوس پستی خاک
سے محدودیت حاصل ہوا
انسانی تدبیر سے ممکن نہیں
ہے بلکہ فضیلت خداوندی پر
موقوف ہے انسانی نگاہی اور
تدبیر فضیلت خداوندی کے
سامنے ہے۔
۱۸ کوئی انسان غرور نہ کرے
کی تدبیر و تدبیر کر کے قابض
کے اخلاق سے متصف ہو
جانتا کہ انسان حق ہے ہونے
اسی میں انبیاء کے اعصاب
پیدا ہو جائیں گے۔ مگر غیبت

انسان کا غرور و تکبر کے لئے کمال ہے اور انسان کے لئے کمال ہے

عقل جزوی عقل را بدنام کرد
جزوی عقل نے عقل کو بدنام کر دیا ہے
آں ز صیدی حسن جیتاے بدید
اُس نے شکار میں سے شکاری کا حسن بدید
آں ز خدمت ناز محمدوی پیا
اُس نے خدمت کے ذریعہ محمد بنو نیک ناز کا مال کر لیا
آں ز فرعونی اسیر آب شد
وہ فرعونیت کے دوجے سے پانی کا قیدی بن گیا
لقب معکوس ست فرزیں بند
اُن کیل اور ست فرزیں بعد (جال) ہے
بر خیال و حیل کم تن تار را
سچ خیال اور کم تنی تار پر تانا نہ تن
مگر کن در راہ نیکو خدمت
اچھی خدمت کی راہ میں بند بیدر کر
مگر کن تا دامن از مکر خود
تدبیر کر تاکہ تو اپنے مکر سے نجات پالے
مگر کن تا کست بر بند شوی
تدبیر کر تاکہ تو ناچسبز بند نہ رہے
ز وہی و خدمت اگر گ کہن
اسے پرانے بولے! شکاری اور خدمت
لیک چوں پروانہ دلکش تراز
لیکن پروانہ کی طرح آگ میں دوڑ جا
نور را بگذارد و زاری را بگير
نور کو چھوڑا، زاری اختیار کر
گر گشتی زاری بسیابی رحم او
اگر تو ماجری کرے گا نہ کہ رحم میں کرے گا
زاری مضطر کہ تشنہ مغضوی ست
بھد سچا ہے کہ ماجسی جیتی ہے
گر یہ انخوان یوسف حیلست
یوسف کے بھائیوں کی ماجری شکاری ہے

۱۹ تقدیر الہی خدا پر ہے
خداوندانی نہ کر ماجری اختیار
کر اللہ تعالیٰ ماجریوں پر
رحم فرماتا ہے۔ زاری جیتی
ماجری ہو بنادنی ماجری
سے مقصد حاصل ہوگا۔
۲۰ اگر تیرے بڑا دانا ہوگا
جو مصدقہ دانا دے گا
اسی گریہ و زاری بیکار ہے
حکایت جس حکایت سے
یہ سمجھا جائے کہ کس قدر کی
طرح رونے کا ہے۔

کام دنیا مرد را بے کام کرد
دنیاوی مقصد نے انسان کو کام کر دیا ہے
وہیں ز قیادی غم صیدی کشید
اُس نے شکاری میں سے شکار بنایا کام کیا
وہیں ز محمدوی ز راہ عزت یافت
اُس نے محمد بنو عزت کے راستے سے شہر مریا
وز اسیری بسط از ارباب شد
اور بسط قیدی ہونے کے دوجے سے آقا بن گیا
حیل کم کن کار اقبال ست نت
تدبیر کر اقبال اور نصیب کا معاملہ ہے
کہ غنی رہ کم دہد مکار را
(اللہ) بے نیاز مکار کر رہا نہیں دیتا ہے
تا نبوت یابی اندر آمتے
تاکہ آمت میں (دور) نبوت کا جذبہ پیا
مگر کن تا فرد گردی از حسد
تدبیر کر تاکہ تو حسد سے بچھو ہو جائے
در کمی مفتی خداوند نشوی
کسی اختیار کرے گا، آفت بن جائے گا
نیچ بر قصد خداوندی کن
آفت ان کے خیال سے کہیں نہ کر
کیسے زر بر مرد و رو پاک باز
سونے کی تھیل نہ سی اند پاک بن جا
رحم سونے زاری آید لے فقیر
لے فقیر (رحم خداوندی) ماجری کی کھانسی پیا
رحم او در زاری خود باز خو
اس کا رحم اپنی ماجسی میں نکاش کر
زاری سرود و مرغ آن غوی ست
جھوٹا، غنیمتی ماجری، گمراہ کی ہے
کا ندر و شاں پر ز رشک عظمت
اُن کا باطن رشک و باری سے بڑھے

شرح

ہم نے اوپر کہا تھا کہ تم اس عالم میں معاملہ برعکس دیکھو گے

اب اس کی مزید توضیح سنو، ایک بزرگ سے دوسرے بزرگ

نے کہا کہ آپ نے حق سبحانہ کو کس حالت میں دیکھا انہوں نے فرمایا کہ میں نے انہیں

بے کیف دیکھا کیونکہ وہ کیف سے منزہ ہیں۔ مگر سمجھانے کے لئے بطور تمثیل کہتا ہوں

کہ میں نے انہیں اس حالت میں دیکھا کہ ان کے بائیں جانب آگ ہے اور دائیں طرف

حوض کوثر اور بائیں ہاتھ کی طرف عالم سوز آگ ہے اور دائیں ہاتھ کی طرف عہدہ

نہر۔ سو کچھ لوگ آگ کی طرف ہاتھ بٹھا رہے ہیں اور کچھ لوگ حوض کوثر کے شوق میں

خوش اور مست ہیں لیکن ان لوگوں میں سے ہر بد بخت اور سعادت مند کے سامنے

الٹا معاملہ تھا کیونکہ جو شخص آگ میں جاتا تھا وہ حوض کوثر میں جا کر نکلتا تھا۔ اور

جو شخص پانی میں جاتا تھا وہ آگ میں دیکھا جاتا تھا۔ اور جو شخص دائیں جانب اور

آب شیریں کی طرف جاتا تھا وہ بائیں طرف آگ میں سے نکلتا تھا۔

اور جو بائیں آگ والی جانب جاتا تھا وہ دائیں طرف نکلتا تھا چونکہ اس راہ

سربستہ سے بہت کم لوگ واقف ہوتے تھے اسلئے ہجران لوگوں کے جن کے

سر پر خوش اقبالی کا مینہ برس رہا تھا۔ کیونکہ ایسے لوگ پانی کو چھوڑتے تھے

اور آگ میں بھل گئے تھے۔ اور منشا اس کا یہ تھا کہ حق سبحانہ نے نفع عاجل کی

چاٹ لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دی تھی اسلئے خواہ مخواہ لوگ اس تماشا سے

خسارہ میں پڑتے تھے۔ کیونکہ جو قیامت اور صرف بصف لگ بطع نفع عاجل

آگ سے بچتے تھے اور پانی کی طرف جاتے تھے اس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ آگ میں جا کر

نکلتے تھے جو کہ سراسر خسارہ تھا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ صاحبو! اس تمثیل

سے نصیحت حاصل کرو اور سمجھو کہ یہ تمثیل ہے لذات نفسانیہ اور مکروہات نفسانیہ

کی۔ کیونکہ لذات نفسانیہ میں نفع عاجل ہے اور ضرر آجلی اور مکروہات نفسانیہ

بالعکس ہیں کہ ان میں ضرر عاجل ہے اور نفع آجبل۔ بس تم لذات نفسانیہ کو چھوڑ کر مکروہاتِ نفس کو اختیار کرو۔ تاکہ تم کو راحت نصیب ہو۔ اور اٹل کام نہ کرو۔ اس نصیحت کو حتم فرما کر قصہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور فرطے ہیں کہ ان بزرگ نے کہا کہ آگ بزبان حال کہہ رہی تھی کہ اے محقو! میں آگ نہیں کہ تم مجھ سے اعتراذ کرو بلکہ میں قابلِ قبولِ حتم ہوں۔ ارے اندھو! قضا و قدر نے مصلحت امتحانِ نظر بندی کر رکھی ہے۔ پس تم ہمارے اندر آؤ اور ضرر کا خوف نہ کرو۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ اے مومن! یہاں نہ آگ سے حقیقاً آگ ہے نہ دھواں۔ بلکہ نظر بندی ہے حق سبحانہ کی جو کہ مشابہ ہے طلسمِ فریبِ نرود سے جو اس خلیل علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا۔

(فاتحہ: خبر کہ سحر و خدعہ... نرو و نیست کی یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ یہ سحر اور فریبِ شیطان ہے واللہ اعلم) پس اگر تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح عاقل ہے تو آگ میں گھس جا۔ اور مکروہاتِ نفس کو اختیار کر لے کیونکہ یہ آگ (مکروہاتِ نفس) ہی تیرے حق میں پانی۔ (موجبِ آرام) ہے اور تو حقیقت میں اس کا پروانہ اور اس کی نہ بھاگنے والا ہے اور اس پر عاشق اور طالب ہے۔ دیکھو! پروانہ آگ پر عاشق ہوتا ہے تو اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ بزبان حال کہتا ہے کہ اے کاش! میں لاکھوں پر ہوتے تاکہ ان سب کو اس آگ میں جلا دیتا۔ گو نامحرم میری اس لذت سے واقف نہ ہوں۔ اور ان کی چشم بصیرت اور ان کے دل اندھے ہوں۔

ناواں لوگ اپنے گم ہونے سے مجھ پر ترس کھاتے ہیں۔ مگر میں اپنی دانائی سے ان پر جسم کھاتا ہوں اور کہتا ہوں۔ افسوس یہ بیچارے اندھے ہیں اور انہیں میری لذت کی خبر نہیں۔ پس جبکہ اس متعارف آگ کی یہ حالت ہے تو اس آگ کی جو عام

پانیوں سے ہزار گونہ بڑھ کر ہے کیا حالت ہوگی۔ اور جب پروانہ کی اس آگ کے لحاظ سے وہ حالت ہے جو مذکور ہوئی تو ہماری اس آگ کے لحاظ سے کیا حالت ہونی چاہیے کہ پروانہ کا معاملہ ہمارے معاملہ کے برعکس ہے۔ پچانچہ وہ اسے نور اور راحت بخش سمجھتا ہے مگر حقیقت میں وہ نار بہت نفی ہوتی ہے اور دل اس آگ (مکروہات نفس) کو آگ یعنی مضمر سمجھتا ہے مگر جب اس میں گھستا ہے تو نور میں پہنچ جاتا ہے۔ اور بے حد راحت پاتا ہے۔

اب سنو! کہ حق سبحانہ کے اس تماشہ کا منشا کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ لوگوں کا امتحان اور ظاہر ہو جائے کہ کون گمراہ غلیل علیہ السلام سے اور مومن ہے اور کون نہیں۔ اسلئے آگ کو پانی کی شکل عطا کی ہے اور آگ کے اندر چشمہ آب جاری کیا ہے یعنی راحت کو تکلیف میں مخفی کیا ہے اور تکلیف کو راحت میں۔

شاید یہ مضمون کسی کی سمجھ میں نہ آئے اور وہ کہے کہ بھلا ایسا کیونکر ہو سکتا ہے تو اسکی لیے ہم کہتے ہیں کہ ایک جادوگر چاولوں سے بھری صونک کو بھری مغل میں کیڑوں سے پُر کر دیتا ہے اور چاولوں کو کیڑے بنا دیتا ہے اور لوگ ان چاولوں کو کیڑے ہی دیکھتے ہیں اور کیڑے ہی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ واقع میں وہ چاول ہوتے ہیں۔ اور گھر کو جادو کے زور سے پھروں سے بھر دیتا ہے حالانکہ وہاں واقع میں پھر نہیں ہوتے بلکہ محض نظر بندی ہوتی ہے۔

پس جبکہ جادوگر ایسے ایسے سینکڑوں تماشے دکھلا سکتا ہے تو اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ خود حق سبحانہ کا تصرف کیسا ہوگا۔ جس جادوگر کو پیدا کیا اور اس میں یہ قوت رکھی — پس ثابت ہوا کہ حق سبحانہ کا تصرف نہایت زبردست ہے اور اس کا نتیجہ ہے کہ حق سبحانہ کی نظر بندی سے ہر زمانہ میں سینکڑوں جادوگر (عقلا و مدبرین) چاروں شانے چت گرے ہیں اور اسی کا نتیجہ ہے کہ لاکھوں

مرد عورتیں حق سبحانہ کی نظر بندی سے جاہ کے پلے پناہ کنوئیں میں گر پڑے ہیں اور باوجود یکہ لاکھوں ساحر انکے غلام تھے۔ مگر یوں جال میں پھنس گئے۔ جیسے کمزور مولا۔ اور جادو گروں کی جادوگری نے اس میں کچھ فائدہ نہ پہنچایا اور حق سبحانہ کے جال سے انہیں نہ بچا سکے۔ تم حق سبحانہ کے اس سحر حلال کا ان قرآن میں پڑھ لو۔ اور ساحروں کے پہاڑوں کی مانند زبردست جادوؤں کے سرنگوں دیکھ لو۔

خیر! یہ مضمون تو استطردی تھا۔ اب سنو! میں تو خلیل علیہ السلام کی طرح آگ کو پسند کرتا ہوں اور اسی میں جاؤں گا۔ میں فرعون نہیں ہوں کہ دریا نیل میں جساؤں۔ اور ہلاک ہوں کیونکہ جو آگ معلوم ہوتی ہے وہ آگ نہیں بلکہ۔

شیریں پانی ہے اور دوسرا جو پانی معلوم ہوتا ہے وہ پانی نہیں ہے بلکہ تصرف حق سبحانہ سے آگ پر شکل پانی ہے۔ اور یہ انتخاب اثر ہے میک عقل سلیم کا۔ ایسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوب فرمایا ہے کہ تھوڑی سی عقل روزہ و نماز سے بہتر ہے کیونکہ عقل جو ہر ہے اور یہ دونوں عرض۔ اور یہ دونوں اسی کی تکمیل کے لیے فرض ہوئے ہیں تاکہ ان سے آئینہ عقل کو جلا ہو۔ کیونکہ یہ عبادت ہیں اور عبادت کا خاصہ ہے کہ اسگ صفائے باطن حاصل ہوتی ہے پس لامحالہ ان سے تجلیہ عقل ہوگا۔ پس نماز و روزہ خادم ہوئے اور عقل مخدوم۔ لہذا عقل روزہ و نماز سے بہتر ہوتی۔

اس مقام پر یہ بھی سمجھ لو کہ عبادت کا خاصہ تصفیہ باطن و تجلیہ عقل ضروری ہے مگر اختلاف منفعل سے اس کے اثر میں تفاوت لازم ہے اسی لیے جو آئینہ عقل بذر فطرت ہی سے خراب ہوتا ہے وہ صیقل گر کے بہت دیر میں قابو میں آتا ہے اور اس کی اصلاح بہت مشکل سے ہوتی ہے لیکن جو اعلیٰ درجہ کا آئینہ عقل دانا اور سلیم الفطرت ہوتا ہے مگر اس پر غبار جہل وغیرہ پڑا ہوتا ہے وہ بہت

جلد صافی ہو جاتا ہے اور اس کے لئے محوڑی سی ریاضت کافی ہو جاتی ہے
اب تم کو جملہ معترضہ کے طور پر سمجھنا چاہیے کہ عقول کے مراتب آپس میں زمین و
آسمان کا مثل ہے اور اس تفاوت کو تم کو غور سے سمجھنا چاہیے۔

تفصیل اس تفاوت کی یہ ہے کہ محض عقول تو مثل قرص خورشید ہے اور بعض
عقلیں زہرہ ستارہ کی مانند ہیں اور کچھ چراغ روشن کی طرح اور کچھ چراغ مدھم
کی طرح۔ جب یہ تفاوت معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ ہم نے ادھر کہا تھا کہ
جو آئینہ عقل دان ہے اس کے لئے محوڑی سی صیقل گری کافی ہے۔ سو وہ اسکی
یہ ہے کہ ظلمت رنگ اسکی ذات میں نہیں ہوتی۔ بلکہ فی حد ذاتہ تو وہ روشن ہوتا ہے
لیکن اس پر پردہ پڑا ہوتا ہے۔ جو اس آفتاب کے لئے بمنزلہ ابر کے سا تر ہوتا ہے

پس جب اگلے تحریک سے وہ حجاب مرتفع ہو جاتا ہے اور وہ ابر دور ہو
جاتا ہے تو اس کا خدائی نور ظاہر ہوتا ہے۔ اور دوسرے عقول کی تربیت
کرتا ہے۔ جس کی عقل کی حالت نہایت عظیم الشان ہے کہ مخلوق کی عقل گویا کہ
اس کا عکس ہیں اور اسکی عقل گویا کہ مشک ہے اور دوسروں کی عقل بو یعنی
اسکی عقل متبوع ہے اور دوسروں کی عقل تابع اور یہ شان اہل اللہ کی ہے
لہذا ان کی کہنا چاہیے کہ عقل کل اور نفس کل اہل اللہ ہیں۔ اور تمام عقول و نفوس
ان کے اجزاء۔ بلکہ عرش و کرسی کو بھی ان سے جدا نہ سمجھنا چاہیے۔ بلکہ اسکو بھی
انہی کے اجزاء خیال کرنا چاہیے۔ اسلئے کہ لوگ حق سبحانہ کے جملہ صفات کے
منظر تمام ہیں اور اشیائے دیگر یا بعض صفات کے مظہر ہیں جیسے عرش و کرسی
وغیرہ یا کل صفات کے مگر حجاب کے ساتھ جیسا کہ مجھ میں۔ پس جبکہ ان کی
حالت یہ ہے تو تم کو انہی سے حق کو طلب کرنا چاہیے۔ نہ کہ غیر سے۔ کیونکہ جو تعلق
ان کو حق سبحانہ سے ہے وہ اور کسی کو نہیں۔

خیر! تو اصلی اور حقیقی عقل تو وہی ہے جس

کا اد پر بیان ہوا اور عقل دنیاوی حقیقت میں عقل نہیں بلکہ اس نے تو عقل کو بزمِ
ہی کیا ہے کیونکہ وہ نام میں تو اس کے ساتھ مشارک ہے۔ مگر صفت میں نہیں
اس لئے اس کے نقص کو دیکھ کر مطلق عقل کے نقص کا شبہ ہوتا ہے اور مقصد
دنوی نے جو کہ اس عقلِ دنیوی کا مقتضی ہے آدمی کو ناکام کیا کیونکہ وہ اس میں
پھنسا کر اپنے اصل مقصد سے دور ہو گیا۔

اس عقل یعنی عقلی مجاز نے تو جسدِ عشق ہو کر صیادِی کا لطف پایا کہ ان کا
مطلوب اسے مل گیا اور یہ عقل دنیاوی صیادِ مردم ہو کر خود جال میں پھنس گئی اور
اس نے تو حق سبحانہ کی اطاعت کر کے نازِ مخدومیِ عالم حاصل کیا۔ اور یہ مخدوم الناس
بن کر عزت و شرفِ حقیقی کی راہ سے منحرف ہو گئی۔

شاید تم کو تعجب ہو کہ خدمت کا نتیجہ مخدومی اور مخدومی کا اثر ذلت کیونکر
ہو سکتا ہے۔ اس لئے ہم اس مضمون کو ایک نظم سے سمجھاتے ہیں۔

سُونا فرعون نے سرکشی کی تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پانی میں ڈوب گیا
اور سبطی نے حق سبحانہ کی اطاعت کی تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُسے سلطنت مل
گئی۔ پس یہ اُلٹا کھیل اور سخت پیچ ہے — تم کو چاہیے کہ مخدوم بننے کی
تدابیر کو چھوڑ دو اس لئے کہ اس کا تعلق تدبیر سے نہیں ہے بلکہ قحط سے ہے اور تم
عقل و تدبیر کے اعتماد پر کام نہ کرو کیونکہ اس کا میا بی ناممکن ہے۔

دیکھو؛ دولت مند لوگ فقیر کا مکر نہیں چلنے دیتے۔ بشرطیکہ انہیں معلوم
ہو جائے۔ پس خدائے علیم و خبیر تمہاری چالوں کو نہ چلنے دیگا۔ ہمارا مقصود یہ نہیں
کہ بالکل تدبیر چھوڑ دو۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ جو تدابیر مخالفتِ حق سبحانہ کے لیے
کی جاتی ہیں انکو چھوڑ دو۔ اور اطاعتِ حق سبحانہ کے لئے ضرورتِ تدابیر کرو اس کا

نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم کو ایک ادنیٰ امتی یعنی خود اپنے اندر نبوت یعنی مرتبہ ارشاد ملے گا اور تم باوجود ایک عامی آدمی ہونے کے دلی اللہ ہو جاؤ گے۔

اور یہ تدبیر اس درجہ تک کرو کہ تم کو مرتبہ فضا حاصل ہو جائے اور تم اپنی تدبیر سے چھوٹ جاؤ اور تمہاری شان ہو جائے کہ تمہاری تدبیر خدا کی تدبیر ہو جائے اور بے سمع و بے بصر الخ کے مرتبہ کو پہنچ جاؤ اور یہاں تک تدبیر کرو کہ تم حد وغیرہ اخلاقِ رفیہ سے پاک ہو جاؤ اور اس حد تک تدبیر کرو کہ تم حق سبحانہ کے عبد مکین بن جاؤ اور تم اپنے کو گھٹاؤ تاکہ تم مخدوم ہو جاؤ۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم اس مقصد کے حاصل کرنے کی غرض سے اطاعت حق سبحانہ کرو کہ مخدوم ہو جاؤ۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ تم پروا نہ کی طرح بدن نتیجہ کے آگ میں گر جاؤ اور حق سبحانہ کی بے غرض اطاعت کرو مگر نتیجہ اس کا یہ ہوگا کہ تم مخدوم ہو جاؤ گے۔ ان دو باتوں میں بہت فرق ہے۔ غور سے سمجھو۔ ہم پھر کہتے ہیں کہ تم زور کو چھوڑ دو اور زاری کو اختیار کرو یعنی تدبیرِ غنہ و می چھوڑو اور انقیاد حق سبحانہ اور تذلل اور تسکین اختیار کرو اور اس صورت سے اس کا رحم طلب کرو۔ مگر یہ بھی سمجھ لو۔ انقیاد اور تذلل و تسکین کی دو صورتیں ہیں ایک خلوص اور صدق دل سے دوسری بناوٹ اور مکر سے اول تو نتیجہ بخش ہے اور ثانی بے نتیجہ اور گمراہ کا فعل ہے۔

دیکھو! اخوانِ یوسف کا یوسف کے گم ہو جانے پر رونا جھوٹا اور فریبیہ، کیونکہ ان کا ان کے دل میں حسد اور رشک بھرا ہوا ہے جو محقق ہی ہے خوشی کو نہ کہ رونے کو۔ برخلاف یعقوب علیہ السلام کے کہ ان کا رونا دل سے تھا بس یہی حالت تم طاعت کی سمجھو کہ وہ بھی دو قسم پر منقسم ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے لہذا تم گریہ مکر نہ اختیار کرو۔ بلکہ گریہ خلوص اختیار کرو۔

حکایت اہل اعرابی کہ سگ اواز گرسنگی می مرد و انبان
 اس بد سافقت جن کا گناہ سگ سے مرہا تھا اور اس ۲ خطہ زمین
 اوپر نان بود و بر سگ نوحہ میکرد و شعر میگفت و میگفت
 سے بھرا ہوا تھا اور کتے پر زور کر رہا تھا اور شعر پڑھتا تھا اور دوتا
 و طباخچہ بر سر و زمین زد و دیش می آمد کہ تقم نان از انبان
 تھا اور سر اور منہ پر ملنے مارتا تھا اور اس کے اس میں تان تھا کر دلی سا گھوڑا
 سگ دہد و سوال کر دین شخص از و جواب شنیدن از و
 خطے میں سے کتے کو لے اور ایک شخص کا اس سے سوال کرنا اور اس سے جواب سننا

تھ کہ یہ مصائب جلد
 یعنی کتے سے کہنا تھا گفت
 بدو نے رونے کی وجہ بتائی۔

اں گے می مرد و گریاں اں عرب
 تھا مرہا تھا اور عرب رہتا تھا
 اشک می باریہ میگفت اگر تھے
 آنسو بہا کا تھا اور کہتا تھا، اپنے معیبت
 ہیں چہ سازم ہر ما تہیر حیت
 انہیں کیا کروں میرے لئے کیا چاہ ہے؟
 سائے بگداشت گفت ایں گری حیت
 ایک سائے گھڑا اور ہلایا یہ کیسا رونہ ہے؟
 گفت در ملکم گے بد نیک خو
 اس نے کہا میری ملک میں ایک شخص بد نیک تھا
 وہ ابھی شریک پر مر رہا ہے

لے روز میں وہی بچہ
 نے شکار کیے لے گا تھا تات
 کو میری حفاظت کرتا تھا
 پاس حفاظت قانع یعنی
 تھوڑی عورت پر گھڑا کرتا
 تھا جمہا اکلےب گئے کی
 بھوک۔

تھ گفت ایں شخص نے
 بدو سے کہا کہ کتے کے مرے
 پر صبر کرنا صابر بن کر لیا تھا
 بدو سے کہتا ہے تجھ کو آزاد
 آجیاب تمیلا۔ وقت عمدہ تھا۔

روز قیاد بد و شب پاسبان
 وہ دن میں میرا شکاری اور رات کو محافظ تھا
 تیر چشم و زدران و صید گیر
 تیر بھلا والا، مجھ کو بھلا بنوالا شکار کر کے لے لانا تھا
 صید میکردے و پام داشتے
 وہ شکار کرتا اور میری حفاظت کرتا تھا
 قانع و آزاد شد و خیم راں
 صابر اور آزاد تیر مزاج اور خوش کو بھلا بنوالا تھا
 گفت رنجش چیتے خورده آ
 اس نے کہا اس کو بیمار ہو رہا ہے رنج لگا ہوا
 گفت صبر کے کن بریں رنج و مرض
 اس نے کہا اس رنج اور مرض صبر پر
 شیر نر بود و اوند سگ لے پہلوں
 اسے لہو! وہ نکاد تھا تر شیر تھا
 می دو بیے در پئے صید او ختیر
 وہ شکار کے بجائے تیر کا طبع دوتا تھا
 دزدانزدیک من گنڈا شتے
 چور کو بیکہ پس ڈالنے دیتا تھا
 نیک خو و با وفا و مہرباں
 نیک طبیعت اور با وفا اور مہربان تھا
 گفت جوع الکلب زارش کردہ آ
 اس نے کہا جوع الکلب نے شکوہ حال کر لیا
 صابر اں رافضل حق بخشد عو
 اللہ کی مہربانی صبر کر لیا اور عوض مل کر لیا

بعد ازاں گفتش کہ اے سالارِ محرم

ہیں کے بھانسنے کہا اسے آفتاد سردار !

گفت نامِ زاد و لوٹ و شمن

میں نے کہا میں کی روئی اور تو سدا و مدد و کھانا ہے

گفت چونکہ میں ہی بدلاں سنگانِ نثار

اُس نے کہا میں کئے کو روئی اور تو کیوں نہیں بیکار

دستِ نایابِ بے درم در راہِ پناہ

راست میں روئی کی تیر سے کہ نہیں ہتی ہے

گفت خاکتِ بر سرِ اے پُر بادِ مشک

کہنے کہا ہے ہر اے میری ہوئی مشک تیر سے میرے

اشکِ خونِ است و دمِ آبِ شدہ

خونِ عروں ہے و دم سے پانی ہی گیا ہے

کلِ خود را خوار کرد و چون ملیس

اُس نے اپنے آپ کو شیعان کی طرح ذیل کر دیا

من غلامِ آنکہ نفرو شد وجود

میں اس کا غلام ہوں جو وجود کو نہ فروخت کرتے

چوں بگرید آسماں گریاں شود

جب وہ روئے تو آسمان رونے لگے

من غلامِ اں میں ہمتِ بدست

میں اس صاحبِ ہمتِ تاجِ کلام ہوں

دستِ اشکستہ بر آور در دُعا

دعا میں عاجز ہوا تھا اُنھ

چینست اندر پشتِ ایں اُنبانِ محرم

مگر یہ بھرا ہوا تحصیل کیا ہے؟

می کشم از ہر قوتِ ایں بدن

اس جسم کی خوراک کے لئے اُٹھائے ہوئے ہوں

گفت تا میں حدِ ندامتِ مہر و داد

ہو لا اس ملک مجھ میں ہمت اور بخشش نہیں ہے

لیک بہت آبِ و ویدہ را میگا

تین دونوں آنکھوں کے آنسوِ مفت کے ہیں

کہ لبناں پیش تو بہتر ز اشک

کہ روئی کا کھلا تیرے نزدیک آنسو سے بہتر ہے

می نیز ز دخوں بخاک اے پیدہ

لے چڑھا: غرض خاک کی قیمت کا نہیں ہو

یارِ اے کلِ نباشد جزوِ خمیس

اس کل کا جزو دریس کے علاوہ کیا ہوگا؟

جز بدلاں سلطان با انفالِ خود

اُس کو، مہربانوں اور شکست کے شاہ کے ہوا

چوں بنالذِ چرخِ یاربِ خاشاں شود

جب وہ فرار کرے تو آسمان فرادی ہی جائے

کہ بغیرِ کیمیا نادرِ شکست

جو علاوہ کیمیا کے اُس کے ساتھ، ماجری نہ کھاتا

سوئے اشکستہ پیرِ فضلِ خدا

انہ اقلے، کافضلِ ماجری جانبِ ذکرِ تاج

سے دستِ نایابِ میں روئی

قیمت سے مجھے جی آنسو دے

میں ان روئے کے لئے غریب

کیا جا سکتا ہے۔ آتشِ بخت

میں خونِ آنسو بہتا ہے

تھک بیس روئی میں کی

بہار سے ہی ہے غمِ خوئی

اُس نے فرستے اپنے کو زین کی

بند اس کے نسو، اسی

جیسے دس میں

ملے آنکھ میں مرث کا دل

..... حق غلامِ میں اس

مرث کا دل کا غلام ہوں جلیا

بہت کیا پرست ہے کہ وہ

ماجری کیا (یعنی ذہنی بیماری)

تعالیٰ کے سامنے ہی کرتا ہے۔

دستِ شکستہ مجھ پر شکست

کے ساتھ دیا کی جاتی ہے تو

فصلِ خدا ذکر کرتا ہے۔

سے عورتانِ سماں مغرب

کی طرف رجوع فرما کر کہتے ہیں

ہے۔ در بیان انسان کی
خود بینی انسان کیلئے سب سے
زیادہ مہلک ہے ہاں اگر
وہ صفات خداوندی سے
متصف ہو گیا ہے تو پھر
اُس کی خود بینی اپنی خود بینی
نہیں رہتی ہے۔

کہ کیسہ اس میں باشد بقا
کس محنت کا ادنیٰ درجہ بقا ہوتا ہے
از برائے اس کیسے سبے ممکن
بیس محنت کئے کو بیش کر
گر تو احوالِ عروج و خروش را
اگر تو اپنے عروج کے احوال کو
تا ابد اندر عروج و ارتقا
بیش عروج اور رفتی میں
تا بری بوئے ز عظیم من لدن
نا کہ تجھے ملدنی کی خوشیہ ماں بر جا
نیک دانی نیک باشد مرزا
بجی طرح سمجھ لے تیرے لئے اچھا ہوگا

شرح

اب مولانا گربہ دروغ کی نظیر میں ایک قصہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک کتا جان
توڑ رہا تھا۔ اور ایک عرب اس کے پاس بیٹھا ہوا نالہ و نغاں کر رہا تھا اور کہہ
رہا تھا کہ اے میں کیا کروں اور کیا تدبیر کروں کہ تونج جائے۔ میں تیرے بغیر کیوں کر جیوں گا۔ اتفاقاً
ایک شخص کا ادھر کو گذر رہا تھا۔ اور کہا کہ یہ رونا کیسا ہے اور یہ تیری گریہ زاری کس کے لئے ہے
اُس نے جواب دیا کہ میرے ملک میں ایک کتا تھا جو بہت ہی نیک خصلت تھا۔ وہ رستم میں
مر رہا ہے۔ میں اس کی غم میں رہتا ہوں۔ کیونکہ وہ دن کو میرے لئے شکار کرتا تھا اور رات کو
پاسبانی کرتا تھا اُسے کتا نہیں کہنا چاہیے۔ بلکہ وہ ایک شیر بہر تھا۔ اُس کی نظر نہایت
تیز تھی۔ چوڑوں کو بھگاتا تھا۔ شکاری تھا اور شکار کے پیچھے یوں جاتا تھا جیسے تیر جاتا ہی وہ شکار
کرتا تھا اور میرا خیال کرتا تھا یعنی خود نہ کھاتا تھا۔ بلکہ میرے لئے محفوظ رکھتا تھا۔
چور کو میرے پاس بھٹکنے نہ دیتا۔ قانع تھا۔ آزاد تھا۔ تیز تھا و شمن کو بھگاتا تھا۔ غرض کہ
وہ نیک خصلت اور بادشاہ اور مہربان تھا اُس نے کہا کہ اس کو تکلیف کیا ہے کیا کوئی زخم لگ گیا ہے
کہا نہیں۔ بلکہ جھوک نے اُسے مار رکھا ہے اُس نے یہ خیال کر کے کہ کھانا نہیں ہے۔

اس نے کہا کہ اس تکلیف اور مرض الموت پر صبر کرو۔ حق سبحانہ تمہیں اس کا بدلہ
دیں گے۔ کیونکہ وہ صابروں کو نعم البدل عطا فرماتے ہیں اُس کے بعد اسے کچھ شبہ ہوا اور پوچھا کہ۔
تمہارے ہاتھ میں یہ بھرا ہوا پھیلایا ہے اُس نے کہا کہ اس میں میرا کل کا کھانا ہے اس کو میں
اپنے جسم کے غذا کے لئے لے جاتا ہوں اُس نے کہا کہ اس کھانے میں سے تم اسے کیوں نہیں دیتے
اُس نے کہا کہ جناب! مجھے اتنی محبت نہیں ہے ورنہ تو راہ میں بدوں ٹپوں کے ہاتھ نہ لگے گی۔ اور

آنسو مفت ہیں اسلئے بجائے روٹی کے آنسو خرچ کرتا ہوں۔ اُس نے کہا: ادا نمائشی اور بنا دہی شخص تیرے سر پر خاک کہ تیرے نزدیک روٹی کا ٹکڑا آنسوؤں سے بہتر ہے۔ ارے ملائق: تو آنسو کی حقیقت جانتا ہے کیا ہے؟

سُن لو! آنسو وہ خون ہے جو کہ غم سے پانی بن گیا ہے تجھے واضح ہو کہ خون کی قیمت خاک (نان) نہیں ہو سکتی تو نے اسکو بہت سستا بیچ ڈالا۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ صاحبِ گمبہ دروغ کی بھی ایسی حالت ہے جیسے اس کتے والے کی۔ اور اس نے اپنے کل کو ذلیل کر لیا۔ کیونکہ اُس نے اطاعتِ حقِ سبحانہ چھوڑ دی۔ اس لئے اس کے آنسو بھی بے قدر ہو گئے۔

کیونکہ ذلیل محل کا جو بھی ذلیل بھی ہونا چاہیئے۔ پس میں ایسے ذلیل شخص کی کوئی وقعت نہیں کر سکتا۔ میں تو اس شخص کا غلام ہوں جو اپنا وجود سولے حقِ جلّ و علا شائد لگے جو کہ صاحبِ افضال وجود میں دوسرے کے ہاتھ نہ نیچے: اور خدا کے سوا کسی کا غلام نہ ہو اور جس کے وقعت کی یہ حالت ہو کہ جب وہ رُٹے تو آسمان بھی رُٹے لگے اور جب وہ رُٹے تو آسمان بھی اس کے لئے دستِ بدعا ہے اور میں اس عالی ہمت تانے کا غلام ہوں۔ جو بدوں کے کسی چیز سے شکستہ نہ ہو۔

یعنی اُس آدمی کو مانتا ہوں جو حقِ سبحانہ کے سوا کسی کے سامنے اپنے کو ذلیل نہ کرے۔ خیر یہ مضمون تو استطردی تھا اب ہم پھر مضمونِ سابق کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم تذلل اختیار کرو۔ اور اپنے دستِ تصرع کو دعا کے لیے اٹھاؤ کیونکہ متذلل و متسکین ہی کی طرف فضلِ خدا متوجہ ہوتا ہے۔

اور اگر تم کو اس چاہ ننگِ ناسوت سے نجات پانے کی خواہش ہے تو بے دھڑک آگ میں گھس جاؤ اور مکر و باتِ نفس کو اختیار کرو۔ اور اے ایسے مدبر و بہن کی تدبیر کے سامنے بڑے بڑے مدبرین کی تدبیر شرمندہ ہیں: تم حقِ سبحانہ کی تدبیر کو پیشِ نظر رکھو۔ اور سمجھو کہ اس کے سامنے تمہاری نہ چلے گی۔ اسلئے اپنی تدبیر کو جو اس

کے مخالف ہو چھوڑ دو۔ اور وہ تدبیر کرو۔ جس کو وہ پسند کرتا ہے پس جیکہ تم اس کے تدبیر میں اپنی تدبیر کو فنا کرو گے اور اپنی تدبیر کو اس کی تدبیر کا تابع کر دو گے۔ تو وہ... تمہارے لیے ایک عجیب کمین گاہ کھول دیگا۔ جس میں سے تم بہت بڑے بڑے مفاد پر فحتم ہو سکو گے اور جس کا ادنیٰ درجہ یہ کہ تم کو بقا باللہ حاصل ہوگی۔ اور ہمیشہ تم کو عروج اور ترقی روحانی ہوتی رہے گی۔ پس تم اس کمین گاہ کے حاصل کرنے کے لئے سعی کرو۔ تاکہ تم کو علم لدنی اور وہی حاصل ہو۔

در بیان آنکہ هیچ چشم بد آدمی را چنان مہلک نیست کہ چشم پند
 اس کا بیان کہ آدمی کے لئے کوئی نظر بد ایسی مہلک نہیں ہے جیسے کہ
 خویشین مگر چشم او مبطل شدہ باشد بخوشی کہ
 خود پسندی کی نظر ان اگر اس کی آنکھ اللہ کے ذریعہ تبدیل ہوگئی ہو، کوک (فرمایا گیا ہے)
 نَبِيْ يَسْمَعُ وَبِنِيْ يَبْصُرُ وَاَوْخِشْتَن اَوْخِشْتَن شَدَّ بَاشَد
 وہ میرے ذریعہ سنتا ہے اور میرے ذریعہ دیکھتا ہے۔ اور وہ خود سے بخود ہوگا ہو۔

لے پڑھاؤ۔ انسان
 کو اپنے صوبہ پر نظر رکھنی
 چاہیے ورنہ اس کی نیکیوں کو
 نظر بد لگ جائے گی کہ نظر بد
 نظر بد کی بہت بڑی اور بڑی
 تاثیر ہے۔ پڑھاؤ کہ قرآن
 پاک میں ہے: اَنْ يَنْبَازَ
 اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَلَّذِيْنَ لَقَدْ
 بَانَصْرًا وَاَوْخِشْتَن اَوْخِشْتَن
 کہ وہ نہیں اپنی نگاہوں سے
 پھسلا دیتا۔ جیسے کہ نہ راست
 میں پھیرتی نہ بائیں۔ اور یہ
 اس حالت میں ہے کہ
 آنحضرت کو قتل ہوا۔

لے آجیاد آنحضرت کے
 کی وجہ سے خداوندی سے ملنا
 ہوئی کریم سے آنحضرت سے
 کہا گیا کہ یہ نظر بد اس قدر
 سخت تھی کہ تم کو صرف پھسلے
 اگر کوئی اور جاتا تو ہلاک ہی
 ہو جاتا مگر یہ چشم بد اس
 آیت کو پڑھ کر نظر بد کی حقیقت
 سمجھو۔ آنحضرت کو مسموم
 تھے لہذا ان پر اس کا اثر
 ضرور ہوا تاخیر رکھنے کیلئے ہوا
 تھا۔

پڑھاؤ دست مبین و پائے ہیں
 اپنے عاویسی پر کو نہ دیکھ پاؤں کو دیکھ
 کہ بغیر ذر کوہ از چشم بد
 کیونکہ بد نظروں سے پہلاڑیں جاتا ہے
 احمد چوں کوہ لغزید از نظر
 پہلاڑی سے احمد نظر سے پس گئے
 در عجب در ماند کایں لغزش نچیت
 وہ تعجب میں رہ گئے کہ جیسے کس چیز سے تھی
 تا بیا مد آیت و آگاہ کرد
 یہاں تک کہ آیت نازل ہوئی اور خبردار کر دیا
 گردے غیر تو در دم لاشدے
 اگر تیرے سوا کوئی جوتا فرما ہلاک ہو جاتا
 معنی چشم بد آخر باز داں
 بالآخر نظر بد کے معنی سمجھ لے
 تاکہ سورۃ العین نکشاید کیس
 تاکہ نظر بد گھات نہ کھولے
 يُزْلِقُونَكَ اِنْ تَبْهَ بَرْخَاوَا عِيَا
 وہ تجھے پھسلا دیگے۔ تیرے ان سات بڑے
 در میان راہ بے گل بے مطر
 ایسے راست میں۔ برہنہ کچھ اور بارش کے تھا
 من ز پندارم کہ ایں حالت تہیت
 میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ کسی خاص حال کا ہے
 کان چشم بد رسیدت و زبرد
 کہ وہ نظر بد اور حسرت سے ہوئی
 صید چشم و سخرۃ افشاں
 نظر کا شکار اور فتنے کا تابع ہو جاتا
 ان بیکاد از چشم بد نیکی کو خوں
 نظر بد کے سلسلہ میں ان بیکاد بڑھ لے

لیک آمد عصمتی دامن کشاں
لیکن دامن کینہتی ہوئی مخالفت آہنہی
عبرت لے گیر اندراں کہ کن نگاہ
عبرت حاصل کرے اس جہان کو دیکھ

وہیں کہ لغزیدی بڈا زہر نشاں
جہاں آپ جیسے پہچان کئے خدا
برگ خود عرضہ ممکن اے کم زکاہ
اسے تنکے سے کہ! اپنی خان نہ دکھا

ملہ جہتے اسخضر کہیں
واقعہ سے عورت مائل کر دیکھ
اسخضر جیسے کہ پرکاش یا خیرا
جہاں گاہیں سببیت پر اس کی
تاغیر کو کھولو یا رسول صلا
لے اسخضر سے دھن کیا کہ
اس رادی کے دیکھ بندہ باز
گردو کہیں اپنی جہ نظر سے
متاثر کر دے میں۔ آنظران
کی نگاہوں میں۔ اترے کہ خیر
کی کھ پڑی شش جہاتی ہے

تفسير وان يكاد الذين كفروا ليزلفونك بانصارهم لما يقولون
اور قریب ہیں کافر کہیں اپنی نظروں سے پھسلا دیں جبکہ انھوں نے ذکر مٹا اور
وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ
کہتے ہیں بے شک وہ مجنون ہے اور میں ہے وہ مگر جہاں کا ذکر آیت کی تفسیر

یا رسول اللہ دران ادی کی کساں
لے اللہ کے رسول! اس رادی میں ایسے لوگ ہیں
از نظر شاں کلہ شیر عریں
اُن کی نظر سے جھاڑی کے خیر کی کھ پڑی

میز نند از چشم بد بر گرگاں
جو گردھروں پر نظر ہے برنگا دیتے ہیں
واشگافہ تا کثداں شیرانیں
پھٹ جاتی ہے جہانک کہ وہ شیر رتا ہے

لہ جہتہ اگر کسی دوش کا
گوشت اُن کو پکنا جاتا ہے
تو اس پر پانی نگاہ ڈال کر
فوتا غم کو اس کا گوشت
خیر لے کے لئے دعا کر دیتے
ہیں مگر خدا جسدا نظر بد
کے اثر سے آسان کی گردش
آہنی جہاتی ہے۔ آہنہاں
چشم بد کی تاغیر اگر چہ دنیا پر
چشم بد سے متعلق ہے یہیں
اصل سبب تقدیر الہی ہے جو
محق ہے جس طرح دولاپ
بظاہر عریں نظر آتا ہے لیکن
حرکت کا اصل سبب پانی
ہے۔
ملہ چشم بد کی چشم بد کی
تاغیر کہ مارف کی نظرنا کوئی
ہے سبب رمت نظر بد کی
تاغیر کہ الہی ہے اور نہنگل
کی تاغیر عریں الہی ہے اور
رمت کبر تراب ہے۔

وانگہاں بفرستد اندر پے غلام
اور بسد میں غلام کو بھیج دیتا ہے
پیند اشتر راستق اوراہ در
وہ راستہ میں اونٹ کو مرہہ دیکھتا ہے
کو تنگ با اسپ میکردے مے
جو دوڑ میں گھوڑے کا مقابلہ کرتا تھا
سیر و گردش را بگرداند فلک
آسمان رفتار اور گردش کرنا شروع کرتا ہے
لیک گردش بود آب اہل کا
لیکن گردش میں پانی کام کی جہت ہے
چشم بد را لا کثد ز بر لکد
جو نظر بد کو پاؤں کے نیچے سدھ کر دیتی ہو
چشم بد محمول قہر ولست است
نظر بد، قہر اور ولست کا نتیجہ ہے
چیرہ زان شد ہر ہی بر خصم خود
اسی سے ہر ہی اپنے مخالف پر غالب ہو گیا

بر شتر چشم افگند ہمچوں حمام
اونٹ پر موت میں نظر ڈالتا ہے
کہ برو از پیہ ایں اشتر سفر
کہتا ہے، کہ جہاں اس اونٹ کی چربی خرید لا
سر بریدہ از مرض آل اشترے
مرض کی وجہ سے اس اونٹ کی گردن کٹی ہوئی ہو
کز خسد و ز چشم بد بے بیج شک
بے شبہ خسد اور نظر بد سے
آب پنہان ست دولاپ آشکار
پانی پوشیدہ ہے اور دھنٹ ظاہر ہے
چشم بد کو شد دولاپ چشم بد
نظر بد کی دورا اپنی نظر ہے
سبق رمت را دلای از رمت است
رمت کو سبقت مائل ہو اور یہ خدا کی رمت کا
رمتش بر نقش غالب شود
رمت کی رمت اس کے غلبہ پر غالب آجاتی ہو

کے کو تیرے ہی رحمت ہے
اور کہ تو بہ کا منظر ہے جس
بلخت جاہ کی بیاری شہوت
بطن سے بہت برسی ہو کر
اور الوہیت جنت جاہ میں
اور بیت میں حرکت کا دعوی
ہے اور شکر ادا یا معانی
گناہ ہے۔ رکت جنت آدم
کی لغزش شہوت بطن و
جاہ کی وجہ سے حق شیطاں
کی سمیت احتیاجی
تھی

۱۱۱ لاجرم حضرت آدم
کی فعل کا قرین ہو گیا
شیطان سمیت میں مکار
حق جنت کھلے اور شکر جاہ
کی شہوت میں ہوا انکاری
سے کامیاب سے جنت
جنت جاہ کی منت گئے
دور جاہ کے اس پر کش
رکش گھر سے میں خدا
جاہ کے اس کو شیطان کیا
ہے کہ ہے جس شہوت
بطن سے جس کو شیطان میں
کیا جا۔

۱۱۲ شیطنت نسبت میں
شیطنت سرکش اور کون
کیا جا، ہے اس لئے صفت
نسبت کی حق ہے۔ قد
کمانے والے ایک دستور
پر وں میں جاتے ہیں جس
نہ بادشاہ دنیا میں ہی میں
ہو سکتے ہیں مآں غلام
بادشاہ کی خواہش ہوتی ہے
کہ وہ تہا ساری دنیا پر سلطنت
کرے۔

۱۱۳ آں شہید سے اذہات
کہ باجمہ کہا جا تا ہے اس کی
وجہ یہ ہے کہ بادشاہ شکر
کے دورے سب رشتے لاف
دیتے ہیں۔

گو تیرے رحمت ست و صد او
کیونکہ وہ رحمت کا تہ ہے اور اس کی مدد
حرص بطیکہ اس نجات
بطح کی حرص اکبری اور یہ پچاس گنا ہے
حرص بطا از شہوت خلق مستخرج
بطح کی حرص ملق اور سرگاہ کی شہوت کی وجہ سے
از الوہیت زند در جاہ لاف
غدا کی وجہ سے مرید کی فریبس مارتا ہے
زلت آدم زرا شکم بود و جاہ
حضرت آدم کی لغزش بیت اور جاہ کی رکت تھی

۱۱۴ لاجرم اوزد و استغفار کرد
لا محار احمد نے جلد توبہ کر لی
حرص خلق و فرج ہم خود بد رفت
ملق اور سرگاہ کی حرص میں نہ تھی ہے
نیخ و شاخ اس ریاست اگر
جاہ کی مسد اور شاخ کو اگر
اس پر کش راعب شیطاںش خواند
و ب نے سرکش گھر سے کو شیطان کہا ہے

۱۱۵ شیطنت گردن کشی بد رفت
شیطنت لغت میں سرکش ہے
صد خورد و گنبد اندر گرد خواں
ایک خوان کے گرد نہ کیا نہ اسے نہا تے ہیں
آں خواہیں بود پر شیت خاک
و نہیں چاہا کہ یہ دوسرے زمین پر ہے
آں شہید سی کہ الملک عظیم
قرنے یہ نسبت ہے کہ سعادت باجمہ ہے

۱۱۶ کہ غقیم است و در افرزندیت
کیونکہ وہ باجمہ ہے اور اس کے اولاد نہیں ہے

از تیرے قہر بوداں زشتی و
ہم صورت قہر کا نتیجہ ہے
حرص شہوت منصب از حالت
شہوت کی حرص سانسے ادب جاہ کی حرص اذہات
در ریاست بیت چنداں درج
دستبہاد میں اس کا بطن کنا داخل ہے
طامع شکر کجا باشد معاف
بش رک کا لایچ کساں معاف ہوتا ہے
و آن ملیس از تکبر بود و جاہ
اور شیطان کی آن تکبر اور جاہ کی وجہ سے تھی

۱۱۷ و آن لعین از توبہ استکبار کرد
اور اس ملعون نے توبہ سے تکبر کیا
یک منصبیت آن شکست
لیکن وہ جاہ نہیں ہے وہ تواضع ہے
باز گویم دسترے باید درگر
نہ بیان کردن اقرار ایک دوسرا فرما جائے
نے متورے را کہ در مرغی بماند
نہ کہ اس گھر سے کو جو جاہ میں رہا

۱۱۸ مستحق لعنت آمد اس صفت
یہ صفت لعنت کی حق ہے
دور است جو بخند در جہاں
دو سلطنت کے طالب دنیا میں نہیں ملتے ہیں
تا ملک بکشید پدر از اشتراک
شکر کے دورے بادشاہ باپ کو شکر کرتا ہو
قطع خویشی کرد ملک جو ز بیم
سلطنت کے لئے کرنے کوئے اپنایت زخم کر دیا
ہمچو آتش بکشی پیوندیت
آگ کی طرح اس کا کسی سے رشتہ نہیں ہے

ہر چہ یابد او بسوزد بر درد
 نہ جس کو پانی ہے جادوئی ہے بھارتی ہے
 ہیج شوارد تو از دندان او
 ہیج گشت ہیج از دندان قتریں
 جب تو ناچیز بن گیا اس سے زور
 ہست الوہیت مدائے دل و لہلال
 الوہیت اللہ (قلی) کی چادر ہے
 تاج از آن اوست و آن ماکر
 تاج اس کی ملکیت ہے اور ہادی ملکیت بیٹی جو
 فتنہ تست ایں پرطاوہیت
 تیرا یہ طاووس پر تیرے لئے فتنہ ہے

چوں نیابد ہیج خود را میخورد
 جب کسی کو نہیں پانی ہے خود کو کما ہیج
 رحم کم جواز دل بسندان او
 اس کے بہن ایسے دل سے رحم ہیج
 ہر صباح از فقر مطلق گیرد
 ہر صبح کو فقر مطلق سے سچے ماس کرے
 ہر کہ در پوشد بر او گرد و بال
 جادوئی ہے وہ اس کے لئے بال بھاتی جو
 وائے او گز خخورد وارد گذر
 اس کے ہر تباہی ہے جادوئی تھہ بڑے
 کاشتر آلت باید و قد و سبت
 کیونکہ بچے شہرت اور قد و سبت رکاربے

لہ ہست کلا اور الوہیت
 اللہ تعالیٰ کی چادر ہے جو
 اس کو اور سے گاس کے لئے
 وہ دال بے گی تاج تاج
 خدا کی ملکیت ہے ہاں ہے
 خود شگہازی کی بیٹی ہے نشہ
 کرد خود جو پر طاووس ہے
 یہ خدا میں شرکت کا دعویٰ
 ہے۔

شرح

اد پر تحصیل عروج روحانی کی ترغیب دی تھی مگر چونکہ عروج
 مذکور کی حالت میں عجب کا اندیشہ ہوتا ہے اسلئے اس کی
 اصلاح فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تم کو عروج روحانی حاصل ہو جائے تو تم کو
 چاہیئے کہ حالات عروج نو کو ٹھیک طور پر جانو۔ یعنی اس کو اس طرح نہ جانو کہ
 اس عجیب پیدا ہو بلکہ اس طرح جانو کہ عجب نہ پیدا ہو کیونکہ اگر تم اس کو اس
 طرح جانو گے تو تمہارے لئے شر ہو گا۔

پس جبکہ تم کو یہ دولت حاصل ہو جائے تو تم کو اپنی خوبیوں پر نظر نہ
 کرنی چاہیئے۔ بلکہ تم کو اپنے عیوب پر نظر کرنی چاہیئے تاکہ تمہیں اپنی نظر نہ ہو
 جائے اور اس تمہارے کمالات کو صدمہ نہ پہنچ جائے۔ کیونکہ نظر بد بہت
 بُری بلا ہے اس پہاڑ کو لغزش ہو جاتی ہے آدمی تو کیا جینہ ہے۔

تائید کے لیے ان یکاد الذین کفروا لیز لقونک با بئصارہم
 پڑھ لو۔ شان نزول اس آیت کا (علی مادی واللہ اعلم بصحت) یہ ہے

کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ وقار میں مانندِ کوہ تھے ان کو اثرِ نظرِ بد سے درمیانِ راہ لغزش ہوئی۔ حالانکہ نہ وہاں کیچڑ تھا اور نہ بارش یہ حالت دیکھ کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تعجب ہوا کہ یہ بے وجہ لغزش کیسی! میں نہیں سمجھتا کہ یہ حالت بھید سے خالی ہو۔ بلکہ ضرور اس میں کوئی نہ کوئی راز ہے آخر کار وحی آئی اور آپ کو مطلع کیا کہ یہ صدمہ آپ کو نظرِ بد اور اس کی مزاحمت سے پہنچا ہے اگر کوئی اور ہوتا تو فوراً فنا ہو جاتا اور چشمِ بد کا شکار اور منقاد فنا ہو جاتا۔ مگر عصمت و حفظِ خداوندی آپہنجی جس نے آپ کو پہنچایا اور یہ بات کہ جب عصمتِ حق سبحانہ، بقی تو پھر لغزش ہی کیوں ہوئی سو اس کا سبب یہ تھا کہ آپ کو اثرِ نظرِ بد کا پتہ لگ جائے۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ اس بات سے تم کو نظرِ بد کی حقیقت معلوم ہوئی چاہیے اور چشمِ بد سے محفوظ رہنے کی آیت ان یُکادُ الخ کو پڑھنا چاہیے کیونکہ اس میں دفعِ نظر کی خاصیت ہے اور اس کوہ وقار یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت کو دیکھ کر اس عبرت حاصل کرنی چاہیے اور تم جو کہ برگِ کاہ سے بھی کم وزن ہو تم کو چاہیے کہ اپنے کو صرصرِ چشمِ بد کے مقابلہ میں لاؤ خیر یہ مضمون تو بطورِ جملہ معترضہ کے تھا۔ اب سنو کہ حق سبحانہ نے

فرمایا کہ اے ہمارے رسول اس وادی میں کچھ لوگ موجود ہیں۔ جو بلند پرواز کرگسوں پر بھی اپنی نظرِ بد کا اثر پہنچاتے ہیں ان کی نظر میں شیرانِ بیشہ کا غل درہم برہم ہو جاتا ہے تاآنکہ وہ شیر رو دیتے ہیں۔ اور یہ لوگ موت کی طرح اونٹ پر نظر ڈالتے ہیں اس کے بعد اپنے کمالِ تاثیر کے اعتماد پر اس کے پیچھے آدمی بھیجتے ہیں اور کہتے ہیں جاؤ اس اونٹ کی چسبہ خرید لاؤ۔ چنانچہ وہ جاتا ہے اور اونٹ کو رستہ میں پڑا پاتا ہے اور وہ اونٹ جو دوڑ میں گھوڑوں کا مقابلہ کرتا تھا ایک لمحہ میں بیمار ہو کر مرجاتا ہے

یا ذبح ہو جاتا ہے کیونکہ نظر بد بُری بلا ہے اس میں یہ اثر ہے کہ اس کے ذریعہ سے
آسمان کی گردش بدل سکتی ہے (وہو مباغتہ فی عظیم التاثر و نہا ہو لصیح لاماقال
ولی محمد را ذّا علیہ بالنظر الی قولہ بیچ مشک وقال ان ہذہ اللفظۃ ینادی با علی نذار
ان المقصود ہو التحقیق - لا البالغۃ)

اب مولانا فرماتے ہیں کہ اچی کیسی چشم بد موثر تو فی التحقیق ارادہ خداوندی ہے
اے چشم بد تو اس کے تابع ہو کر موثر ہے۔ اسلئے یوں کہنا چاہئیے کہ پانی (ارادہ الہی)
مخفی ہے۔ اور پینچکی (چشم بد) ظاہر۔ مگر حرکت میں اصل پانی ہے اور پینچکی
کی حرکت تو اس کے تابع (نہا ہو المراد فلا نلتفت الی ماقال ولی محمد)

جب یہ مضامین استطراد یہ ختم ہو چکے تو ہم پھر ماضی کی طرف غور کرتے
ہیں۔ کہ تم اپنی نظر کو ٹھیک رکھو تاکہ نظر بد سے محفوظ رہو۔ کیونکہ نظر نیک علاج ہے
نظر بد کا۔ اور یہ نظر اس نظر بد کو فنا کر دیتی ہے کیونکہ چشم نیک اثر ہے رحمت
کا اور چشم بد نتیجہ ہے قہر و لعنت کا۔ اور حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ میری رحمت
میرے غضب پر غالب ہے اس بنا پر چشم نیک چشم بد پر غالب ہوگی۔ اور یہی
وجہ ہے کہ انبیاء اپنے دشمنوں پر غالب ہوتے ہیں کیونکہ انبیاء رحمت سے پیدا ہوتے
ہیں اور مخالفین قہر و غضب سے۔ اسلئے انبیاء کو ان پر غالب ہونا چاہیئے۔

یہاں سے مقصد اصلی یعنی مذمت جاہ کی طرف عود فرماتے
ہیں اور کہتے ہیں کہ حرص جاہ نہایت ہی بد بلا ہے۔ حرص
بط (یعنی حرص کا موزون، جماع) تو ایک ہی درجہ میں خطرناک ہے اور یہ یعنی
حرص جاہ اس کے پچاس گونہ بڑھی ہوئی ہے اور ان دونوں حرصوں میں وہی سمیت ہے
جو سانپ اور اژدھ میں۔ پس سے حرص شہوت تو بمنزلہ سانپ کے ہے اور حرص
منصب و جاہ بمنزلہ اژدھ کے۔ کیونکہ طالب جاہ۔ جاہ کی حالت میں گویا کہ وہ

مدعی الوہیت ہوتا ہے اور سبب اسکا یہ ہے کہ بڑائی حق سبحانہ کی صفت ہے اور وہ اسے اپنے ہی ساتھ مختص رکھنا چاہتے ہیں اور کسی کو اس میں شرکت کی اجازت نہیں دیتے۔ پس جبکہ کوئی شخص طالب جاہ ہوتا ہے تو وہ اس صفت میں حق سبحانہ کا شریک بننا چاہتا ہے اور ظاہر ہے کہ طالب شرکت قابل درگزر نہیں ہو سکتا۔ (الا ان یعفو اللہ عنہ بمنہ وفضلہ) برخلاف حرص شہوت کے۔ کہ وہ عاصی ہے مگر طالب شرکت نہیں اسلئے طالب جاہ کی نسبت سے اس کا جرم بہت کم ہے اور وہ قابل معافی ہے۔ ایک فرق تو یہ تھا۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ حُب جاہ میں توبہ کا احتمال بلیغ ہے بہ نسبت حرص شہوات کے۔

چنانچہ دیکھ لو۔ آدم علیہ السلام کی جو لغزش ہوئی تھی اس کا منشا حرص شکم اور حرص شہوت تھی (حرص شکم کا منشا ہونا تو ظاہر ہے۔ یہی حرص شہوت سوا اس کے منشا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ دانہ گندم آپنے حضرت حوا کی ترغیب سے کھایا تھا اور جس چیز نے حضرت حوا کی بات مان لینے پر مجبور کیا تھا وہ ان کی محبت تھی اور محبت کا منشا شہوت تھی۔ پس شہوت کا سبب ہونا ظاہر ہو گیا) اور ابلیس نے جو گناہ کیا تھا اور اس کا منشا تکبر اور حُب جاہ تھی اسلئے حضرت آدم علیہ السلام نے تو فوراً ہی توبہ کر لی اور ابلیس نے توبہ کرنے سے بھی تکبر کیا۔

د اور راز اس کا یہ ہے کہ شہوت بطن و فرج سے آدمی سیر ہو جاتا ہے لہذا ظاہر برخلاف حُب جاہ کے کہ اس سیری نہیں ہوتی۔ بلکہ جس قدر بھی جاہ ہو آدمی اس زیادہ چاہتا ہے پس جبکہ شہوت بطن و فرج سے سیری حاصل ہو جاتی ہے تو آدمی کے عقل پر سے پردہ اٹھ جاتا ہے۔ اور عقل شلٹ ہونے کا اندر اک کر کے آدمی کے اندر انفعالی کیفیت پیدا کرتی ہے۔

برخلاف حُب جاہ کے کہ اس سیری نہیں ہوتی کہ عقل کے اوپر سے حجاب دور

ہو اور وہ اس فعل کی شناخت کا احساس کرے اور اس کی ندامت پیدا ہو)
 اس کی معلوم ہوا کہ حرص بطن و فرج بھی بد ذاتی ہے مگر وہ جاہ نہیں ہے
 بلکہ اس کی سبب تذللی ہے کیونکہ وہ شینع ندامت ہے نہ کہ جاہ۔

اس لئے جس قدر حرص جاہ مذموم ہوگی اس قدر حرص بطن و فرج مذموم نہ ہوگی۔
 الغرض جاہ نہایت ہی خطرناک چیز ہے اگر میں اس کا منشا اور اس کی
 شاخیں بیان کروں تو اس کے لیے ایک دوسرے دفتر کی ضرورت ہے
 اس لئے مختصر طور پر اس کا بیان کیا گیا ہے — اچھا! گھوڑی سی تفصیل اس کی
 اور سن لو۔ دیکھو اسپ سرکش کو عرب شیطان کہتے ہیں۔ مگر اس گھوڑے کو
 جو حرص بطن کے سبب چراگاہ میں رہ جائے شیطان نہیں کہتے کیونکہ کُنت میں
 شیطنت کے معنی گردن کے ہیں۔

پس یہ صفت سرکش گھوڑے میں تو پائی جاتی ہے اور چراگاہ میں رہ جانے
 والے گھوڑے میں نہیں پائی جاتی ایسے وہ لقب شیطان کا مستحق ہے۔ نہ کہ یہ۔
 غرض کہ یہ صفت تکبر و تجبر مستحق لعنت ہے کیونکہ یہ صفت نہایت ہی مذموم
 ہے۔ دیکھو! سوکھانے والے (حریص بطن) ایک دسترخوان پر بے تکلف کھانا کھا
 لیتے ہیں مگر وہ طالب ریاست جہاں میں نہیں سہلتے اور ایک دوسرے کا
 زندہ رہنا نہیں چاہتے۔ حتیٰ کہ بیٹا اگر ایک ملک کا بادشاہ ہو اور اس کا باپ دوسرے
 ملک کا۔ تو تختِ عز و من الا شتر اک کے سبب بیٹا باپ کو مار ڈالتا ہے۔

تم نے سنا ہو گا کہ الملک عقیم یعنی ملک بانجھ ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ سلطنت
 تعلقِ قرابت کو قطع کر دیتی ہے حتیٰ کہ اولاد سے بھی تعلق منقطع کر دیتی ہے ایسے
 وہ بانجھ ہے اور اس کی اولاد نہیں اور وہ آگ کی طرح ہے جس کو اس کے علاقہ
 نہیں۔ بلکہ جو کوئی اس کی سامنے آتا ہے سب کو تہس نہس کر دیتی ہے اور جب

کسی کو نہیں باقی تو بیچ و تاب سے خود اپنے کو کھا جاتی ہے۔

پس اگر تم کو جاہ کے غائلہ سے بچنا منظور ہے تو اسکی صورت یہ ہے کہ اسے تم نہ کرو۔ اور خودی کو چھوڑ دو۔ کیونکہ خودی کو قائم رکھ کر اسکی توقع رکھنا کہ جاہ تم پر رحم کرے گا اور تم کو ضرر نہ پہنچائے گا بالفضل ہے پس تم کو اس دل سخت سے رحم نہ ڈھونڈنا چاہیے لیکن جب کہ تم خودی کو چھوڑ دو گے اس وقت تم کو اسکی سختی اور بے رحمی دل سے کوئی خطرہ نہیں۔ پس تم کو ہر روز فقر کامل کا سبق لینا چاہیے اور رفتہ رفتہ فقر کامل حاصل کرنا چاہیے۔

دیکھو خدائی صفت ہے حق سبحانہ کی۔ پس جو کوئی اس کو اپنی صفت بنائے گا تو وہ صفت اسکی لیے وبال جان ہو جائے گی۔ شہنشاہی حق سبحانہ کا حق ہے اور ہمارا کام خدمت و اطاعت ہے۔ پس جو شخص اپنی حد سے بڑھ جائے اور شاہی کا طالب ہو اسکی حالت افسوس کے قابل ہے کیونکہ اسکی اسکو سوائے ضرر کے اور کچھ نہ حاصل ہوگا۔

یاد رکھو کہ یہ تمہاری شان و شوکت تمہارے لئے بڑے خطرہ کی چیز ہے کیونکہ اس کی بنا پر تم صفت خداوندی میں شرکت چاہتے ہو اور تم کو مخدوم مطاع بننے کی خواہش ہوتی ہے اور تم معائب سے پاک بننے کے خواہاں ہوتے ہو اور چاہتے ہو کہ بس لوگ ہمارے تنزیہ و تقدیس کیا کریں۔ لہذا اس کو چھوڑنا چاہیے اور تذلل و تمسک اختیار کرنا چاہیے۔



۱۱۳
۱۱۴
۱۱۵
۱۱۶
۱۱۷
۱۱۸
۱۱۹
۱۲۰
۱۲۱
۱۲۲
۱۲۳
۱۲۴
۱۲۵
۱۲۶
۱۲۷
۱۲۸
۱۲۹
۱۳۰
۱۳۱
۱۳۲
۱۳۳
۱۳۴
۱۳۵
۱۳۶
۱۳۷
۱۳۸
۱۳۹
۱۴۰
۱۴۱
۱۴۲
۱۴۳
۱۴۴
۱۴۵
۱۴۶
۱۴۷
۱۴۸
۱۴۹
۱۵۰
۱۵۱
۱۵۲
۱۵۳
۱۵۴
۱۵۵
۱۵۶
۱۵۷
۱۵۸
۱۵۹
۱۶۰
۱۶۱
۱۶۲
۱۶۳
۱۶۴
۱۶۵
۱۶۶
۱۶۷
۱۶۸
۱۶۹
۱۷۰
۱۷۱
۱۷۲
۱۷۳
۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶
۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰

تقتہ اکل حکیمے کہ طاؤس را دید کہ پریزبائے خود را بر می کند
اُس دانا کاقتہ جس نے مور کو دیکھا کر دیا اپنے مسین بڑوں کو چونک سے
بہت قارومی انداخت و تن خود را کل وزشت میکرد از تعب
اکھاڑ رہا ہے اور پھینک رہا ہے اور اپنے جان کو گھاؤر بدناما رہا ہے اُس نے
طاؤس را پر سید کہ در لغت نمی آید گفت می آید انا پیش ما
تعب سے مرے دریافت کیا کہ تجھے افسوس نہیں ہو رہا ہے اُس نے کہا ہو رہا ہے
جان از پر عزت تراست و ایس پر عدو جان من ستا زیں
لیکن مجھے جان بڑوں سے زیادہ پیاری ہے اور پریزبری جان کے دشمن ہیں اسوجہ
جہت بر می کنم
سے میں اکھاڑ رہا ہوں

یک حکیمے رفتہ بود آنجا بگشت
نہلت ہوا ایک عقلمند وہاں پہنچ گیا
بیدریغ از بیخ چوں بر می کشی
تو بلا تاش، جوڑے کیوں اکھاڑ رہا ہے؟
بر کنی و اندازش اندر و کل
تو اکھاڑتا ہے اور اُس کو کچھ میں پھینکتا ہے
حافظاں در طی مصحفی نہند
حفاظ قرآن کے موڑ میں رکھتے ہیں
از بر تو باد بیزن می کنند
تیرے بڑوں کا پست کما جلتے ہیں

تو نمی دانی کہ نقاش کیست
تو نہیں جانتا کہ اُس کا نقاش کیوں ہے؟
قاصداً قطع طرازی می کشی
جان بوجہ کرنش و نگار کو قطع کر رہا ہے
افکنند مر بندہ را از چشم شاه
غلام کو بادشاہ کی نظر سے گمراہ دیتے ہیں
لیکے کم مالش کہ دارد دھ خط
لیکن اُس کو نہ بچا کیونکہ بکڑوں خط لکھا

پہر خودی کند طاؤس بدشت
ایک مور جنگ میں اپنے بڑے اکھاڑ رہا تھا
گفت طاؤس چنین پرسی
اُس نے کہا اور مور! ایسے بڑھیا پڑ
خود دل چوں میدہت ایں حل
خود تیرا دل کیسے (اجانت) دیتا ہے؟ کہید کیا
ہتر پرت را از عزیزی و پسند
مگر تقدیری اور پسند کی وجہ سے تیرے عزیز کو
بہر تحریک ہوائے سود مند
منفید ہوا کہ جلائے کے لئے

لینچہ ناشکری و جہ بیباکی ست
یہ کیا ناشکری اور جہ بیباکی ہے
یا ہی دانی و نازے می کشی
یا تو جانتا ہے اور ناز دہا رہا ہے
لے بسا نازا کہ گرد و اں گناہ
بہت سے نازی ہیں جو گناہ میں جاتے ہیں
ناز گردن خوشتر آید از شکر
ناز گردن شکر سے زیادہ مٹا دیتا ہے

۱۱۳
۱۱۴
۱۱۵
۱۱۶
۱۱۷
۱۱۸
۱۱۹
۱۲۰
۱۲۱
۱۲۲
۱۲۳
۱۲۴
۱۲۵
۱۲۶
۱۲۷
۱۲۸
۱۲۹
۱۳۰
۱۳۱
۱۳۲
۱۳۳
۱۳۴
۱۳۵
۱۳۶
۱۳۷
۱۳۸
۱۳۹
۱۴۰
۱۴۱
۱۴۲
۱۴۳
۱۴۴
۱۴۵
۱۴۶
۱۴۷
۱۴۸
۱۴۹
۱۵۰
۱۵۱
۱۵۲
۱۵۳
۱۵۴
۱۵۵
۱۵۶
۱۵۷
۱۵۸
۱۵۹
۱۶۰
۱۶۱
۱۶۲
۱۶۳
۱۶۴
۱۶۵
۱۶۶
۱۶۷
۱۶۸
۱۶۹
۱۷۰
۱۷۱
۱۷۲
۱۷۳
۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶
۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰

ہے ذبحہ پیدا کر دینا ہے
تو جو مرد بنے گا اُس کو وہ
زندگی صلا کر دے گا۔
چونکہ زندہ ہے۔ چونکہ وہ
زندہ ہے۔ مرنے سے پہلے ہی پیدا کرتا
ہے لہذا اگر تو نفس کو نہ
مارے گا تو وہ مرنے سے پہلے ہی
مرنے شروع۔ قربانی بن جائے
وہ تجھے حیات ابدی عطا کر
دے گا۔ دسے شری۔ تو اپنے

اگر تو خالص طاری کرے گا تو بہار کا
فرمان کا پناہ برتا دے گا۔
نفس دیکھے گا رات بنے گا۔

لے کر کن۔ بظاہر یہ کیا
منور ہے جو اُس نے طاف
سے کہا۔ مرنے سے پہلے ہی
حسب جبر سے کوئی نہایت
بڑی عقل ہے۔ لاجب جبر کا
درجہ ہے۔ انکار کی وجہ سے
نفس سلسلہ کی صفائی میں
میں پڑتا ہے جیسا کہ تیرے
اگر کہ کھو چھوڑا ہو گیا
جو کہ وہ لاچار و بے نشان
باقی رہا ہے۔

لیکن آبادست آں براہ نیاز

عاجزی کا راستہ، اطمینان کی جگہ ہے

اے بے نیاز آوری زویر و بال

بہت سی ناز آوریں نے ہر دہان نکالے

خوبی ناز اردے بفرازدت

نازی خوبی، اگر فرما تجھے اور بھار کر تجھے

وین نیاز ابرجہ کلاغہ میسند

یہ نیاز اگر تجھے ڈبلا کرتا ہے

چونکہ زندہ مرنے میں میسند

چونکہ وہ (نفس) مرنے سے زندہ پیدا کرتا ہے

چونکہ زندہ مرنے میں میسند

چونکہ وہ مرنے سے زندہ پیدا کرتا ہے

مرده شوتاغیر جہ الحی الصمد

مرده میں تاکہ (نفس) زندہ کو پیدا کرے لایا ہے نیاز

دے شوی بینی تو اخرج بہار

تو خواں میں ما، تو بہار کا پیدا کرتا دیکھے گا

بزرگن آں پر کہ نہ پذیرد رِقو

ہر دہان کو نہ لگاؤ کیونکہ ان پر رِقو نہ ہو سکتا

آپنھاں رُوی کہ چون مہم ضعی

وہ چہرہ جہاں کے سورج کی طرح ہے

زخم ناخن برخیاں رُخ کا فیت

ایسے چہرے پر ناخن لازم کا فیت ہے

یامنی بینی تو رُوی خویش را

یا تو اپنا چہرہ نہیں دیکھتے ہے

یا تو اپنا چہرہ نہیں دیکھتے ہے

ترک نیازش گیر و با آں رہ ساز

ناز کرنا چھوڑ دے اور اُس راہ سے افس ہوا

آخر الامر آں برل کس شد بال

بالا خرد، اُس شخص پر وہاں بنیں

بیم و ترس مضمشر بگدازدت

اُس کا بچھا ہوا خوف اور ترس بگداڑتا ہے

صدر راجوں بدر انور میسند

سینہ کروروشن چاند کی طرح بنادیتا ہے

ہر کہ مرنے گشت او دار درزند

چونکہ وہ بدست یافتہ ہے

نفس زندہ مرنے میں میسند

زندہ نفس موت کی جانب چلا جاتا ہے

زندہ زیں مرنے بیروں اور

زندہ کو، اُس مرنے سے پیدا کر دے

لیل گردی بینی ایلاچ نہار

رات میں جا، تو دن کا داخل کرنا دیکھے گا

رُوی مخراش از عزالے خوب رو

لے حسین، اتم میں چہرے کو نہ چھیل

آپنھاں رُخ را خراشدن خطا

ایسے چہرے کو چھیلنا غلط ہے

کہ رُخ مہر فراق اُدر گریست

جس کے فراق میں چاند کا چہرہ رونا ہے

ترک کن خوئے لجاج اندیش را

جسٹھار کرنے والی عادت کو چھوڑ دے

جسٹھار کرنے والی عادت کو چھوڑ دے

شرح

فتنہ تست ایں پر طاؤسیت کی تائید میں مولانا ایک قصہ بیان

فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک مور جنگل میں اپنے پر اُکھڑ رہا تھا۔

اتفاق ایک حکیم بھی گھومتا ہوا وہاں پہنچ گیا۔ اور کہا کہ اے مور! یہ عمدہ پر تو یوں بیدار

کیوں اکھڑتا ہے تیرا جی کیسے گوارا کرتا ہے۔ کہ اس قدر عمدہ لباس کو اتار کر کچھ پٹر میں ڈال دے۔ تجھے ان پردوں کی قدر معلوم نہیں۔

اچھا مجھ سے سُن۔ یہ وہ باوقفت پر ہیں کہ ان کی گرامی قدر اور پسندیدہ ہونے کے سبب حفاظ ان کو قرآن میں رکھتے ہیں اور ہوا کو حرکت دینے کے لئے لوگ ان کا پنکھا بناتے ہیں۔ پس سے یہ کیا ناشکری ناسپاسی ہے کہ ایسی نعمت کی قدر نہیں کی جاتی۔ ارے تو جوان کو یوں پامال کرتا ہے۔ تجھے معلوم ہے کہ ان کا نقاش کون ہے۔

اور یہ کس بنائے ہیں اگر تو نہیں جانتا تو مجھ سے سُن! یہ حق سبحانہ کے بنائے ہوئے ہیں۔ پس جبکہ تو ان کی یوں بے وقفی کرے گا تو وہ ضرور تجھ پر عتاب کریں گے یا تو جانتا ہے مگر ناز کرتا ہے اگر ایسا ہے تو یاد رکھ کہ بہت سے ناز جُرم قرار پاتے ہیں اور غلام کو شہنشاہ کی نظر سے گرائیتے ہیں۔ ناز کرنا گو شکر سے زیادہ لذیذ ہے مگر اس میں خطرات بھی بہت ہیں اسلئے اس شکر کو کھانا نہیں چاہیئے۔ اور ناز کو اختیار نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ عجز و نیاز اختیار کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اس میں کوئی خطرہ نہیں۔ پس تو ناز کو چھوڑ اور راہ نیاز اختیار کر۔

اب مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں۔ صاحبو! بہت ناز کرنے والوں نے بلند پروازی کی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ وہ بلند پرواز ان کے لیے وبال ہو گئی پس تم کو ناز نہ کرنا چاہیئے۔ اور عجز و نیاز اختیار کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اگر ناز میں خوبی ہے جو کہ تم کو کچھ دیر کے لئے سرفراز کرتی ہے تو اس میں خوف مخفی بھی ہے جو تم کو گھلا دے گا۔ یعنی جو حق سبحانہ بعض اوقات لوگوں کے ناز اٹھا کر ان کو سرفراز فرماتے ہیں۔ مگر یہ ناز برداری دائم نہیں ہے بلکہ کسی کو اس پر عتاب بھی ہو جاتا ہے۔ جو ناز کرنے والوں کو گھلا دیتا ہے۔ اور نیاز اگر چہ خوف اور فکر ناخوشی حق سبحانہ کے سبب لاغر کرتا ہے مگر فائدہ اس میں یہ ہے کہ وہ سینہ کو

جو دہویں رات کے چاند کی مانند منور کر دیتا ہے۔

دیکھو جبکہ حق سبحانہ کی شان یہ ہے کہ وہ مردہ میں سے زندہ نکالتا ہے تو جو شخص مردہ ہو جائے اور عجز دنیا ز اختیار کرے وہ ہی ٹھیک راہ پر ہے کیونکہ حق سبحانہ اس کو اس مردگی کے سبب حیات روحانی عطا فرمائیں گے اور جبکہ وہ زندہ میں سے مردہ نکالتا ہے تو اس کا اثر یہ ہے کہ نفس زندہ موت معنوی پاتا ہے۔

الحاصل! موت کا نتیجہ حیات ہے اور حیات کا نتیجہ موت۔ پس تم مردہ ہو جاؤ یعنی اپنی خواہشات کو بالکل چھوڑ دو جن میں سے ناز بھی ہے اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ مردہ میں سے زندہ نکالنے والا آتی ہوا۔ اس مردہ میں سے زندہ نکالے گا یعنی اس مردگی کے سبب تم کو حیات معنوی عطا فرمائے گا۔ اور تم خزاں ہو جاؤ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم دیکھو گے کہ حق سبحانہ اس بہار پیدا کرتے ہیں اور اگر تم رات اور معراں اکمال ہو جاؤ تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم دیکھو گے کہ حق سبحانہ اس میں دن اور کمال کو داخل کرتے ہیں۔ ————— القصد تم نقص اور کمی اختیار کرو۔ اس کے تم کو کمال حاصل ہوگا۔

خیر! یہ مضمون تو استطراذی تھا اب سنو! کہ اس حکیم نے مور سے کہا کہ تم اپنے پروں کو نہ اکھڑو اسلئے کہ پھر اس کی تلافی نہ ہو سکے گی۔ اور ماتم میں اپنا منہ نہ نوچو۔ کیونکہ وہ منہ جو آفتاب چاشت سے زیادہ روشن ہے ایسے منہ کو۔۔۔ نوچنا سخت غلطی ہے اور ایسے چہرہ کو نوچنا نہایت ناشکری ہے جس کے فراق میں چاند بھی روتا ہے یا تم کو اپنا چہرہ نظر ہی نہیں آتا جو ایسا کرتے ہو ایسا تو نہیں ہے بلکہ تمہارا اسے نوچنا بنا بر تعنت ہے اسلئے تم خصلت تعنت کو چھوڑو اور منہ نوچنے کو ترک کرو۔

سبحانہ

در بیان آنکه صفا و سادگی نفس مطمئنہ از فکر تہا مشوش
 اس کا بیان کہ کار سے نفس مطمئنہ کی صفائی اور سادگی پر بیان ہو رہا ہے
 میشود چنانچہ بر روی آئینہ چیزے نویسی اگرچہ پاک کنی
 مینا کہ تو آئینہ پر کوئی چیز لکھے اگرچہ تو دھو لے، داغ اور
 داغے و نقصانے بماند
 نقصان ہائی رہ جاتا ہے

روحی نفس مطمئنہ
 لاچر، فکروں کے ناپ سے
 زخمی ہو جاتا ہے صفا بمانے
 آنکار توڑ دیتے ہیں اور
 روح تک کسے چرے کو
 بدنا بنا دیتے ہیں تاکہ شاید
 جب انسان آنکار کی کسی
 گروہ کو کھڑے ہو کر
 زخمی نہ بنا پاک ہو جائے
 جس سے اس کی پر ملازم
 کی تہائی ہے عقدہ۔ ہیں
 دنیاوی آنکار کی عقدہ کشائی
 ایسی ہے جیسے کسی حال میں
 کے منہ کی ست گروہ کو کوئی
 شخص کھسے جولاہاں جو
 عقدہ کشاؤ۔ چند گروہوں
 کے کھسے میں تو روٹھا
 مویا زخم کرے کہ چند گروہوں
 قریں اور کھول میں لپکیں
 حاص کیا ہوا عقدہ کاں
 تیرے نفسی یا سمیہ مہنے کی
 گرد جو تیرے گھنے میں لگی
 ہوتی ہے اگر تو اسکو کھول
 لے تو سب سے بہتر ہے
 لے قل اگر تو آدمی ہے تو
 اس اشکال کو کھول کر عقدہ
 اعیان غلام غرض اور جوہر
 کی تہائی کرنے میں لگے رہتے
 ہیں اور خود اپنی حقیقت
 وادیت سے بے خبر رہتے
 ہیں جتنی بدانی حق غرض
 قطع غرض و تہا جس
 لے تہا آپ کو مان لیا
 اس نے خدا کو مان لیا
 نفس کی حقیقت کا چھٹا
 کی معرفت تکسہ پتا ہے

زخم ناخنہائے قدرت می کشد
 فکر کے ناخنوں سے زخمی ہو جاتا ہے
 میخراشد در لقمہ روی جاں
 غور کوئی (صوت) میں وہ جان کا چرہ کھلا کر
 در حدت کردہ منہ میں بال ہا
 اس نے منہ پر بالوں کو ناپاکی کر لیا ہے
 عقدہ سخت ست بر کیستہ تھی
 (یہ جبری) خالی فیصلہ پر سخت گروہ ہے
 عقدہ چندے در کشادہ گیر
 رخص کرنے قریں اور چند گروہوں کھول میں
 کہ ندانی کہ خسی یا نیک سخت
 کیونکہ تو نہیں جانتا کہ تو بہت سخت یا نیک سخت

آں بود بہتر ز فکر ہر غیب
 ہر سرکش کے فکر سے بہتر ہے
 خرج کن ایں دم اگر حجابی
 اگر تجھ میں دم ہے تو اس دم کو خیر کر
 حد خود را واں کہ بنود زیں گزیر
 اپنی حقیقت جان لے کر ایسے ہوا چارہ نہیں جو
 تا بہ بعد در رسی لے خاک پیر
 لے خاک پیر لے تاکہ تو اس بات میں خیر یا نیک حقیقت
 معلوم ہو

روحی نفس مطمئنہ در جسد
 جسم میں نفس مطمئنہ کا چہرہ
 فکرت بد ناخن پر زہرواں
 بڑے خیال کو زہر ملا ناخن سمجھ
 تاکہ شاید عقدہ اشکال را
 جب تک کہ کسی اشکال کی گروہ کو کھولتا ہے
 عقدہ را کشادہ گیر لے منتہی
 لے انتہا کو پہنچ دے اور جس کے گروہ کو کھول
 در کشادہ عقدہ گشتی تو پیر
 تو گروہوں کو کھولنے میں بڑھا ہو گیا
 عقدہ کاں بر گلوئے ماست
 وہ پیمانہ چارہ ہے گھنے میں ہے است ہے

گر بدانی کہ حقیقی یا تعبید
 اگر تو یہ جان لے کہ تو نیک یا بد
 حل ایں اشکال کن کر آدمی
 اگر تو آدمی ہے اس اشکال کو کھول کر لے
 حد اعیان و عرض دانستہ گیر
 فرض کرے اعیان اور عرض کی تعریف معلوم ہوگی
 چوں بدانی حد خود زیں حد گزیر
 جب تجھے اپنی حقیقت معلوم ہوگی اس تہا نہ گزیر کر

ملے قرعہ کی طرف سے
و محمول کی طرف سے
جانی ہے اور کوئی سناہ
ہوئی نہیں آتا۔ ہر ویلے میں
وہیں لاکوئی تہو برآمد
ہو رہا ہے تو اپنے
انجام پر خود کرے۔ جڑ تو
نے مشاہدہ نہیں کیا ہے
مضائق کے ذریعہ خالق
کو سمجھا ہے۔ جیسا کہ قرآن
میں مذکور ہے اور
ہر مضموع لاکوئی مانع ہے
فی فراہم فلسفہ میں اور
کو سمجھنے کے لئے وسائل ہیں
اماندار کرنا ہوتا ہے اور اگر کوئی
مضموع جس کے برعکس مشاہدہ
کرتا ہے وہ وہاں سے ہٹ کر
مراقب میں مشاہدہ کرنا ہے۔
ملکہ قرعہ خاں فلسفہ اسے
مراقب کو سمجھتا ہے یہی وجہ
کے ذریعہ آگ تک پہنچا ہے
غائب واروں کے لئے قرب
اور عشق کی آگ دھوئیں کی
نزدیک تر ہے جس مشاہدہ

عمر در محمول و در موضوع رفت
محمل اور موضوع کی توفیق میں عمر گذر گئی
ہر ویلے بے نتیجہ و بے اثر
در سبیل بے نتیجہ اور بے اثر ہو
جز بمضموع ندیدی صالحی
مضموع کے علاوہ مانع کو نہ دیکھا
می فراہم در وسائل فلسفی
فلسفی واسطوں میں امادہ کرنا ہوتا ہے
ایں گریز را ز ویل و از حجب
سبیل اور پردے سے گریز کرنا ہے
گر زخاں اُردا ویل آشت
اگر اس کے لئے دھواں آگ کی ویل ہے
خاصا میں آتش کا از قرب و دلا
خصوصاً یہ آگ کہ قرب اور دھواں کی وجہ سے
پس یہ کاری بود رفتن زخاں
دستر خوان سے چل دینا بکاری ہے

بے بصیرت عمر در موضوع رفت
نقص نشان باذن میں جا بصیرت کے عمر نہ ہو گئی
باطل آمد و نتیجہ خود نکر
باطل ہے، خود و نتیجہ پر خود کرے
برقیاس اقرانی صالحی
قرآنی قیاس پر ماسا بر ہو گیا
از دلال باز بر عکس صفی
دلال سے، پھر برگزیدہ مضموع انکے برعکس ہے
از بے مدلول سر بردہ بحیب
مدلول کے لئے، اگر بیان میں کچھ دے ہوئے
بے دھواں مارا دلال آتش خوش
اس میں سلامی بغیر دھواں کے جانے لے آگ سے
از دھواں نزدیک تر آمد میا
ہم سے دھواں سے زیادہ قریب آگئی ہے
بہر تحقیقات جاں نوبی دھواں
دھواں کی باب، جاں کے خیالات کی خاطر

سے آگ کے دلال سے آتش ذات تک پہنچنا سیاہ کاری اور غلطی ہے۔

شرح

یہاں سے مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور
کہتے ہیں کہ تمہارے نفس مطمئنہ کا چہرہ نا خنہائے ازکار لایسنی
سے زخمی ہو رہا ہے۔ اور تمہارے افکار بیہودہ زہریلے ناخن ہیں جو غور و خوض کی حالت
میں تمہارے روح کے صاف چہرہ کو زخمی کرتے ہیں۔ پس تم افکار بیہودہ سے بچو۔
اور اس نفس مطمئنہ اور روح کی سادگی و صفائی کو بر باد نہ کرو۔
[واضح ہو کہ نفس کی حالات مختلفہ کے لحاظ سے مختلف نام ہیں پس جبکہ وہ طالب لذات
عہ اس مقام پر نفس کو مطمئنہ کہنے کی یہ وجہ ہے کہ وہ مولود علی الفطر ہے اور ان تشویشات
سے پاک ہے جو تربیت و صحبت سے اسے لاحق ہوتے ہیں۔ ۱۲ منہ۔

تو اس کا نام آثار ہوتا ہے اور جبکہ وہ اس درجہ پر پہنچتا ہے کہ افعال ذمہ سے اُسے
ندامت ہو اور وہ اپنے کو طاعت کرے تو اسے "تو امہ" کہتے ہیں اور جبکہ اسکی یہ
حالت ہو کہ ذکر اللہ سے اُسے راحت حاصل ہو تو اُسے "مطمئنہ" کہتے ہیں اور جبکہ
وہ اسکی بھی اوپر ترقی کر جائے اور امر بخیرات ہو تو اسے "ملہمہ" کہتے ہیں۔ لہذا قال
بحمد العلوم وعندی ان الملہمہ ہی المطمئنہ۔ واللہ اعلم۔

اور تمہاری روح یا نفس مطمئنہ نے عقداً و اشکالاً کو کھولنے کے لئے اور
مشکلات کو حل کرنے کے لیے اپنے بیش بہا باندوقت دراکہ کو گنگی (بخاستہ الکار یعنی)
میں تعمیر رکھا ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ اچھا فرض کرو کہ تم نے گرہ کھول لی اور مشکل کو
حل کر لیا۔ مگر نتیجہ کیا ہے۔ کیونکہ یہ گرہ خالی پھیلی میں لگی تھی۔ جس کو کھولنے کے بعد
تم کو کچھ بھی نہ ملے گا اور محنت اکارت ہو جائے گی۔ پس تم ان عقداً و اشکالاً کو حل
کرنے میں کیوں مصروف ہو۔ انہیں چھوڑ دو۔ کیونکہ انہی گرہوں کے کھولنے میں تم
بڑے ہو گئے اور تمہارے ہاتھ کچھ نہ لگا۔

اب فرض کرو کہ تم نے کچھ گرہیں اور کھول لیں مگر نتیجہ کیا ہے اتنی گرہیں کھولنے
پر تمہیں کیا مل گیا جو اور گرہوں کے کھولنے پر آمادہ ہو پس تم افکار دنیویہ کو چھوڑ دو
اور جو گرہ تمہارے گلے میں لگی ہے یعنی یہ کہ تم شقی ہو یا سعید اور دوزخی ہو یا جنتی
اگر تم اسے حل کرو اور جانو کہ تم شقی ہو یا سعید! یعنی اپنے نفس کا محاسبہ کرو۔ تو یہ
ہر عیند کے فکر سے بہتر ہو۔ پس اگر انسان ہو تو اس اشکال کو حل کرو
اور اگر تم متکلم ہو تو اس کلام کو جو متعلق بہ سعادت و شقاوت ہے صرف کرو یعنی
سعادت و شقاوت کی تحقیق کرو۔ واللہ اعلم۔

اچھا مان لو! کہ تم نے جو اہر و اعراض کی تعریف جان لی مگر اس کا نتیجہ کیا ہے
ہم کو اپنی تعریف جانی چاہیے اور سمجھنا چاہیے کہ میں کیا ہوں اور میری خلقت سے غرض

ہے۔ کیونکہ یہ ضروری ہے اور ایمان داعراض کے جاننے کی ضرورت نہیں اور جب تمہیں اپنی حقیقت معلوم ہو جائے اور تم جان لو کہ تم حق سبحانہ کے ذیل بندے ہو۔ اور تمہاری تحقیق سے مقصود اطاعت حق سبحانہ ہے تو تم اس حد یعنی اشیاء محدودہ ناسوتہ سے بھاگو۔ اور انہیں چھوڑ دو۔ تاکہ تم حق سبحانہ تک پہنچ جاؤ جو نامحدود ہیں تمہاری عمر موضوع و معمول ہے جھگڑوں میں صرف ہو گئی۔ اور تم کو بصیرت و مشاہدہ حق حاصل نہ ہو سکا۔ بلکہ تمہاری عسمر صرف سنی سنائی باتوں میں ضائع ہو گئی۔ دیکھو! جس دلیل کا کوئی نتیجہ نہ ہو وہ باطل ہوتی ہے پس جبکہ ان دلائل کا جن میں تم مصروف ہو کوئی نتیجہ نہیں تو اسے چھوڑ دو اور اپنے نتیجہ میں غور کرو کہ آخر تمہارا انجام کیا ہو گا۔

تم نے اب تک صرف مصنوعات کو دیکھا ہے اور صانع کو نہیں دیکھا مگر اب تم کو ایسا نہ کرنا چاہیے اور صانع کو دیکھنا چاہیے۔ نیز تم اب تک دلائل الہیہ پر قناعت کئے رہے ہو۔ مگر اب اسے چھوڑ دو اور مشاہدہ حاصل کرو۔ تم فلسفی نہ بنو۔ بلکہ برگزیدہ حق بنو کیونکہ اول الذکر حق کو دلائل سے جانتا ہے اور دلیل واسطہ ہوتی ہے طالب مطلوب کے درمیان اسلئے وہ جس قدر دلائل زیادہ کرتا ہے اتنے ہی وسائل بڑھاتا ہے اور اتنے ہی دلائل اسکے بعد عن الحق پر قائم ہوتے ہیں مگر مؤخر الذکر ایسا نہیں کرتا۔ بلکہ وہ مشاہدہ اصطلاحی حاصل کرتا ہے اور وہ دلیل سے جو کہ حجاب اور پردہ ہے۔ بھاگتا ہے اور مراقبہ میں مشغول ہو کر جمال حق کا مشاہدہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر فلسفی اثر سے مؤثر کو جانتا ہے۔ ہم کو تو توسط آثار کی حاجت نہیں۔ ہم تو بدوں اثر کے ہی مؤثر کو جانتے ہیں اور یہ ہی ہم کو پسند ہے۔ اور بالخصوص یہ مؤثر (حق سبحانہ) جو کہ اپنے قرب محبت کے بہ نسبت آثار کے ہم سے زیادہ قریب ہے پھر اسکے جاننے کے لیے ہم کو آثار کی کیا حاجت ہے۔ کیونکہ بڑی غلطی کی بات ہے کہ آدمی کھانے کو

الحمد لله رب العالمین
وہم اعلم بالصواب
روزوں کا یہ مذکور ہے۔

جہذا آں شرط و شاد آں جزا
آں جزائے دنوازا جانفزا
وہ شرط اور جزا کی یہ خوب ہے
وہ دنوازا جانفزا جانفزا

شرح

ادپر ہم نے چہرہ کو نہ نوچنے کی تفصیل کی تھی اب ہم یہ نہ اکیڑنے
کی شرح کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم اپنے پر نہ اکیڑو اور توئی
سبھوانیہ کو تلف مت کرو۔ کیونکہ جس طرح جہاد کی شرط وجود کفار ہے اور جبکہ دشمن
ہی نہ ہو تو جہاد محال ہے یوں ہی امثال احکام الہیہ اصبروا وغیرہ ہی بدلی خواہش
کے ناممکن ہے کیونکہ اگر تمہیں رعبت معاصی نہ ہو تو صبر اور معاصی ناممکن ہے اور جب
صبر از معاصی ناممکن ہے تو امر "اصبروا" بھی فضول ہے کیونکہ جب مزاعم ہی نہیں
تو مدافعت کیونکر ہو سکتی ہے اور جب دشمن ہی نہیں تو فوج کی کیا ضرورت ہے
پس تم اپنے کو خفی مت کرو۔ کیونکہ عفت و پارسائی موقوف ہے وجود
شہوت پر۔ کیونکہ جب خواہش نفسانی ہی نہیں تو اس ممانعت بھی نہیں ہو سکتی
اور جب ممانعت نہیں ہو سکتی تو امثال جو کہ عفت ہے وہ بھی ممکن نہ ہو گا کیونکہ
معدومات کی مزاحمت نہیں ہو سکتی اور مردوں پر جہاد نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ضرورت
ہے وجود شہوت کی اور وہ یہی ایک درجہ میں مطلوب شرعی ہے۔ جو کہ بافضلے اور
اصبروا وغیرہ ثابت ہے۔

مثلاً حق سبحانہ نے فرمایا ہے "انفقوا" تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اول کسب کئے
کیونکہ کسب آمدنی ہے اور انفاق خرچ اور خرچ بدول آمدنی سابق کے ناممکن ہے
پس گو امر انفقوا مقید بقید اکسبوا نہیں۔ لیکن تم کو یہ قید مدنظر رکھنی چاہیے اور
اس کے معنی اکسبوا تم انفقوا سمجھنے چاہئیں۔ پس یہی حالت اصبروا کی ہے اور
اس کے لیے ضرورت ہے رعبت کی جس کے تم اعراض کرو۔ اور جس کو تم ترک کرو۔ یہی
و جب یہ کہ حق سبحانہ نے کھوادا شربوا ولا تسرفوا فرمایا ہے کیونکہ کھوادا شربوا سے

مقصود تو یہ ہے کہ شہوت پیدا ہو اور لائسہ فرا سے مقصود یہ ہے کہ عفت حاصل کرو اس لئے کہ شہوت سبب تکلیف بالعتق ہے پس جبکہ وہ شہی ہی نہ ہوگی۔ جسکی سبب آدمی کو مکلف بنایا گیا ہے تو آدمی کا مکلف ہونا ناممکن ہوگا۔ اور جبکہ مشقت صبر نہ ہوگی۔ تو گو یا کہ شرط مفقود ہوگی اور جبکہ شرط مفقود ہوگی تو جزا ہی مرتب نہیں ہو سکتی اور فلاح جو کہ مرتب ہے صبر پر کما قال اللہ تعالیٰ **واصبروا وصابروا ورا بطوا و اتقوا اللہ لعلم تفلحون** حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے سمجھنا چاہیے کہ یہ شرط بھی اچھی ہے اور جزا بھی عمدہ ہے یعنی وہ جزا جو کہ دل نواز اور جانفزا ہے یعنی فلاح درست گاری۔ پس اسے ضائع نہ کرنا چاہیے

در بیان آنکہ ثواب عمل عاشق از حق ہم حقیقت پس عمل خلا

دست مزد و اجرت خدمت ہم آو
مزدوری اور خدمت کی اجرت دی ہے
عشق نبود ہرزہ سودا بی بود
عشق نہیں ہے وہ بیہودہ اور سودا ہے
ہرچہ جز معشوق باقی جملہ نیت
جبکہ معشوق کے علاوہ ہر سب میں گیا
در گزراں پس کہ بعد لایچہ ماند
غور کر کے "و" کے بعد کیا ہو گیا؟
شاد باش اے عشق شریک زلفت
اے عشق شریک کو جاننے والے زبردست و غور شدہ
شرک جزا ز دیدہ احوال میں
تو بھی آئندہ کے سوائے شرک کو نہ دیکھ

عاشقان را شادمانی و غم اوست
عاشقوں کی خوشی اور غم وہی ہے
غیر معشوق ار تماشائی بود
غیر معشوق کے غیر تماشا شائی ہے
عشق آں شعلہ کو چوں بر فرد
عشق وہ شعلہ ہے جب وہ روشن ہو گیا
تینغ لا در قتل غیر حق براند
تینغ نہ لاد قتل غیر حق پرانند
ماند الا اللہ باقی جملہ رفت
"الا اللہ" وہ گیا باقی سب نسا ہو گیا
خود ہم آو بود اولین و آخرین
خود ہم آو بود اولین اور آخرین ہو گیا
مرف وہی اولین اور آخرین ہو گیا

در بیان چونکہ پہلے معشوق
میں جو اکابر ان صاحب تھے
ہیں کہ خدا کے عاشق کا بدلہ
کیا ہے اور نہ ملے ہیں کہ کتنی
کے عمل کا بدلہ ذات خدا کی
ہے۔ عاشقان۔ عاشقوں کا
رخ نور عروسی ہر دوری اللہ
میں کی اجرت صرف ثابت
خدا ہے۔ غیر مستحق۔ اگر وہ
معشوق کی ذات کے علاوہ
کسی چیز کا طالب ہے تو پھر
اُس کا معنی عشق نہیں ہے
بلکہ وہ دیوانہ ہے
اے عشق جب معشوق پہنچ
نہو اور پڑتا ہے تو مسموم
اللہ میں کی آگ سے میں
جالتا ہے۔ تیغ لا کر میں
و آگ کہنے کے سننے میں ہیں
کہ اُس نے غریب کو غریب کر دیا
ہے۔ "الا اللہ" کہنے کا مطلب
یہ ہے کہ اب اُس کے تھے
سب کہ صرف ذات خدا کا
ہے عشق غیر کو بھی یہ
ناماتا ہے۔ خود بھی آئندہ
ایک کھانا ہے جیسے کہ
ایک کے روز نظر کرتے ہیں

در بیان حدیث مَا مَاتَ مِنْ يَمُوتُ إِلَّا وَنَمَى أَنْ يَمُوتَ قَبْلَ
(اس) حدیث کا بیان کہ ہر مرنے والا یہ ضرور تمت کرے گا کہ وہ پہلے

مَامَاتَ إِنْ كَانَ يَدْرِي لِيَكُونُ إِلَى وَصُولِ الْيَرَاءَجَلِّ وَإِنْ كَانَ
مر جانا اگر وہ نیک ہے تو اس لئے کہ جلد بھلائی تک پہنچے جاتا اور اگر غیبی ہے

فَاجْرًا يَبْقَىٰ فَجُورًا
تو اس لئے کہ اس کی بدکاری کم ہوتی

تیس بفرمودست آں گے رسول
کہ ہر آنکہ فردو کردارتقن نزل
اسی نے باخبر رسول نے فرمایا ہے
کہ جو شخص ہوا اور میرے خدا ہوا

نہ ہو اور احسرت نکلان و توتو
 ایک باشد حسرت تقصیر فوت

ہرگز میرد خود متنا باشدش

وہی گریہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ

گوید آں بدینہ خبر می بوده ام
دبدم من پرده می افزوده ام

گرازیں زو تر مرا معبر بندے
اگر اس سے پہلے ہی میرے لئے راستہ ہوتا

ایں حجاب و پردہ ام کمتر بئے
میرا حجاب اور پردہ بہت کم ہوتا

از حسی کم در آن رُوئے تنوع
و ز کبر کم در آن چہرہ خشوع

حس کی وجہ سے نہایت کے چہرے کو نرم بنانا
اور کبر سے مبالغہ کی وجہ سے چہرے کو نرمی نہ کرنا

ہمچھینیں از بخل کم در نئے جوہر
وز بلیسی چہرہ خوب سجود
اسی طرح بخل کے ذریعہ سخاوت کا چہرہ زنجی کر
اور شیطنیت سے سجدہ کے عین چہرے کو

برنگن آں پترِ غلہ آرائے را
جنت کو آراستہ کرنے والے پترِ ذکا کا

برنگن آں پترِ رہِ پیمائے را
راستے طے کرنے والے پترِ ذکا کا

پہلے مر جائے یا نو جوانیاں گم کرے۔

۳۷۰ اچھے درویشا۔ دنیا میں جس قدر وقت گزرا، میں پانسونی کر رہا تھا۔ درویشانہ سہارنے کے بعد ہرنیک و برہمدر مانے کی خواہش کا اظہار کر رہا تھا۔ گزرنیک بڑا تو کہیے گا کاش میں ملسا میں جملہ دنیا میں جاتا تھا۔ اگر بڑے تو کہیے گا کاش

۱۵۔ ترکِ سموت کے بعد ہر
 مردے کی خواہش ہوگی کہ
 کاش وہ پہلے مر جاتا کہ ایک
 ہے تو اس لئے یہ خواہش
 ہوگی کہ اب سے پہلے ہی موت
 میں پہنچ جاتا کہ اگر وہ ہے تو
 اس لئے کہ سوچے گا اگر
 جلد مر جاتا تو بڑیاں نہ کرتا
 رقبہ نہ بڑھا انسان کے کھو
 کر جس قدر زندہ رہا وہی
 قدر گراہی کے پرے سے یا وہ
 بڑھتے رہے۔ اگر آگاہی سے
 پہلے مر جاتا تو یہ پرے سے
 ہوتے۔

۱۵۔ آنکھوں سے بھیجی گئی
 کا ستون ہے جس نے پر
 فوج پر سورسے کہا فتح
 قناعت بخشہ۔ ماجری۔
 ذراں۔ دریاں بہنے کا نام
 سے بنا ہے۔ بچیں۔ مور
 کی تیش کے سلسلہ میں لانا
 لئے انسانی اُن معنات کو
 ذکر کیا ہے جو قدرت نے
 اُن میں رویت رکھی ہیں
 اور لسانِ اہمیا حاصل سے
 اُن کو رہا کرتا ہے۔ غدار کی
 جنت کو آگ سے کھنکھارے۔

شرح اور مولانا نے جزاء عام کا ذکر فرمایا تھا اب جزاء خاص کی شرح فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاح تو جزائے عام مہتی

اب جزائر خاص سنو، عاشقوں کی خوشی اور ان کا غم جو کچھ ہے وہی ہے اور ان کی۔۔
 مزدوری اور ان کی خدمت کا معاوضہ بھی وہی ہے کیونکہ عشاق اپنے مطلوب کے سوا کسی
 اور چیز پر بھی نظر کریں تو وہ عشق نہ ہو گا بلکہ بوالہوس ہوگی اسلئے کہ عشق کی شان
 تو یہ ہے کہ جب اس کا شعلہ اٹھتا ہے تو معشوق کے سوا سب کو بھسم کر دیتا ہے
 اور حق سبحانہ کے سوا سب پر نفی کی تلوار چلا دیتا ہے۔ پس جبکہ اس نے
 خدا کے سوا سب کی نفی کر دی۔ تو اب دیکھ لو۔ کیا رہ گیا کچھ بھی نہیں سب فنا ہو گئے
 اور صرف حق سبحانہ باقی رہ گئے۔

جب یہ حالت ہے تو اسکی سوا عشاق کو اور کوئی شے کیونکر مطلوب ہو سکتی ہے
 اب مولانا فرماتے ہیں کہ اے عشقِ مشترک سوز و غمِ رہ تیرا کیا کہنا ہے۔ کہ تو نے
 ذرا سی دیر میں وہ کام کر دیا جو کسی شے سے عمر بھر نہ ہو سکتا تھا اور تو نے عاشق کو کامل
 موحد بنا دیا۔۔۔ یہاں تک تو فنا بالانظر الی العاشق کا بیان تھا۔ اب فرماتے ہیں کہ
 واقع میں بھی یہ ہوا ہے کہ وہی ادل ہے اور وہی آخر۔ یعنی ازلی وابدی وہی ہے
 اور کوئی نہیں اور جو ازلی وابدی ہے موجود کہلانے کا وہی مستحق ہے اور ممکنات
 جو کہ محاط اور ممکن ہیں اور اپنے وجود کی حالت میں بھی کوئی مستقل وجود نہیں
 رکھتیں بلکہ اسی کے پر تو سے موجود ہیں وہ حقیقتاً موجود کہلانے کی مستحق نہیں ہیں
 کیونکہ یہ وجود جو ان کو حاصل ہے حق سبحانہ کے وجود کے مغائر نہیں ہے بلکہ اسی
 کے وجود کی طرف منتسب اور اسی سے مکسوب ہے۔ جس طرح کہ نورِ شمس
 سے مستفاد ہے۔ اسلئے موجود صرف حق سبحانہ ہے اور جو کوئی حق سبحانہ کے
 سوا ہی کسی کو موجود مانے بایں معنی کہ ان کے وجود کو مستقل جانے یا اس کے
 ساتھ ایسا معاملہ کرے جو موجود مستقل کے ساتھ ہونا چاہیئے وہ کثر بین ہے بھلا
 کہیں اسکی عکس حسین کے سوا ہی کوئی اور کون جیسا ہو سکتا ہے اور جسم و جان کے

سوا کسی اور شے کو بھی حرکت ہو سکتی ہے ہرگز نہیں۔ پس حق سبحانہ کے وجود کے سوا کوئی اور وجود ثابت کرنا سخت غلطی ہے۔ عشاق کی جو حالت ہم نے بیان کی ہے تنہا ری سمجھ میں نہ آئے گی اسلئے کہ تم عاشق نہیں۔

مثلاً جسکے مزاج میں اعتدال سے انحراف ہو اور اس کا مزاج فاسد ہو گیا ہو اسکی اگر تم شہد میں ڈلو دو تو اسے مزہ نہیں آ سکتا تو اسکی وجہ یہ نہیں ہے کہ شہد میں مزہ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ اس کا سبب وہی انحراف عن الاعتدال اور فساد مزاج ہے پس اس مضمون کو وہی سمجھ سکتا ہے جو کبھی بحیات معنوی کا زندہ رہ چکا ہو۔ اور حق سبحانہ کے الطاف و عنایات دیکھ چکا ہو۔ اور جسکی حیات معنوی کی صورت ہی نہیں دیکھی وہ نہیں سمجھ سکتا کہ حق سبحانہ جان جان میں ان کا مل جانا ہر دولت کا مل جانا ہے بلکہ وہ تو نفس و خواہاں یعنی روح حیوانی ہی کو جان سمجھتا ہے اور اسی کے ارادے کے مطلوبات اکل و شرب راحت و آرام کی قدر کرتا ہے یہ بے جا ہے بھی ایک درجہ میں معذور ہے کیونکہ اسکی ان کو دیکھا ہی نہیں اسکی تو یہی حالت دیکھی ہے مثلاً جسکے عمر بن عبد العزیز کو نہ دیکھا ہو وہ حجاج ہی کو عادل سمجھے گا۔ اور جسکے اڑدھائے موسیٰ کا استقلال نہیں دیکھا وہ جادو کی رسیوں ہی میں حیات جانے گا اور جس جانور نے شیریں پانی کبھی دیکھا ہی نہیں وہ آبِ شور ہی میں گرم پڑا رہے گا کیونکہ قاعدہ ہے کہ ایک ضد سے دوسری ضد معلوم ہوتی ہے۔ اور اس

نے دوسری ضد دیکھی ہی نہیں تو اسے اس ضد کی حالت کیونکر معلوم ہو سکتی ہے مثلاً جب کسی کو تکلیف ہی کسی سے نہیں پہنچی اسکو اعزاز و اکرام کی حالت کیا معلوم ہو سکتی ہے۔

بنابرین دنیا کو عالمِ آخرت پر مقدم کیا گیا ہے تاکہ ہم کو عالمِ آخرت کی قدر معلوم ہو۔ اور جبکہ تم اس دارالمن سے چھوٹ کر عالمِ آخرت میں جاؤ۔ تو شکر خانہ

ابدی میں پہنچ کر حق سبحانہ کا شکرا داکر و۔ اور کہو میں دہاں خاک چھانتا تھا اور
جہاں پاک بھاگتا تھا اور میں سانپ کو لے کر حزانہ سے بے رغبت ہو گیا تھا۔ اور
کانٹے کو لے کر اور گلزار کو چھوڑ کر خوش تھا۔

ہائے افسوس! مجھے اس پہلے موت کیوں نہ آگئی۔ تاکہ میں اس کیچڑ میں
غذا کم کھاتا۔۔۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہ ہی وجہ ہے کہ جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص مرتا اور جسم چھوڑتا ہے اس کو انتقال
اور موت کی حسرت نہیں ہوتی۔ بلکہ موت کی تقصیر اور اس کے اتنے عرصہ تک
فوت ہونے کی حسرت ہوتی ہے اور جو شخص مرتا ہے اس کی یہی خواہش ہوتی
ہے کہ اس پہلے اس کا مقصود کی طرف انتقال ہو جاتا۔ کیونکہ اگر وہ بد ہے...
تو اس کی یہ خواہش اس لئے ہوتی ہے کہ بدی کم کرتا اگر وہ نیک ہے تو اس کی تینا
اس لئے ہوتی ہے کہ جلد اپنے گھر واپس آتا۔ اور بڑا آدمی کہتا ہے کہ میں مجتہد
تھا اور دہم دم مجھ پر پردہ پڑ رہا تھا۔ پس اگر جلدی میرا اس دنیا سے گزر رہا جاتا
تو یہ حجاب اور پردہ کم ہوتے اور مجھے حق سبحانہ سے اتنا بُعد نہ ہوتا جب مجھے پہلے
..... اور مرنے والے لوگوں کی حالت معلوم ہو گئی... تو ہم کہتے ہیں کہ تو
بہرانہ بن اور حرص نہ کر۔ اور حرص کر کے قناعت کے منہ کو نہ نوچ۔ اور تکبر نہ کر۔

اور تکبر کر کے چہرہ خشوع کو زخمی نہ کر۔۔۔ علیٰ ہذا مجلس نہ کر اور غل کر کے
بود و سخا کے منہ کو نہ نوچ اور ابلیس پن نہ کر۔ اور ابلیس پن کر کے سجدہ کے منہ کو نہ
نہ نوچ۔ اور اپنے خلد آراء اور راہ پیمایوں کو نہ اکھیڑ یعنی قوی شہوانیہ کو فنا
نہ کر۔۔۔ خلاصہ یہ ہے کہ تو برائیاں نہ کر۔ اور برائیاں کر کے ان کی اضداد بھلائیوں
کو نقصان نہ پہنچا۔ مگر برائیوں کی قوت نہ کھو۔ کیونکہ جو آثار بھلائیوں پر برائیوں
کی قوت کے موجود ہونے کی صورت میں مرتب ہوں گے وہ اس صورت میں

چوں شیدائیں بند رو بنگریت
جہاں میں نے نیست کسی اور نام لاچر و کیا
نوح و گریہ دراز و دردمند
نوح اور گریہ دراز اور دردمند تھا
وانکہ میسر سید پر کنکدن چیت
اور میں نے پر ہما تار پر کیوں فوجا ہے؟
کز فضولی من چرا پر سیدش
کہ یہود ہیں سے میں نے جس سے کیوں پر ہما؟
می چکیدار چشم تر بزا ک آب
تر آنکھوں سے زمین پر آنکھوں تک رہے تھے
می چکیدار چشم او گریہ سخاک
اُس کی آنکھ سے تھا پیر آنکھوں تک رہتے تھے
گریہ با صدق بر جانہا زند
سہاں کے ساتھ رونانوں کو حاد کر رہا ہے
گریہ بے صدق بے سوزش بود
بستہ دل رونا بغیر سوزش کا ہوتا ہے
گریہ بے صدق باشند بفرورغ
بستہ دل رونا بے فساد و غم ہوتا ہے
عقل و دلہا بے گمانے عرشیند
عقل اور دل بلاشبہ عرش میں ہیں

بعد ازاں در نوح آدمی گریست
انکے بعد نوح شہر و گریہ کر دیا، رو پڑا
ہر کہ انجا بود در گریہ اش فکند
وہاں جہاں تک اُس کو ٹولا دیا
بیجولے شد پشیاں می گریست
بغیر جواب اسے شہر مند ہو گیا، رونے لگا
اور غم پر بود شور انید مش
وہم سے ہوا ہوا غما میں نے آنکھوں پر لارہ
اندر اں ہر قطرہ مد رج صد جوا
ہر قطرہ میں سینکڑوں جواب درج تھے
خاک گل می شد ز اشک سہماک
خوناک آنسوؤں سے بنی کچھ بھی تھی
تا کہ چرخ و عرش را گریاں کند
خاک کو آسمان اور عرش کو ٹولا رہتا ہے
دیو دیوں بر گریہ اش خندان شوک
کیونکہ شیطان اُس کے رونے پر ہنستا ہے
اں ندارد چربی مانند و غ
اُس میں چھاپا چھوٹی طرح تکلیف نہیں ہوتا ہے
در حجاب از نور عرش می نہ خند
دیر بردہ عرش نور کے نہ یہ جیتے ہیں

سلا شتید، اُس نے سنا۔
لوئی میں صبح لاچر و تھا۔
اس کے رونے نے دوسروں
کو رونا دیا۔ واکہ۔ وہاں صبح
بہن رونا کر کہ فضولی ہیں
سوال پر کہ پر کیوں اکھاڑتا
ہے وہ سوال کرنا لا شتید
ہو گیا۔ ہر قطرہ۔ آنکھوں کے
ہر قطرہ میں اس سوال کا
جواب تھا جس سے داخل۔
لے گئے۔ ہوا تا فطرت میں
جو تھماں کا نہ تھے اُس کی
تائیں غصہ دینا تک نہیں بلکہ
عرش تک پہنچے ہے گریہ بے
صدق۔ بنادنی مدیہ پر شیکا
فاق انا ہے عرش اُجلائے
القلوب غرض الخشنی
"دل خدا کاوش ہے" تو
چو کہچے رونے سے عرش
حاضر ہوتا ہے لہذا عقل و
دل جو عرش میں ہیں وہی متاثر
ہوتے ہیں۔
سلا۔ ہر طرح عرش اور
دارت کا تعلق قائم ہوا ہے
تھا لیکن پادشاں میں تیدی
ہیں اسی طرح عقل اور روح
میں قائم ہوا کہ ہر چیز جو تھوٹے
انسانی بدن کے کوئیں میں
تیدی ہیں قائم عقل۔ اور اُن کو
نے چو کہ قائم عقل اور شہوانی
سے تعلق پیدا کیا لہذا جسم
کے کوئیں میں بند کر دیئے گئے
ہیں۔ ہر قدرہ ہر ایک
رنگ اسے اپنی نشانیات حاصل
کرتے ہیں اور بڑے لوگ
بڑی نشانیات حاصل کرتے ہیں۔
بے اختیار میں شوق سے میر
ہو کر۔

کیاں آنکہ عقل و روح و آو گل جسم و ہوش و ہوش و ہوش و ہوش
اس کتاب میں عقل اور روح جسم کی ہوش و ہوش و ہوش و ہوش و ہوش و ہوش

بستہ انداں چاہا سہماک
اِس جگہ تو خاک کوئی میں بستہ ہیں
اندریں چہ گشتہ انداز خرم بند
خرم کی وجہ سے اِس کوئیں میں بند ہر گشتہ میں

ہمچو ہار و چوار و آں دیاک
وہ دونوں پاک، اہدوت اور اہدوت کی طرح
عالم سفلی و شہوانی درند
وہ عالم سفلی اور شہوانی میں ہیں

سحر و ضد سحر را بے اختیار
 جادو اور اشک کا تو بے اختیار
 ایک اول پند بدہمنش کو لیں
 لیکن وہ شروع میں نفیست کر دیتے ہیں کہ خیر ارا
 مایا موزنیم ایں سحر اے فلاں
 اے فلاں : ہم یہ جادو نہ کھاتے ہیں
 کا امتحان را شرط باشد اختیار
 آزمائش کے لئے امتیاز شرط ہے
 میلہا ہتیموں سگان خفتہ اند
 غاہشات سوئے ہئے کتوں کا کہ ہیں
 چونکہ قدرت نیست خفتہ ایں کہ وہ
 چو کہ تجھ میں قدرت ہیں ہے یہ کہ ہوا پر ہے
 تاکہ مردارے در آید دریاں
 یہاں تک کہ کوئی قرار نہج میں آجاتا ہے
 چوں در اں کو چرخے مر درازند
 جب اس جگہ میں کوئی نگہ مار جاتا ہے
 حرصہائے رفتہ اندر تم غیب
 غیب کے پردے میں کوئی ہوتی ہو گئیں
 مومبوئے ہر شکے دندان شدہ
 ہر گئے کا رد گھلا مد گھلا دانت ہی گیا
 نیم زیرش جیلہ وبالاضطرب
 ایں کا آدھا بھلا حصہ جیلہ اور ابرا کا فتنہ ہے
 شعلہ شعلہ میرسد از لامکاں
 و مکان سے شعلہ ہی شعلے آجاتے ہیں
 صد جنیں سگ اندر میں تن خفتہ اند
 ایسے سینکڑوں گئے اس میں ہر سوئے ہوئے ہیں
 یا حور بانانہ دیدہ و دختہ
 یا انکھیں بسے ہوئے بازوں کی طرح دنیا
 تاکہ مردار می ویند شکار
 یہاں تک کہ تو فریاد نہ کر اور شکار نہ کر کہ لے

سحر و ضد سحر را بے اختیار
 جادو اور اشک کا تو بے اختیار

زیں دو آموزند نیکان و شرار
 نیک اور بد بان دونوں سے سیکھے ہیں
 سحر را از مایا موزنیم
 جادو ہم سے نہ سیکھو نہ ماسل کر
 از برائے ابتلا و امتحان
 ابتلا اور آزمائش کے لئے
 اختیارے نبوت بے اختیار
 بیقررت کے تیرے لئے امتیاز ہوتا ہے
 اندر ایشان خیر و شر نہ ہفتہ اند
 انکے اندر خیر اور شر نہ ہفتہ ہیں
 ہتیمو میںم پارہا و تن زوہ
 گلابی کے ٹکڑوں کی لہریں اور چپ ہے
 نفع صور حص کو بد برسگان
 حوص کے صور کی آواز تجھ کو سمجھ دیتی ہے
 صد سگ خفتہ بد ایں بیدار شد
 اس سے سینکڑوں بھگتے ہوئے گئے باگ جاتے
 تا ختن آرد و سر بر ز دحبیب
 حلا آور ہو گئیں اگر بیان سے سر نہ کلا
 وز برائے جیلہ دم جنباں شدہ
 اور تہ سیر کے لئے ذمہ لانے کا
 چوں ضعیف آتش کراؤا جذب
 جس طرح کہ آگ جوایتند میں پالے
 میر و دود و لہب تا آسماں
 دھواں اور لہب آسمان تک جاتی ہے
 چوں نمکائے نیست شاں نہ ہفتہ اند
 جو کوئی نہ شکار نہیں ہے وہ چپے ہوئے ہیں
 در حجاب از عشق صیدے سوختہ
 شکار کے عشق میں آدہ پردہ جلے ہوئے ہیں
 انگہاں ساز دطواف کو ہوا
 ایں وقت پہاڑ کے چکر کا شٹا ہے

شہوت رنجور ساکن می بود
بیمار کی خواہش جب تک سکون میں ہوتی ہے

چوں بہ بیند نان سبب خیر زہ
جب وہ دہائی اور سبب اور خیر زہ دیکھتا ہے

گر بود جبار دیدن سوداوست
اگر وہ صابر ہے تو دیکھنا اس کے لئے مفید ہے

و زرباشد صبر پس ناویدہ بہ
اگر صبر نہ ہو تو نہ دیکھنا بہتر ہے

باز گرد و کن حکایت را تمام
دیکھیں جو اور حکایت کو بھلا کہے

بشنو انکوں تو ز طافوںں جوا
اب تو سہ سے وہ جواب سنیں

خاطر اوسوئے صحت میر فر
اس کا مزاج صحت کی طرف چلتا ہے

در مصاف آید مزہ و خوف بزہ
مزہ اور درد پر ہیزی کا خوف جگہ میں جگہ ہوتا ہے

آں تہیج طبع سستش را نکوئت
وہ برا تھیں اس کی سست طبیعت کے لئے بہتر ہے

تیر دور او لے زمر و بے زہ
غیر زہ کے آدمی سے تیر کا دور پرنا بہتر ہے

تا چہ گفت اندر جوابش و اسلام
کر اس امور نے اس کے جواب میں کیا کہا اور اسلام

تا بدانی ہر نکوئی را خطاب
تاکہ تو ہر بھلائی کا خطاب جان لے

تا کہ تو ہر بھلائی کا خطاب جان لے

تا کہ تو ہر بھلائی کا خطاب جان لے

جواب دادن طافوںں آں حکیم سائل را

مور کا اس سوال کرنے والے اور اس کو جواب دینے والا

کہ تو رنگ و لہوئے را ہستی گرد
کہ تو رنگ و لہو کے وجود کا سلام ہے

سوئے من آید پئے ایں بالہا
اللہ بڑوں کی وجہ سے میری جانب آتی ہیں

بہر ایں پر بانہد ہر سوم طام
ان بھڑوں کے لئے میری ہر جانب حال چلتے ہیں

تیر سوئے من کشد اندر روا
جو ایں میری جانب تیر چلتے ہیں

زیں تضاد زیں بلا و زیں فتن
اِس تضاد اور ایں بلا اور ان فتنوں سے

تا بوم لہ یمن دیں کہسار و تیر
تاکہ میں اس پہاڑ اور جگہ میں ستم بھلاؤں

تا نیند از دہد ام ہر کلک
تاکہ میں اس ستم سے ہر کلک

تا کہ کوئی خسوس بے حال میں نہ پائے

چوں زگریہ فارغ آمد گفت نو
جب وہ (مور) رونے سے فارغ ہو گیا اسے کہا

آں نمی بینی کہ ہر سو صد بلا
کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ ہر جا صد بھلائی

اے بسا ایسا ہے رحمت ندام
بیشک بہت سے ناترس شکاری

چند تیر اندازن ہر بالہا
بہت سے تیر انداز ہر بھلائی کے لئے

چوں ندام زور و ضبط خوشین
جبکہ میں طاقت اور اپنا بھاد نہیں رکھتا ہوں

آں بہ آید کہ شوم زشت و کرے
یہ مناسب ہے کہ میں بد اور نا پسند بھلاؤں

بزرگم پر ہائے خود را ایک یک
میں ایک ایک کر کے اپنے پر فوجت ہوں

میں ایک ایک کر کے اپنے پر فوجت ہوں

ہے تو چہ درد خفا کر دکھ کر
پہاڑوں کا پیکر کاٹنا ہے

شہوت رنجور ہمدردی
کے دوران مختلف فضاؤں

کی شہوت و رغبت سکون
پذیر ہوتی ہے لیکن بہت

مختلف فضا میں رکھتا ہے تو
وہ شہوت بیدار ہوجاتی ہے

لے اگر وہ اب اگر اس میں
ہر سہر کا مادہ ہے تو ان فضاؤں

کا دیکھنا اس کے لئے مفید ہے
تاکہ اس کی خواہشیں بیدار

ہو جائیں اور اگر وہ صابر
نہیں ہے تو اس کے لئے

مناسب ہے کہ وہ ان فضاؤں
کو ہی نہ دیکھ پائے۔

بہتر ہے کہ وہ اس میں
کوسوں نے جواب دیا یہ سنو

اس نے کہا کہ نامحسوس
رنگ و روپ کا عاشق ہے

یہ نہیں دیکھتا کہ یہ پیر میرے
لئے کس قدر مصائب کا سبب

ہیں۔ آئے ہر ہنگام میری
شکا و محض ان بھڑوں کی خاطر

کہتے ہیں کوئی حال سے بے پروا
ہے کوئی مجھے تیر سے اڑتا ہے۔

لے جوں جبکہ مجھ میں ان
مصائب کے برداشت کرنے

کی طاقت نہیں ہے تو بہتر
ہیں ہے کہ میں بصورت

میں جاؤں۔ گستاخ بہاؤ ہے۔
انگل شکستہ بنوں۔

پرہیز کے پھانے سے ملک
کا بچا بہتر ہے۔ آخر ہمیں



نزد من جاں بہتر از بال و پرست
سیرے نزدیک جان بال اور پر سے بہتر ہے
ایں سلاح عجب من خدائے فتی
لے فوجان! میری خود پسندی کا ستیہار ہے

جاں بماند باقی و تن ابرست
جان باقی رہے گی اور جسم افس ہے
عجب آرد مچھاں را صد بلا
خود پسندی خود پسندی سے کٹوں میں ستوں پر ہٹا کر دیگا

حالات میرے۔ پیرے
فرور و گزیر کا باعث ہر بلا
عکسیتوں کا بل کا سبب
جنا ہے۔ و تیرا جس طرح
مورے کے پڑاؤں کے حساب
کا سبب ہیں اسی طرح دنیا
کے بہتر اور دنیا کی عقل میں
انسان کے لئے وہاں جان
لے اختیار۔ عہد کے کئے
اور نہ کئے کا اختیار اس
شخص کے لئے مناسب ہے
جس میں تقویٰ ہو اس کا تقویٰ
نہیں ہے تو یہ اس کے لئے
اختیار باقی رکھنا مناسب
ہے۔ آت میری وہ اسباب
ذرائع میں سے بُرائی پر تیز
حاصل ہو سکے۔ جلوہ گاہ دور
نے کہا کہ میرے کچھ بڑے ورکے
اسباب میرے پر ہیں نہ میں
انکری قسم کے دیتا ہوں چونکہ
یہ طاقت کا ذریعہ اور سبب
ہیں۔ مقرر جو صاحب اور تقویٰ
ہو وہ ان اسباب کو کاندھ
سجھ سکتا ہے۔ پس۔ صاحب
اپنے میر کی ذوال سے اپنا
بچاؤ کرے گا۔
سکھ ایک۔ لیکن میں چونکہ
نہیں اور ناش سے صاحب
نہیں ہوں لہذا میرے پر ہے
دشمن میں۔ اگر تیرے۔ اگر تیرا
صاحب ہو تو بُرائی پر قدرت
ہوئے ہوئے بُرائی نہ کرنا
بہت فضل ہے۔ تجھ میری
مثال بچ کر کسی ہے جس کے
باہد میں تلوار دنیا میں سب سے
ہے وہ اس کے غلط استعمال کر گیا
مقل ایہ عمر غلط کے اور
میں دینی پابندی کا تذکرہ

در بیان آنکہ ہنر با وزیر کیا و مال دنیا بھی بر طاعت و جان اند
اس کا بیان کر دینا کا ہنر اور زہانتیں اور مال مرنے کے بدلے کی طرح جان کے دشمن ہیں

پس ہنر آمد ہلاکت نام را
ہنر۔ ناقص کے لئے ہلاکت ہے
اختیار آں را نکو باشد کہ او
اختیار اس کے لئے بھلا ہے کہ
چوں نہ باشد حفظ و تقویٰ نہیہا
چوں نہ ہلاکت اور تقویٰ نہ ہو۔ خبردار!
جلوہ گاہ و اختیار ام ایں پرست
میری خود منائی اور اختیار یہ ہنر ہیں
نیست انکار دیر خود را بصور
صاحب اپنے مال پر کو نیست سمجھت ہے
پس زبانش نیست پر گو بر کن
فصل کو کوئی نقصان نہیں ہو سکتا وہ ہنر ہے
لیکے ہنر من پر زبانش نیست
لیکن میرے لئے حسین پر دشمن ہیں
گر بڑے صبر و حفاظ را ہنر
اگر صبر اور حفاظت میرے رہبر ہوتے
ہمچو ظلم یا چومت اندر رفتن
میں فتنوں کے سلسلہ میں بچے یا نہ کھڑے ہو
گر مرا عقلے بدستے متر جڑ
اگر میرے ہاں رک جانے والی عقل ہوتی
عقل باید نور وہ چوں آفتاب
عقل، سورج کی طرح نور دھار کر نروال یا ہے

کر پئے رانہ نہ بیند دام را
کہ نہ کہ وہ رانہ کی وجہ سے جال نہ دیکھے گا
مالک خود باشد اندر انقوا
مقام تقویٰ اختیار کر کے عالم میں اپنے آپ کا تاج
دور کن آلت میدار اختیار
آلہ کو چھینک دے۔ اختیار کو چھوڑ دے
بزرگم پر را کہ در قصد سرست
میں بزرگم پر را کہوں کہ نہ کہ وہ سر کے
تا پریش در فلکند در شر و شور
حق کر اس کے پر شور و شر میں مبتلا نہیں کرتے
گر رسد تیرے پیش آرد من
اگر کوئی تیرے آئے گا وہ ذوال سے کر دینا
چونکہ از جلوہ گری صبر کم نیست
چونکہ خود منائی سے مجھ میں صبر نہیں ہے
بر فرزد دے را اختیار کم تر و سر
قر اختیار سے میری کم تر و سر دیتے
نیست لائق تیغ اندر دست من
میرے ہاتھ میں تلوار اہلنا مناسب نہیں ہے
تیغ اندر دست من ہوئے ظفر
تیرے ہاتھ میں تلوار، کامیابی ہوتی
تا ز ند تیغے کہ بنود جز صواب
تا کہ ایسی تلوار چلائے جو نمیک ہی ہو

چو نہ اندام عقل تابان مصلح
مسک میرے پاس دشمن عقل اور غم نہیں ہے
در چہ اندازم کنوں تیغ و جن
اب میں تھوار اور زحال کو میں میں مثال پاہوں
چوں ندازم زور و یاری و مند
جسکس زور اور مرد اور سہارا نہیں رکھتا ہوں
رغم این نفس و قیہ خوی را
اس پر غفلت نفس کی ذلت کے لئے
تا شود کم این جمال و این کمال
تاکہ یہ حسن اور یہ کمال کہ ہو جائے
چوں بدین نیت خراشم بزد نیت
جسکس میں اس نیک روی را ہوں لڑائی گوہ پیش
گر دلم خوی ستیری داشته
اگر میرا دل بزدل ہوش لعل عادت رعت
چوں ندیدم زور و فرنگ و صلاح
جسکس میں نے اپنے اندر زور اور فرنگ اور صلاح دیکھی
تا نگر دو تیغ من اور اکمال
تاکہ میری تھوار اس کا کمال نہ ہے
میگیرم تار غم جنبان بود
میں میگیرم تار غم جنبان میں جانتا ہوں
آنکہ از غیرے بود و اورا فرار
جس شخص کو غیر سے ہمتا ہوں
منکہ خصم ہم منم اندر گر بریز
میں کہ اپنا دشمن خود ہوں، مجھے نہیں
لے بہند ست ایمن و نے دشمن
انکو ہندوستان میں امن ہے اور دشمن میں

پس چرا در چاہ ندازم سلاح
تو میں ہتھیار کنوں میں کیوں نہ بھینک دوں
کایں سلاح خصم من خواہد شدن
کیونکہ یہ میرے دشمن کے ہتھیار میں مانینگے
تیغ او بتانہ و بر من زند
وہ دشمن ہتھیار میں لے گا اور مجھ پر چلاوے گا
کو نیم شد زو خراشم زوی را
جو شکستہ نہیں بچتا ہے میرا پانا شکستہ زوی را
چوں نہ اندازم اقم در و بال
جب وہ نہ بیگا تو میں اس کی دھجے بال میں
کز خرم این روی را پوشید نیت
کیونکہ نہ چنے سے اس چہرے کی پردہ پوشی ہے
روی خوبم جز صفا نفاشته
تو میرا حسن چہ صفا کی کوئی ظاہر کرتا
خصم دیدم زور و شکستہ سلاح
میں نے دشمن کو دیکھا لڑائی اپنے ہتھیار توڑ ڈالے
تا نگر دو خنجرم بر من و بال
تاکہ میرا خنجر مجھ پر و بال نہ ہے
کے فرار از خوشتن آساں بود
لیکن اپنے آپ سے شکستہ آسان ہے
چوں ازو برید گیرد او قرار
وہ جب میں سے جدا ہو گیا تو اسکو سکون ہو گیا
تا ابد کار من آمد خیز خیز
ہمیشہ کے لئے میرا کام ہو گا کام
آنکہ خصم اوست سایہ خوشتن
جس کا دشمن خود دشمن کا سایہ ہو

لے چوں جبکہ کو میں عقل
میں ہوش کو مجھے اپنا ہتھیار نہیں
پر کنوں میں چھینک دینے
پاہوں میں چوں ندازم اگر
انسان میں تھوار سنبھالنے کی
حالت میں ہے تو دشمن
اپنی تھوار میں کراس کا حذر
کر رہے گا زخم میں اپنے نفس
کو میں کرنے کیلئے اپنے نوکدار
دراپوں تا شود تاکہ اسکا
اور کمال کے حساب ہی ہوتی
دشمن چلی جسکے پیکار کھٹے
میں میری مصلحت ہے
تو میرا جاننا میں ہے
لے چوں کہ میں ہوں
پوش کی حالت تو تو میں ہوں
پر اکھاڑ چوں ندازم
جب کو میں میں کے اسباب
ہتھیار کے گناہ سے بچنے کی
حالت میں ہے تو ان اسباب
میں کو ختم کر میں تا کہ وہ
جب کو میں میں حالت میں ہوں
تو ہتھیار سے خوف نہیں ہوں
پر مانگا میرے خیمہ میں جبکہ
اپنا دشمن میں خود ہوں تو میں
نہیں میں جان میں جان ہے
میں جانتا ہوں کہ میں اپنے
آپ کے گریہ بہت مشکل ہے
سکھانگو دوسرے سے بھاگنے
میں زار و مار ہے جب وہ زور
پر حاکم تو میں سکھانے ہوگا
جسکے میں خود اپنا دشمن
ہوں تو میرا کام بروقت نہیں
سے جانتے جانا ہے نہ چند
زیر سے لئے سندھان میں
قرا میں ہے دشمن میں کیونکہ
میرا دشمن سایہ کی طرح میرے
ساق ہے۔



شرح

الغرض! جب طاؤس کی ناصح کی یہ نصیحت سنی تو اس نے

منہ اٹھا کر ناصح پر ایک نظر ڈالی اور اس کے بعد اُس نے

رونا شروع کیا اس کی دراز اور درد سے بھری ہوئی نالہ وزاری نے جس قدر لوگ وہاں موجود تھے سب کو رلادیا۔ اور جس سوال کیا تھا کہ تو پہ کیوں اکھڑتا ہے وہ بدوں جواب ہی کے پشیمان تھا کہ میں نے خواہ مخواہ اس کیوں پوچھا یہ تو خود ہی غم سے بھرا ہوا تھا۔ میں نے اُسے ناحق جوش دلایا اور بھڑکایا۔

القصہ! مور کی تیز آنکھ سے زمین پر آنسو گر رہے تھے اور اس کے ایک ایک آنسو میں اس سوال کے سوسو جوا بگھڑتے۔ اور اس کے آنسو اس قدر کثرت سے گر رہے تھے کہ ان سے زمین میں کیچڑ ہو رہا تھا۔ اس کے رونے کا اثر دوسروں پر کیوں تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ گریہ سوزش درد سے ناشی تھا۔

اب تم سمجھو کہ جو لوگ خدا کے لیے صدق دل سے رہتے ہیں اُن کا اثر دوسروں پر بھی ہوتا ہے حتیٰ کہ ان کا رونا آسمان اور عرش کو رلادیتا ہے لیکن اگر وہ رونا خلوص اور سوز دل سے نہیں ہوتا تو محض بے اثر ہوتا ہے اور شیطان اس کی سعی لاحاصل پر ہنستا ہے اور جو رونا کچے دل سے نہیں ہوتا اس میں نور و برکت نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس میں چھا چھ کی طرح دُہنیت معنویہ نہیں ہوتی جو سبب ہے تنور معنوی کا۔

اچھا اب تم اس شبہ کا جواب سُنو! جو بادی النظر ہیں اس مقام پر پیدا ہوتا ہے

تقریر شبہ یہ ہے کہ عقل و دل تو لطائف غیبیہ نہیں پھر ان میں عدم خلوص کیونکر آیا۔ اور ان کے گریہ میں تکدر کیسے پیدا ہوا اور جواب کی تقریر

یہ ہے کہ یہ سلم ہے کہ عقل و دل بے شک لطائف غیبیہ ہیں مگر وہ نور غیبی الہی سے محبوب ہو کر مصروف تعیش ہیں اس لئے وہ اپنے صرافت پر باقی نہیں رہیں اور

انہی کے اقتضات اپنی اصلی حالت پر باقی نہیں رہے۔ یہ وجہ ہے ان کے
 عدم خلوص کی اور یہ باعث ہے ان کے گمراہی کے تکرار کا۔ اس مقام پر چونکہ
 مجربیت عقل و دل کا ذکر آگیا۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے اس کے متعلق
 کسی قدر مفصل مضمون بیان کر دیا جائے۔ سنو! یہ دونوں فی نفسہ پاک
 اور مقدس بطیفہ ہاروت و ماروت کی طرح عالمِ ناسوت کے ہولناک کنوئیں
 میں مقید ہیں اور عالمِ سفلی... و شہوانی کے اندر موجود ہیں اور مجرمِ عبدیت
 اس کنوئیں میں مقید ہیں (عبدیت کو جرمِ مجازاً و تشبیہاً کہا گیا ہے۔ جس طرح
 کہ عالم کو کنواں اور دنیا میں پہنچنے کو قید کرنا تشبیہاً کہا گیا ہے۔ اور ولی محمدؐ
 جرم کی تفسیر نفسِ متانت ہوتی ہے کی ہے مگر یہ تفسیر صحیح نہیں کیونکہ جرم جس
 سے پیشتر صادر نہ ہوا تھا۔ بلکہ جس کے بعد ہوا ہے۔ پس یہ جرم جس کا سبب
 نہیں ہو سکتا۔ اور یہ دونوں اس کنوئیں میں مجوس ہو کر اچھی بُری باتیں لوگوں
 کو سکھاتے ہیں لیکن اول سیکھنے والے کو حالِ نصیحت دیتے ہیں اگر کہتے ہیں کہ تم ہم سے
 بُری باتیں نہ سیکھو اور یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ اگر تم یہ کہو کہ اگر ان کا سیکھنا برا
 ہے تو تم سکھاتے کیوں ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم آزمائش اور امتحان کے
 لئے سکھاتے ہیں۔ کیونکہ امتحان کے لیے اختیار شرط ہے اور اختیار بے قدرت
 کے ممکن نہیں کیونکہ رغبات جو کہ منشا ہیں صدورِ افعال اختیار ہے۔ اسکی
 مثال ایسی ہے جیسے سوئے ہوئے کٹے۔ اور ان کے اندر بھلائیوں اور برائیوں
 مخفی ہیں پس جبکہ قدرت نہیں ہوتی تو یہ سوئے رہتے ہیں اور ایسے ہوتے
 ہیں جیسے لکڑی کے کندے اور خاموش ہوتے ہیں اس لئے وہ بھلائیوں اور
 برائیوں جو ان میں مخفی تھیں ظاہر نہیں ہو سکتیں تا آنکہ کوئی مردار ان کے درمیان

عہد کما قیل وجودک ذنب لا بقا بہ ذنب ۱۲

آجاتا ہے یعنی کسی مطلوب پر ان کو قدرت حاصل ہو جاتی ہے اس وقت حرص
 صور پھونک کر ان کو جگاتی ہے اور جبکہ گلے میں کوئی گہا مر جاتا ہے
 تو سینکڑوں کتے اسکی جاگ جاتے ہیں۔ اور ان کی حرصیں جو پردہ غیب
 میں مستور تھیں اس وقت حملہ آور ہوتی ہیں اور اس پر وہ سے ظاہر ہوتے
 ہیں اور ان کتوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ ان کا بال بال اس مردار کے کھانے
 کے لیے دانت ہوتا ہے اور جلد کے لیے دم ہلاتا ہے اور ان کا نیچے ... کا حصہ
 سراسر جلیہ ہوتا ہے اور اوپر کا غضب اور اس طرح وہ سراسر جلیہ و غضب کے
 پتے ہوتے ہیں۔ اور ان کی حالت مارے غصہ کے یہ ہوتی ہے جیسے کمزور آگ
 کو ایندھن مل جائے اور اس کے شعلے غیب سے ظاہر ہو رہے ہوں اور اس کا
 دھواں اور شعلے آسمان تک پہنچ رہے ہوں۔

الغرض! ایسے سینکڑوں کتے (رغبات) بدن کے اندر سوئے ہیں۔
 اور چونکہ شکار (مطلوب) نہیں ہے اسلئے چھپے ہوئے ہیں لیکن جب شکار
 ہاتھ آجاتا ہے اور مطلوب پر دسترس ہوتی ہے اس وقت ان کا ظہور ہوتا ہے
 یا بتبدیل عبارت یوں کہو کہ رغبات کی حالت ایسی ہے جیسے آنکھیں میٹے ہوئے باز
 جو کہ شکار کے عشق میں بھن رہے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی آنکھوں سے ٹوپی اٹھا
 دی جاتی ہے اور وہ شکار کو دیکھ لیتے ہیں اس وقت تو ان کی یہ حالت
 ہوتی ہے کہ پہاڑوں کا چکر لگاتے ہیں اور شکار کو گرفتار کرنے کے لیے امکانی جدوجہد
 کرتے ہیں یا یوں کہو کہ رغبات کی مثال بیمار کی سی ہے کہ بیماری کی حالت میں اسکی
 خواہشات بالکل دبی ہوئی ہوتی ہیں اور اسکی طبیعت سراسر صحت کی طرف
 متوجہ ہوتی ہے۔ مگر جب وہ روٹی، سیب، خربوزہ وغیرہ ماکولات دیکھتا ہے
 تو اسوقت خواہش کو حرکت ہوتی ہے اور خواہش تلهذ اور خوف بدر پر ہیزی دہن

کی آپس میں جنگ ہوتی ہے پس اگر بیمار صاحب ہمت ہو اور اپنے کو بد پر ہیزی سے روکی سکتا ہے تو اس کو ان کے دیکھنے میں فائدہ ہے کیونکہ اس سے طبیعت میں اتعاش پیدا ہوتا ہے اور اس سے اسکو قوت حاصل ہوتی ہے۔ اور اگر تحمل کی قوت کمزور ہے تو اس کا نہ دیکھنا ہی اسکی لیے بہتر ہے جس طرح کہ بے زرہ شخص سے تیر کا دور رہنا اچھا ہے۔ علیٰ هذا القیاس :

جسوقت مرغوبات ناقابل حصول ہوتی ہیں اس وقت رغبات کو سکون ہوتا ہے اور جس وقت وہ قابل حصول ہوتی ہیں اس وقت ان میں حرکت پیدا ہوتی ہے اب اگر مرغوبات منہی عنہ ہوں اور قوت صبر ہی ہو تو ان کا موجود ہونا اس کے لئے نافع ہے کیونکہ اس کف عن المعاصی ممتحن ہونگے اور وہ اجر کا مستحق ہوگا۔ اور قوت صبر کو ترقی ہوگی — کیونکہ قاعدہ ہے کہ جس قوت سے کام لیا جاتا ہے اسکو قوت ہوتی ہے اور اگر قوت تحمل ضعیف ہے تو اس کا نہ ہونا ہی اس کے لیے بہتر ہے کیونکہ اگر اس صورت میں اجر کا مستحق نہ ہوگا تو معصیت کا مرتکب بھی نہ ہوگا۔

(فائدہ) اس مقام پر یہی بتلادینا ضروری ہے کہ مولانا نے جو معاصی کی موجودگی کو صابر کے حق میں مفید بتلایا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر بلا اختیار ایسی صورت پیش آجائے کہ اس میں وہ معصیت کا ارتکاب کر سکے اور ایسی صورت میں وہ تحمل سے کام لے تو اس کا نتیجہ اس کے حق میں بہتر ہوگا اور اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ آدمی قدرت علی المعصیت حاصل کرنے کی کوشش کرے تاکہ قادر ہو کر اس بچے — مثلاً کسی عورت کو زنا پر اس غرض سے رضا مندر کرے کہ جب یہ رضا مندی ہو جائیگی اور مجھے پوری قدرت حاصل ہو جائے گی تو میں با اختیار خود اس بچوں کا اور اجر حاصل کر دوں گا کیونکہ ایسا

کرنے کی نہ اجازت ہے اور نہ یہ مفید ہے بلکہ یہ ایک شیطانی فریب ہے جس سے وہ دینداروں کو دھوکہ دیکر معاصی میں مبتلا کر دیتا ہے۔

خوب یاد رکھو! خیر اب لوٹنا چاہیے اور حکایت کو ختم کرنا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ طاؤس کس جواب میں کیا کہا۔ اچھا اب طاؤس کا جواب سنو! تاکہ تم کو وہ کلام معلوم ہو جو ہر قسم کی بھلائی کو منقضی ہے۔

شرح جب وہ رونے سے فارغ ہوا تو اس کی کہانی کہ جائے اپنا کام کیجئے آپ حقیقت شناس نہیں بلکہ صرف رنگ بو میں۔

محبوس میں اور انہی کو آپ قابل قدر سمجھتے ہیں آپ یہ تو دیکھ رہے ہیں کہ میرا حسن مٹ رہا ہے مگر یہ نہیں دیکھ سکتے کہ سینکڑوں بلائیں مجھ پر انہی پردوں کے سبب نازل ہوتی ہیں۔ بہت سے بے رحم انہی پردوں کے لیے ہر طرف میرے لئے جال بچھاتے ہیں اور کتنے ہی تیر انداز انہی پردوں کے سبب مجھ پر تیر چلاتے ہیں۔ پس جبکہ میں ان تقدیرات اور مصائبِ فتن سے بچنے کی قدرت اور تحمل نہیں رکھتا تو یہی بہتر ہے کہ میں بد صورت ہو جاؤں تاکہ میں اس جنگل اور کھسکا میں مامون ہو جاؤں اور میں اپنے پر ایک ایک کر کے اکھڑتا ہوں تاکہ نالائق لوگ مجھے جال میں نہ پھانسیں۔ کیونکہ میں کمرِ نزدیک جان پر وبال سے بہتر ہے کیونکہ جان تو باقی رہنے والی شے ہے اور جسم تو بگڑے ہی گا آج نہ بگڑے گا۔ کل بگڑیگا۔ اس لیے جان کا بچنا ضروری ہے۔

اب میں اس کا راز بتلاتا ہوں کہ پردوں کی بدولت مجھ پر آفت کیوں آتی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ ذریعہ ہیں میرے عجب اور خود بینی کا اور خود بینی خود بینوں کے لیے سینکڑوں بلائیں بھینچنے لاتی ہے۔ کیونکہ خود بینی خود نمائی پر آمادہ کرتی ہے اور خود نمائی یا لوگوں کے اندر حرص پیدا کرتی ہے یا حسد۔ اور حرص و حسد

جو کہ مجھے عجب کے متعلق حاصل ہے میرے لئے شائقِ فکر تھا حاصل ہوتی —
 کیونکہ حفاظتِ جان کے ساتھ حسن بھی محفوظ رہتا۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ بلکہ
 میری حالت ایسی ہے جیسے لڑکا۔ یا مست جو کہ اپنی بے عقلی کے سبب فتنوں میں
 پھنسے ہوئے ہیں۔ ایسی حالت میں تیغِ اختِبار میرے ہاتھ میں مناسب نہیں
 ہے۔ ہاں! اگر مجھے عجب سے باز رہنے والی عقل حاصل ہوتی تو تلوار میرے
 ہاتھ میں موجبِ فتنہ ہوتی۔ القصہ! تلوار کو صحیح طور پر کام میں لانے کے
 لئے ضرورت ہے ایسے عقل کی جو آفتاب کی طرح روشن ہو جو کہ مجھے حاصل
 نہیں۔ تو جبکہ مجھے عقل روشن اور وصفِ راستی حاصل نہیں۔ ایسی
 حالت میں مجھے تلوار (اختِبار) کیوں رکھنی چاہیئے اور کیوں نہ کنوئیں میں ڈال
 دینی چاہیئے۔ پس اب میں ڈھال سنوار کر کنوئیں میں ڈالتا ہوں۔ کیونکہ اگر
 ایسا نہ کروں گا تو ایک روز یہ میسر دشمن کے ہتھیار ہو جائیں گے۔

اور جبکہ میں قوتِ صبر اور مددِ عقل اور عقلِ حامی نہیں رکھتا تو وہ مجھ
 سے تلوار لے لیگا اور میسر مارے گا — خلاصہ یہ کہ میرا اختیار متعلقِ عجب
 میرے دشمن کا معین ہو کر مجھے ہرزہ پہنچائے گا۔ اسلئے اس اختیار کو فنا
 کر دینا لازم ہے پس میں اس بے حیا نفس کی خواہش کے خلاف جو کہ منہ کو نہیں
 چھپا سکتا منہ لوجپتا ہوں تاکہ میرا جمال و کمال کم ہو جائے اور جب وہ نہ رہے
 تو اسکی بدولت میں مصیبت میں نہ پڑوں پس جبکہ میں اس نیت سے منہ ..
 لوجپتا ہوں تو کچھ گناہ نہیں کیونکہ مقصود اسکی تغیرِ خلق اللہ نہیں۔ بلکہ منہ کا چھپانا
 مقصود ہے — ہاں اگر میرا دل کمال کو چھپانے کی خصلت رکھتا تو میرا دئے
 خوب صفائی بڑھاتا۔ لیکن جب میں اپنے اندر قوتِ صبر اور عقل و صلاح نہ دیکھی
 اور دشمن کو دیکھا تو میں نے مجبوراً ہتھیار توڑ ڈالے تاکہ میری تلوار اس کے لیے کمال نہ ہو جائے

اور تاکہ میرا خنجر میرے لیے وبال نہ ہو جائے پس چونکہ میرا نفس میرا
دشمن ہے اسلئے جب تک میں زندہ رہوں گا اس سے بھاگتا رہوں گا یعنی اس
سے بچنے کی تدبیریں کرتا رہوں گا کیونکہ خود اپنے سے بھاگنا کچھ آسان نہیں۔
بلکہ سخت مشکل ہے اسلئے کہ جس کا دشمن اس کا غیر ہو اور اس کو وہ بھاگتا ہو۔
اسکی تو یہ حالت ہے کہ جب اس کو جدا ہو گیا سکون ہو گیا۔ اور بھاگنے کی ضرورت
نہ رہی۔ مگر جبکہ میرا نفس ہی دشمن ہے اور میں ہی بھاگ رہا ہوں تو یہ زحمت
تو ہمیشہ کے لئے ہے۔ اور ہمیشہ مجھے بھاگنا پڑے گا کیونکہ جس شخص کا
دشمن خود اس کا سایہ ہو اس کو نہ ہند میں چین مل سکتا ہے نہ فتن میں نہ
کہیں اور۔ اسلئے اسے ہمیشہ بھاگتے رہنے کی ضرورت ہے۔

ملکہ درخشت۔ وہ بخور

لہجہ ہنر اور شرعے طعن ہیں
جنھوں نے اپنا وجود جو
حق میں اس طرح فنا کر دیا
ہے جس طرح ستارے دن
کے وقت سورج کے فزین
نہ بھاتے ہیں چرخ فضا۔
جب فانی الحق حاصل ہو
جاتی ہے تو وہ اس طرح
پڑے سایہ پر جاتا ہے جس
پرچ آغوش لگے۔

ملکہ فقر فخری چرخ آغوش

انہی صفات، صفات حق ہیں
فنا کر کے تھے لہذا انی صفات
کے اعتبار سے آغوش کو فقر
مائل تھا جو حضور کے لئے
باعث فقر تھا تو پھر فقر کی
فصل و درخشت فضا کی طرح
بے سایہ تھی شمع جب شمع
مست شدیں جاتے تو اس
مکاسم میں رہتا ہے، ہم
شمع کا موم اور سایہ شمع
ذات کی شاعری میں گرہ لگتا
جس نے شمع بنائی تھی۔

درخشت آں بیخوداں کہ از شر خود و ہنر خود ایمں شدہ اند
اُن بخودوں کا بیان جو اپنے شر اور ہنر سے محذو رہ گئے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ
کہ فانی اند و رہ بقائے حق سبحانہ ہیچوں تارگاں کہ فانی
کی بقا میں فانی ہو گئے جس طرح کہ ستارے دن میں سورج کی روشنی
اند بروز در نور آفتاب و فانی را خوف آفت و خطر نباشد
میں فانی ہیں اور فانی کے لئے آفت کا خوف اور خطرہ نہیں ہوتا ہے

چوں فناش از فقر پیرا نشود
جسکے اس کا فنا فقر سے آراستہ ہو جائے
فقر فخری را فنا پیرا شد
فقر فخری کے لئے فنا نیست بنی
شمع چوں گرد زبانه یا دوسر
شمع جگہ سے پاؤں تک شعلہ بن گئی
موم از خویش وز سایہ در گرفت
موم ہستی اور سایہ سے جدا گئی

اُو محمد وار بے سایہ شود
وہ موم کی طرح بغیر سایہ کا ہو جائے
چوں زبانه شمع اُو بے سایہ شد
شمع کے شعلہ کی طرح وہ بے سایہ ہو گیا
سایہ را نبود بگرد اُو گذر
اس کے گرد سایہ کا گذر نہ ہوا
در شعاع از بہر اُو کہ شمع رخت
شاعری میں اس کیسے جس نے شمع بنائی تھی

سے گفت۔ شمع سازے شمع
 سے کہا کہ میں نے تجھے نانا کے
 لئے بنایا تھا اس نے کہا کہ
 اسی لئے میں نانا ہو گیا ہوں۔
 ایں شمع۔ یہ خدا کی شمع
 حقیقی شمع ہے ماری اور
 فانی شمع حقیقی نہیں ہے۔
 شمع چون شمع جب اپنے آپ
 کو آگ میں ناکار کرتی ہے تو
 اس کو کوئی نشان باقی نہیں
 رہتا پس مال فانی نشان
 ہے بہت۔ نور جان اور
 نور شمع میں یہ فرق جو شمع کا نور
 شمع کے وجود سے الگ ہے
 بلکہ اپنی زبان جس طرح نہ
 ہونے کے وقت آگ کے
 ٹکڑے سے فنا کا سایہ دور ہو
 جاتا ہے اسی طرح جب جان
 میں نور حق ہو جاتی ہے تو
 فنا کا سایہ اس سے دور ہو
 جاتا ہے۔ ابراہیمؑ کی حالت
 ہے اس کا سایہ ہوتا ہے جان
 نور فانی ہے اس کے ساتھ
 سایہ نہیں ہوتا ہے۔ بخیر۔
 جب جان مقام فنا حاصل
 کر لیتی ہے تو اس کی حالت
 دور ہو جاتی ہے اور وہ جان
 کی طرح ہو جاتی ہے۔ آج۔
 اگر روح کسی وقت خودی
 کی کیفیت پیدا ہوتی ہے تو
 اس میں آبرو میں تافت پیدا
 ہو جاتی ہے نور جان کا رہتا ہے
 اور اس نور کا بعض ایک خیال
 وجود رہ جاتا ہے۔
 اسے ترچھاپ ابراہیمؑ طرح
 چاند کو فنا کر کے وجہ سے کرود
 برحقا ہے اور درجہ میں کا
 چاند پہلے رات کا سا چاند نظر نہ
 لگتا ہے پس خودی کی صورت
 میں نور جان کی کیفیت چلتی

گفت از بہر فنایت نختم
 اس لئے کہا میں نے تجھے فنا کیا ہے
 ایں شمع باقی آمد مفروض
 یہ فانی (بابت) شمع واقعی ہے
 شمع چون در زار شد گئی فنا
 شمع جب آگ میں بدل گئی ہو گئی
 بہت اندر دفع ظلمت آشکار
 تاریکی کو دفع کرنے میں واضح ہے
 بر خلاف موم شمع جسم کاں
 جسم کی شمع کے موم کے برخلاف کیونکہ
 ایں شمع باقی و آفانیت
 یہ شمع باقی رہنے والی ہے اور وہ فانی ہے
 ایں زبانہ آتشے چون نور بود
 کیونکہ یہ آگ کا شعلہ نور ہے
 ابراہیمؑ سایہ بیفتد بر زمین
 زمین پر ابراہیمؑ سایہ پڑتا ہے
 یہ خودی بے ابریت کا نیک خواہ
 لئے نیک خواہ بخیردی بے ابر کے ہو جاتا ہے
 باز چون ابراہیمؑ بسایہ رانده
 پھر جب کوئی چلتا پھرتا ابراہیمؑ آ جاتا ہے
 از حجاب ابراہیمؑ نورش شدید
 اس (چاند) کا نور ابراہیمؑ کے وجود سے کرود ہو گیا
 مرغی چاندی نمی نماید ز ابراہیمؑ در گرد
 ابراہیمؑ در گرد کی وجہ سے چاند ایک خیال مدہ ہو گیا

گفت من ہم در فنا بگر نختم
 اس نے کہا میں بھی فنا میں دوڑ رہا ہوں
 نے شمع شمع فانی عرض
 یہ فانی ناپائیدار شمع کی شمع
 نے اثر بینی ز شمع و نے ضیاء
 نور شمع کو نشان دیکھ گا نہ روشنی
 آتش صورت بمومے یا نادر
 کیونکہ آگ موم کی صورت سے پائیدار ہے
 تا شود کم گرد و افزوں نور جلا
 جس قدر گھٹے گا، جاں کا نور بڑھے گا
 شمع جاں را شعلہ زبانت
 جان کی شمع کا شعلہ خبرائی ہے
 سایہ فانی شدن زود و نور بود
 فانی ہونے کا سایہ اس سے دور ہے
 ماہ را سایہ نباشد بخشین
 سایہ چاند کا بخشین نہیں ہوتا ہے
 باشی اندر خودی چون قرص ماہ
 تو بے خودی میں چاند کی طرح ہو گا
 رفت نور از مرخیالے ماندہ
 چاند کا نور جلا جا جائے اس کا ایک خیال رہ جائے گا
 چون ہلائے گشت اس بدتر لطف
 وہ جو مرید بزرگ چاند ہی ایک چاند کی طرح ہو گیا
 ابرتن مارا خیال اندیش کرد
 جسم کے ابرتنے ہیں خیال کرنے والا شادیا

اور نور جان ایسا نور ہے جس قدر اس کی شمع یعنی جسم گھٹے گا اس کی شمع نور جان کا شمع باقی
 اور نور شمع فانی ہے اور جان فانی شعلہ سے شعلہ ہے جو قائم و دائم ہے۔

لطف مرنگر کہ انہیں لطف آو
چاندِ مہربانی رکھو، یہی مہس کی مہربانی ہے
مہ فراغت وار دواز اور غبار
چاندِ آبر اور عبا ہے پاک ہے
ابتر مارا شد عدو و حشم جاں
آبر بہاری جان کا دشمن اور غفلت ہے
خو را ایں پردہ زالے میکند
یہ پردہ خور کو بولدی عورت بنا دیتا ہر
ماہ مارا در کنارِ عز نشانہ
چاند نے جہیں عزت کے پہلوں بٹھار یا
آبر راتا ہے اگر ہست از مہ ۳
آبریں اگر کوئی روضی ہے تو وہ ہانڈیو جی

کہ گفت ادا بر ما مارا عدوت
 کوشنے کہ دیا کہ ابرہارے دشمن میں
 برفراز چرخ دار و دم مدار
 چاند کا محور آسمان کی ٹہنڈی پر ہے
 کہ کند مر را ز چشم ما نہاں
 کیونکہ وہ چاند کو ہماری نظر سے چھپا دیتا ہے
 بدر را کم از ہلائے می کند
 چورہ میں کے چاند کو پہلی مار کے پتھر کی طرح
 دشمن مارا عدوئے خویش خواند
 ہمارے دشمن کو اپنا دشمن کہہ دیا
 ہر کہ مر خواند ابرا او کمرہاوت
 جو ابر کو چاند کہے وہ گمراہ ہے

ہے۔ اگر اہلادب اور دگر کے محاب کی وجہ سے چاند کی ایک عینانی صورت نہ رہا تو یہ چاند کی جسم کے ابرو کی وجہ سے نور کا کام نہ لگفت۔ یہ اندھ تانی کا کام نہ کر سکتا نہ پروردوں کو اس نے اپنا وجود قرار دیا بلکہ اس کے خدا کے دشمن ہونے کے کوئی مسکن نہیں ہیں کہ کوئی خدا سے دشمنی نہ تھوڑے برس پہلے ہو سکتی وہ تو مومنین کے دشمن ہیں۔ اگر چاند پر گرد و غبار کوئی نہ لگتا نہیں ہے وہ خود بھیہ داروں کا ڈبے۔

۱۱۰ نور۔ تینتات کا درد و جو مطلق کا سارہ اور مکس ہے اگرچہ اگر کوئی گرجے یا خاکہ کی ہر گئی حاصل ہوگی نہ یہ گئی کا باطنی ہے۔ درحقیقت جب حرف لایا تو حق باقی رہ مانے کی تہ سب کو تین تین آجائے گا کہ دوسری چیزوں کا جو محض ماضی تھا۔ حال بدلنے کے لئے بنایا۔ بالکل اور عالم آخرت۔

۱۱۱ وایہ۔ جو چیزیں جو کہ دنیا میں انسان فائدہ نہ اٹھاتا ہے۔ اندر۔ یعنی حضرت حق تعالیٰ جس کی ہر حالت میں بہت حاصل ہے۔ چرخ۔ یہ سود کا مقررہ ہے یعنی زیادتی ہرگز ضروری صفات میرے لئے ہرگز ابر کے ہلکی ہیں ان کو درد کہہ کے میں چاند کے حسن کو براہ راست شہادہ نہ کرنا چاہتا ہوں۔ حق تعالیٰ ہم۔ ماضی صورتیں مجھے دکھا رہیں ہیں میں کوئی صفت ہوں میں دایہ کا شکر ادا نہیں ہوں براہ راست ماں کے شفیقہ در پہنچا ہوتا ہوں حق تعالیٰ ہم میں مظاہر کے ذریعہ ظاہر کا جلوہ نہیں دیکھتا

پیش نظر کشتی برائے اس شکست
مغیر نے کشتی اس نے قوی
نقر فخری بہر آں آمد سنی
نقر میرا نقر ہے " اسی نے بہتر بنا
گنجبارا در خرابی زان نہند
خوافوں کو دیکھنے میں اسی نے رکھتے ہیں
یزدستانی کس در و غلو گشتین
قریر نہیں آگاہ کیا سنا ہے باطلت اختیار کرے
زانکہ تو ہم نغمہ ہم نغمہ خوار
کیونکہ تو نغمہ ہیں اے اور نغمہ آگاہیوں میں ہے

تا کہ آں کشتی ز غاصب باز رست
کردہ غاصب بادشاہ سے کاغذ
تازہ طما عاں گریزم در غشی
تا کہ وہ پسوں سے (ادھ غشی کی جانب گریز کرکے)
تازہ حریص اہل عمراں وارہند
تا کہ آبادی داروں کی حرص سے نجات پجائیں
تا کہ گردی جملہ خرج آں ایں
تا کہ قراباس اور اس کا خرچ نہ بنے
آکل و ماکولی اے جان مشا
اے پیارے ہوش کر: تو کھانے والا اور کھانا ہے

سے پس۔ غرض حقیر نے
ماتم کشتی کو بھی نے میدان
بنادیا تھا کہ وہ دنیا داروں
کی دست برد سے محفوظ
انسان لا بجا چرروں سے
محفوظ رہتا ہے۔

شرح

اوپر مولانا نے سایہ کو دشمن فرمایا تھا اور دشمنی سے مراد دشمنی
نفس تھی جو سایہ کی طرح غیر متکلف ہے۔ کہ اس دشمن سے
نجات پانے کا طریقہ بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس وقت آدمی ترک
جاہ کر کے تذلل و تسکن اختیار کرتا ہے اور اس سے اس کا جسم فنا فی الروح
سے مزین ہوتا ہے اور غلبہ روحانیت سے اقتضائات روح حاصل کر لیتا ہے
تو وہ یوں ہی سایہ مذکور سے جدا ہو جاتا ہے جس طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم سایہ معروف سے جدا ہوا مشہور — اور جس وقت آدمی کا وہ فتنہ بشکو
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پٹا پٹا فرمایا کہ زیور فنا سے آراستہ ہو جاتا ہے تو آدمی
سایہ مذکور سے جدا ہو جاتا ہے۔ جیسے شعلہ شمع سایہ معروف ہے۔

ان دونوں تشبیہوں میں تو مشبہ بہ ابتدا ہی ہے سایہ ہے اب ہم اس مضمون کو ایسی تشبیہ سے سمجھائیں جس میں
اول با سایہ ہو اور پھر فنا ہو کر بے سایہ ہو گیا ہو اور کہتے ہیں کہ جو جس وقت موم سر پاؤں تک شعلہ بن جاتا ہے
تو اب وہ بے سایہ ہو جاتا ہے اور سایہ اس کی پاس بھی نہیں بٹکتا اس شخص کی خاطر جس
شمع بنائی تھی۔ اپنی ہستی اور سایہ کو چھوڑ کر۔

شعاع کے اندر پناہ لیتا ہے اور جس وقت کہ شمع گم بزبانِ حال کہتا ہے کہ میں نے تجھے فنا کے لئے بنایا تھا تو وہ بزبانِ حال جواب دیتا ہے کہ میں نے بھی فنا ہونے میں کمی نہیں کی۔ بلکہ میں نے خودی سے بھاگ کر فنا میں پناہ لی ہے۔ پس یہی حالت شمع جسم کی شعلہ روح کے نسبت ہوتی ہے۔ بلکہ اس میں یہ حالت بالاولیٰ ہوتی ہے کیونکہ شعاع روحانی مفروض شعاع باقی ہے نہ کہ شعاع شمع فانی و شل عرض فی عدم البقار۔ پس جبکہ شعاع فانی میں یہ خاصیت ہے کہ شعاع باقی میں تو بالا والے ہوگی۔

ہم نے شعلہ شمع کو فانی اور نور روح کو باقی اسلئے کہا کہ جب شمع آگ میں بالکل حل ہو جاتی ہے تو نہ شمع کا ہی نشان رہتا ہے نہ نور کا۔ کیونکہ یہ بات کھلی ہوئی ہے کہ آتش ظاہر ہے موم کے ساتھ قائم ہو کر دفعِ ظلمت کرتی ہے پس جب موم ہی نہ رہے گا تو آگ ہی باقی نہ رہے گی۔ برعکس موم شمع جسم کے کہ وہ جس قدر کم ہوتا ہے اور اسکے اقتضامات جس قدر مغلوب ہوتے ہیں اتنی ہی نور روح کو ترقی ہوتی ہے پس نور روح شعلہ باقی ہے اور نور شمع شعلہ فانی۔ اور شمع روح کا شعلہ باقی کیوں نہ ہو وہ تو نور ربانی سے مشعل ہے جس کے لیے فنا ہی نہیں پس جبکہ یہ شعلہ آتش روحانی نور حق سبحانہ ہے تو لامحالہ سایہ فنا اس کو دور ہوگا اور وہ گلِ ہونے سے مامون ہوگا۔

اب ہم اصل مقصد کو دوسرے عنوان سے سمجھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اُبر کے لیے سایہ ہوتا ہے چاند کے لیے سایہ نہیں ہوتا۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ خودی اُبر ہے اور بے خودی فنا۔۔۔ عدم ابر۔ پس جب تم بے خود اور فانی ہو جاؤ گے تو اس وقت تم بے اُبر چاند ہو گے۔ اور اس وقت تمہارا سایہ۔۔ (یعنی نفس) نہ ہوگا جو تمہارا دشمن ہے پس تم خودی کو چھوڑ کر اس دشمن سے

پہنچ سکتے ہوں اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کچھ مفید باتیں استطراداً بتلا دی جائیں۔ سو کہا جاتا ہے کہ جب چاند پر اُبر آجاتا ہے تو چاند کا نور غائب ہو جاتا ہے اور چاند بمنزلہ خیالی چیز کے ہو جاتا ہے اور پردہ ابر سے اس کا نور مضعیل ہو جاتا ہے اور بدر بدرجہ اضمحلال نور کے بمنزلہ ہلال کے ہو جاتا ہے۔

اور اس اُبر و گرد کے سبب وہ بمنزلہ ایک خیال کے ہو جاتا ہے جب یہ امر معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ اُبر تن یعنی غلبہ جمائیت نے ہم سے ماہتاب حقیقی کو چھپ دیا۔ اور اسکو ہماری نظر میں ایسا کر دیا جیسا خیال۔ مگر ماہتاب حقیقی کی عنایت دیکھو کہ ہم مجربین سے اپنا کس درجہ ارتباط ظاہر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اُبر ہائے اجسام ہمارے دشمن ہیں۔ حالانکہ وہ اُبر و غبار سے فارغ ہے اور ہماری ربوبیت پر اس کا دورہ ہے جہاں تک اس اُبروں کی رسائی نہیں ہو سکتی اور اسلئے وہ انکی دشمنی سے غیر متاثر ہے۔ بلکہ اُبر مذکور ہمارا دشمن جانی ہے کہ ماہتاب حقیقی کو ہم سے پوشیدہ کرتا ہے اور اُس حور کی طرح حسین کو ہماری نظر میں بڑھیا کی طرح کر یہہہ الشکل بنا دیتا ہے اور اس بدر کو ہلال سے بھی کم کر دیتا ہے یسکونے ماہتاب حقیقی نے ہم کو آغوشِ عزت میں بٹھلایا۔ اور ہم کو سرفرازی بخشی کہ ہمارے دشمن کو اپنا دشمن کہا جو کہ اسکے کمال کی ذرہ نوازی ہے۔

اس مقام پر یہ بھی بتلا دینا مناسب ہے کہ ممکنات میں جو کچھ بھی کمال ہے وہ پرتو ہے حق سبحانہ کا۔ اور وہ کمال اس کا ذاتی نہیں ہے اسلئے جو کوئی کسی ممکن کو خدا سمجھ جائے وہ گمراہ ہے جیسے آتش پرست، ستارہ پرست وغیرہ کیونکہ ممکنات بمنزلہ اُبر کے ہیں اور حق سبحانہ بمنزلہ ماہ کے۔ اور اُبر میں جو کچھ روشنی ہوتی ہے وہ اسکی ذاتی نہیں ہوتی بلکہ پرتو ہوتا ہے چاند کا۔

ایسی صورت میں اگر کوئی اُبر کو چاند کہے اسکی غلطی ہے کیونکہ چاند کا نور اُبر پر

پڑا ہے اس سے اس کا لئے تاریک منور ہو گیا ہے۔ پسے گودہ برنگ ماہ
 اور دولت نور سے مالا مال ہو گیا ہے مگر باایں ہمہ وہ نور اس کا ذاتی نہیں ہے۔ بلکہ
 مستعار اور ماہ سے ماخوذ ہے یہی وجہ ہے کہ قیامت میں چاند اور سورج سے
 نور نہیں لیا جائے گا۔ اور آنکھ منبع ضیاء یعنی حق سبحانہ کا نظارہ کرے گی تاکہ اسکو
 معلوم ہو جائے کہ یہ نور ان کی ملک نہ تھا بلکہ مستعار تھا اور وہ معلوم کر لے کہ دُنیا
 سرائے فانی تھی اور آخرت دار البقا ہے کیونکہ اس سے معلوم ہو جائیگا کہ دُنیا
 محل نور مستعار تھی اور آخرت مقام نور اصلی ہے۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ اشیاء عام کا حسن عاریتی ہے اور حق سبحانہ کا
 اصلی۔ پسے سالک کی وہ تربیت جو ان اشیاء کے آیات اللہ ہونیکی وجہ سے
 ہوگی وہ بمنزلہ اس تربیت کے ہوگی جو بذریعہ دایہ کے ہو اور حق سبحانہ کی تربیت
 بلا واسطہ بمنزلہ اس تربیت کے ہوگی جو بذریعہ ماں کے ہو۔ تو اب مولانا مناجات
 فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دایہ تو دو چار روز کے لیے عاریت ہوتی ہے اور ہمیشہ
 کے لیے تو ماں ہی ہوتی ہے اسلئے میں کہتا ہوں کہ اے ماں! تو مجھے گود میں لینے
 اور دایہ کو چھوڑنا ہوں۔

اب مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں (و یکن ان یکن انتقلاً
 الى قصۃ الطاؤس الاقل اقرب بالنظر الى المعنی والثانی اقرب بالنظر الى اللفظ) اور کہتے ہیں کہ بیان بالا سے یہ بھی معلوم
 ہو گیا کہ ہمارے کمالات مستحسنہ عند الخلاق جو کہ بمنزلہ پُرطاؤس کے ہیں۔ فی نفسہ
 ابر اور پر وہ حق سبحانہ اور کشف ہیں اور حق سبحانہ کے لطف کے عکس لطیف اور
 پاکیزہ ہو گئے ہیں پس ہمیں ان پرندوں کو اور ان کے لطف کو رستہ سے ہٹانا چاہیئے
 تاکہ ہم ماہتاب حقیقی سے براہ راست حُسن کا مشاہدہ کر سکیں ہمیں اس دایہ کی ضرورت
 نہیں۔ ہمارے لیے تو ماں ہی اچھی ہے کیونکہ ہم بمنزلہ مولے کے ہیں جن کے لئے ماں ہی

دایہ تھی اسلئے ہماری دایہ بھی ماں ہی ہے۔ ہم لطف ماہ حقیقی کو ابر کے توسط سے نہیں دیکھنا چاہتے کیونکہ وسائل نہایت خطرناک ہیں کہ یہ بہت سے لوگوں کے لئے راہزن ہو گئے ہیں اور وہ انہی وسائل میں مشغول ہو کر رہ گئے ہیں۔

اب مولانا محایب و حضرات انبیاء و اولیاء کے شبہ کو دفع کرتے ہیں۔ جو اس کلام سے پیدا ہوتا ہے اور کہتے ہیں۔ لیکن وہ ابر جو ماہ کے رنگ میں رنگا گیا ہو تا آنکہ اسکی صفت جمابیت سلب ہو گئی ہو اور وہ اس ماہ کے لیے پردہ نہ بنتا ہو۔ اور صورت اسکی قائم ہو۔ مگر اوصاف معدوم ہوں جیسے انبیاء و اولیاء کے اجسام۔ اب ابر اس حکم سے مستثنیٰ ہے کیونکہ وہ ماہتاب حقیقی کا پردہ نہیں بنتا۔ بلکہ حقیقت میں وہ منظر ماہ اور نافع ہے۔ اُس ابر کی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے روز روشن میں آسمان سے مینہ برستا تھا اور ابر نہ دکھلائی دیتا تھا۔ یہ بارش پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھی اور ان کے معجزہ سے ابر برنگ آسمان ہو گیا تھا۔ اسلئے وہ واقع میں موجود تھا مگر کامل معدوم تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آسمان سے پانی برس رہا ہے۔

اسکی تفصیل دفتر اول داستان سوال عائشہ و آنحضرت میں (کما قال بحی العلم) یاد رفت رسوم غلام حبشی میں (کما قال ولی محمد) میں بھی گزر چکی ہے۔ سو یہ ابر واقع میں موجود تھا۔ مگر صفت ابریت اسکی سلب ہو گئی تھی۔ کیونکہ وہ آسمان کو چھپاتا نہ تھا بلکہ آسمان اسکی ہوتے ہوئے بھی یونہی ظاہر تھا جیسے اسکی عدم کی صورت میں پس یہی حالت عشاق خداوندی کے اجسام کے مجاہدات کی بدولت ہو جاتی ہے کہ وہ جسم ہوتے ہیں مگر صفات و خصائص جسمیہ ان سے جاتی رہتی ہے اور وہ بالکل بدل جلتے ہیں اور اوصاف جسمانیہ ان میں جاتے نہیں جتے ایسے اجسام راہزن نہیں ہیں۔

یہ مضمون استطرادی ختم ہوا تو پھر مضمون ارشادی شروع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ پر کمالات تو اوروں کے لئے ہیں کہ ان سے انہی کو فائدہ ہوتا ہے اور سر خود اپنے لیے۔ کیونکہ وہ گھر ہے مع و بصر کا اور ستون ہے جسم کا۔ یعنی کمالات جو مدار حیات روحانی و منافع روحانی ہیں ان کا لفع خود اپنی طرف راجع ہے پس دوسروں کے مقصود کے لیے اپنی جان دیدیتا اور کمالات روحانیہ کو کمالات نفسانیہ پر قربان کر دینا سراسر ناشکری اور ہر قسم کی بھلائی سے مایوسی کا سبب ہے۔

پس تم کو طوطیوں کے سامنے قند یعنی مرغوب مطلوب خلائق نہ بننا چاہیے بلکہ نہ ہر اور نامرغوب ہونا چاہیے۔ اور اس طرح نقصان سے بے کھٹکے ہو جانا چاہیے اور اگر تم ایسا نہ کرو اور آفریں و شہابش اور خطاب عزت کے لیے اپنے کو ان کتوں کے سامنے مردار بناؤ۔ یعنی نام کے لیے اپنے کو لوگوں کے اغراض کے لیے وقف کر دو تو تمہیں اختیار ہے۔ ہاں اگر بچنا چاہو۔ تو اسکی صورت وہی ہے جو ہم نے بیان کی کہ اپنے کو نامرغوب اور قابل نفرت خلائق بناؤ۔

دیکھو! خضر علیہ السلام نے کشتی کو اسلئے ڈوڑا لٹاھا کہ وہ نامرغوب ہو جائے اور بادشاہ غاصب کے پنجے سے چھوٹ جائے۔ اور بغولتے حدیث نبوی الفقرفخوری فقر ہمارے لیے موجب فخر اس لئے ہے کہ ہم طامعین سے چھوٹ کر غنی (حق سبحانہ) کی پناہ میں چلے جائیں اور خزانوں کو غیر معروف اور اجاڑ مقامات پر اسی لیے رکھتے ہیں کہ آبادی کے لوگوں کی دست بردی سے بچ جائے اور اگر تم پر نہیں اکھڑ سکتے اور فرقہ و تذل و تمسکن اختیار نہیں کر سکتے اور اپنے کو نامرغوب خلائق نہیں بنا سکتے تو خلوت اختیار کرو اور لوگوں سے اختلاط کم کرو۔ تاکہ لوگ تمہیں بالکل نہ کھا جائیں۔ کیونکہ جس طرح تم کھانے والے ہو یونہی دوسروں کی غذا بھی ہو۔ پس تم آکل و ماکول دونوں ہو۔ اسیلئے تم کو ہوشیار رہنا چاہیے

ایسا نہ ہو کہ لوگ تمہیں کھا جائیں اور تم انہی کی اغراض و فوائد کے لئے اپنی جان دیدے

لے پڑتی تھیں کہ اگر وہ اپنے
پروردگار کے قریب ہوں
انتہا کر کے تاکہ وہ ساری
کامیابی سے رہے اور وہ
بہتم ذکر جائیں۔ جو
انسان دوسروں کو بیٹا اور
وہ خود بھی بیٹا سمجھتا ہے
کی ہر چیز دوسرے کے فائدہ
اور دوسرے کو فائدہ دینے
والی ہے۔

لے درمیان تمام کائنات
میں تعلق ہے ہر چیز
دوسری چیز کو کائنات ہے اور
ہر کائنات والی چیز دوسری چیز
کی فضا میں جاتی ہے اور
کرنے کا فائدہ کرتی ہے اور
اس سے فائدہ ہے کہ انہیں
کا فائدہ کرنے کی فکر میں ہے

جو انسان شکاری دوسرے کو
کھانے والا ہے اس کو اپنے
کھانے والے سے بے فکر نہ
ہو، چاہے خود اس کو کھانے
والا اور فائدہ نہیں دیتا ہے
لیکن اس کو فائدہ کی فکر ہے
دیکھنا چاہیے کہ تم کیوں

لے آتے۔ ہر چیز کو اپنے فائدہ
بنامہ فائدہ دینے اور خود ہی کی
فوائد کا سمجھنا ہے وہ فائدہ
تھا۔ آج دور چورسائی کے دور
ہے اور کوئی چورسائی کے دور
ہے شہر کو تو ان کے آگے
یعنی مظلوم کی جگہ کی جگہ۔

آؤ چنانچہ چورسائی میں
اس قدر شک ہے کہ اپنے
دشمن سے فائدہ حاصل ہے۔
لے کر شیشی۔ اگر گھاس
پانی کو ہضم کرتی ہے تو ان
کامدہ اس کو ہضم کر ڈالتا ہے

در بیان آنکہ ماسوائے اللہ تعالیٰ ہر چیزے آکل و ماکول
بہم آں مرغی کہ قصد صید بلخ میگرد و بصید بلخ مشغول بود
برندگی طرح جو مرغی کے شکار کرنے کا ارادہ کرتا ہے اور مرغی کے شکاری مشغول
و غافل بود از بازگرسنه که از پس تفای او قصد صید او
ہوتا ہے اور اس کے بارے میں غافل ہوتا ہے جس کے پس پشت اس کے شکار کر لینے کا
داشت آنکوں اے آدمی صیاد آکل از صیاد و آکل خود
ارادہ کرتا ہے اب اسے کیا بولے شکاری انسان اپنے شکاری سے غافل نہ
ایمن مباش کہ اگرچہ نمی بینی اش بنظر چشم بنظر دلیل و
ہی کیونکہ اگرچہ تو اس کو آشوبھی نہ دیکھتے نہیں دیکھتے ہیں اور ہر چیز کی
عبرتش می بین تا چشم تیرہ باز شود انشا اللہ تعالیٰ
نظر سے دیکھ لے تاکہ شکاری ہی ہے فوراً کچھ کھل جائے اگر خدا چاہے

مرغی اندر شکار کر م بود
ایک چورسائی میں ایک کے شکاری مشغول تھا
آکل و ماکول بود او بے خبر
وہ کھانے والا اور فائدہ دینے والا
دزدگرچہ در شکار کالہ است
چور اگرچہ سامان کے شکار میں مہمور ہے
عقل او مشغول زنت عقل در
اس کی عقل سامان اور دواغے کے عقل مشغول ہے
او چنان غرق ست سولے خود
وہ اپنی دھن میں ایسا غرق ہے

گر خیش آب ز لالے میخورد
اگر گھاس پانی پیتی ہے
آکل و ماکول آمد آں گیاہ
وہ گھاس کھانے والا اور غذا بنی ہوئی

مرغی اندر شکار کر م بود
ایک چورسائی میں ایک کے شکاری مشغول تھا
آکل و ماکول بود او بے خبر
وہ کھانے والا اور فائدہ دینے والا
دزدگرچہ در شکار کالہ است
چور اگرچہ سامان کے شکار میں مہمور ہے
عقل او مشغول زنت عقل در
اس کی عقل سامان اور دواغے کے عقل مشغول ہے
او چنان غرق ست سولے خود
وہ اپنی دھن میں ایسا غرق ہے

گر خیش آب ز لالے میخورد
اگر گھاس پانی پیتی ہے
آکل و ماکول آمد آں گیاہ
وہ گھاس کھانے والا اور غذا بنی ہوئی

غیر اگر خدا کے علاوہ ہر چیز
 اور سے کوئی کرتی ہے اور
 اس کو دوسری چیز کو کوئی
 ہے۔ وہ تو لایعظم کم۔ اشد
 شان ہے کہ وہ دوسروں کو
 نفاذ عطا کرتا ہے خود خدا سے
 بے نیاز ہے۔ اس کے راکول
 دنیا کی کوئی چیز اپنے جتنے
 مال سے نہیں نہیں ہر سستی
 ہے۔ اس۔ ان فانی چیزوں
 کا ہونا سے ملنے رہتا
 بڑی نسبت تاکہ چیز ہے ان
 مساویں اشد کی جانب سے
 ضروری ہے۔ ہر خیالے۔ یہ
 بات صرف باتوں میں ہی
 نہیں ہے بلکہ ایک خیال
 دوسرے خیال کو کھا جاتا ہے
 ۱۵۰۰ تو تانی انسان مساوی
 اور خیالات سے کسی طرح بچ
 نہیں جاتا ہے اگر انسان خیالات
 کو ختم کرنے کے لئے سوسہ
 جاتا ہے تو وہ خیالات ان
 شہد کی تعمیر کی طرح ذاتی
 پہنچتے ہیں جو کسی غلط فہمی
 فکر میں باہر آ رہی ہیں تاکہ
 اس کے پانی سے باہر نکلے
 بر اس کو چٹ جائیں چند
 زبور و انسانی خیالات کی
 غلطی میں مبتلا رہتا ہے
 ایک خیال اس کو ایک جانب
 کھینچتا ہے تو دوسرا خیال اس کو
 دوسری جانب کھینچتا ہے۔
 ۱۵۰۰ کثرت۔ انسان کو کثرت
 والی چیزوں میں سے خیالات

وَهُوَ يُطْعِمُكُمْ وَلَا تُطْعَمُونَ ۚ وَهُوَ يَمْلِكُ
 جو کہ وہ تمہیں کھلاتا ہے اور کھلا نہیں جاتا ہے
 اکمل و ماکول کے لیکن بود
 کھانا اور خدا بنانے والا کہ کس طرح کھانا ہو سکتا ہے؟
 امن ماکولاں جذبہ ماتمست
 کھانے کا بیڑا ان کا اطمینان رنج کا سبب ہے
 ہر خیالے راخیالے میخورد
 ہر خیال کو ایک خیال کھا جاتا ہے
 تو تانی کز خیالے واری
 تر نہیں کر سکتا کہ خیال سے نجات پانے
 فکر زبورست اس خواب
 تیرا خیال شہد کی قسم ہے اور نیند، پانی ہے
 چند زبور خیالی در پرد
 خیال کی بہت سی گتیاں آؤتی ہیں
 کترین اکلاست اس خیال
 یہ خیال کھا کھانے والوں میں سے سب سے چمکا ہے
 ہیں گریز از جوق اکال غلظ
 خمدار! بجا رہا زیادہ کھانا والوں کی جاکے
 یا بسوئے انکا اولیں حفظیات
 یا اس کی جانب جس نے یہ حفاظت مال کر لی ہے
 دست رامپار جز در دست پیر
 شیخ کے ہاتھ کے سوا کسی کا ہاتھ نہ پکڑا
 پیر عقلت کو دے خوکر وہ است
 یہی عقل کے پیر نے پکڑا نہ عادت والوں نے ہے
 عقل کامل را قریں کن باخرد
 عقل کامل کو عقل کا ساتھی بنائے

نیست حق ماکول اکمل محمست
 تو انہ (اے خدا) اور جو کچھ کھاتا ہے
 زاکلے کاند رکیں ساکن بود
 اس کا بیڑا سے جو کچھ اس میں بیٹھا ہوا ہے
 ر و بداں در گاہ کو لایعظمست
 اس درگاہ میں باہر کھلا نہیں جاتا ہے
 فکر اس فکر دگر رامی جز
 اس کا فکر دوسرے فکر کو جز جاتا ہے
 یا بخشی تا ازاں بیڑں جہی
 یا سو جائے تاکہ اس سے باہر نکل جائے
 چوں شوی بیدار یا زاید باب
 جب تو باہر کا بیڑہ بھی آجائے گی
 میکشد ایں سو و اسومی برد
 اور کھینچتی ہیں اور ادھر بے پانی ہیں
 واں دگر باراشناسد و الجلال
 دوسرے اکھانے والوں کو خدا مانتا ہے
 سوئے او کہ گفت مستیتم حفظ
 اس کی جانب جس نے فراہم کیا ہے تیری حفاظت
 گرتانی سوئے اس حافظت
 اگر تو حفاظت کر لے گا کی جانب سے ہر سستی
 حق شدت آنست اوراد سنگر
 اس کے ہاتھ کا اشد تانی ہاتھ پکڑنے والا ہے
 از جوار نفس کاند ر پردہ است
 اس نفس کے پردہ کی وجہ سے جو پردہ میں ہے
 تاکہ باز آید خرد زان خوری بند
 تاکہ عقل اس بری عادت سے آزاد آجائے

• کمتر درو گ چیزیں جب ان کا یہ حال ہے تو ہر چیزوں کی حالت خدا ہی کو معلوم ہے۔ حق۔ انسان
 کی ان تمام چیزوں سے پہنچنے کے لئے خدا کی بناء حاصل کرنا ضروری ہے۔ یا بسوئے اگر تو اپنا رابطہ
 براہ راست خدا سے نہیں قائم کر سکتے ہر تو کسی برگزیدہ شیخ کو واسطہ بناو۔

چونکہ دست خود بدست ادنی
 جبکہ تو اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دے گا
 دست تو از اہل آں بیعت شود
 تیرا ہاتھ اسی بیعت کرے گا اور اس سے ہوا جائے گا
 چوں بدادی دست خود در دست
 جب تو نے اپنا ہاتھ شیخ کے ہاتھ میں پکڑا دیا
 کوئی وقت خوشی سے مرید
 اسے مرید: وہ اپنے وقت کا بنی ہے
 در حدیث شری حاضر ہیں
 قرآن و حدیث حدیث میں پہنچ گیا
 پس زوہ یار مبشر آمدی
 تو "مبشر" مبشر "صحابہ میں سے ہو گیا
 تا سمیت راست آید زانکہ مرد
 تاکہ خدا کی سمیت ماس ہوا جائے کیونکہ لڑا
 ایں جہان و آں جہاں با او بود
 یہ جہان اور وہ جہان اسکے ساتھ ہو گا
 گفت المؤمن مع محبوبہ
 فرمایا: انسان اپنے محبوب کے ساتھ ہے
 ہر کجا دام است دانہ کم نشیں
 جہاں کہیں دانہ اور جال ہے، نہ بیٹھ
 لے زبوں گیر زبوتان ایں بدان
 اے ماجرؤں پر غم کرنے والے، یہ سمجھ لے
 بگسل آں حبیلہ کر حص و حد
 اس زبوں کو توڑ دے جو حص اور حد ہے
 دل فراز از رام واجبیدہ آ
 دل نے جال سے طبرک ضروری بھی ہے
 تو زبونی یازبوں گیر اے عجب
 قہر ہے تو عاجز ہے یا عاجز پر غم کرنا لا

پس ز دست آکلاں پیرں جہی
 تو کھلنے والوں کے ہاتھ سے باہر نکل جائے گا
 کہ ید اللہ فوق آید یھو بود
 کہ جن کے ہاتھوں پر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے
 پیر حکمت کو عظیم ست وخیر
 وہ پیر حکمت ہے کیونکہ وہ دانا اور باخبر ہے
 زانکہ زو نور نبی آید پدید
 کیونکہ اس سے نبی کا نور جھلکتا ہے
 و اں صحابہ بیعتی را ہم قریں
 اور ان بیعت کرنے والے صحابہ کا ساتھی بن گیا
 ہمچو زردہ دی خالص شدی
 خالص سونے کی طرح تو خالص بن گیا
 باکے جفت کورا دوست کرد
 اس کا ساتھی ہے جس کو اس نے دوست بنا کر
 ویں حدیث احمد خوش خود بود
 یہ خوش خلق، احمد کی حدیث ہے
 لَا يَفُكُ الْقَلْبُ مِنْ مَطْلُوبِهِ
 قلب اپنے مطلوب سے جدا نہیں ہوتا ہے
 زو زبوں گیر از زبوں گیراں ہیں
 جانا جڑوں کو پھینا کر انہیں کو کسی جو کچھ سنا لے کر دے گا
 دست ہم بالابی دست اے جو
 کثیر ہے ہاتھ کے اوپر بھی ہاتھ ہے اے جو!
 یاد کن فی جیدہا حبیلہ مستد
 "انکے میں سے مویج کی دھڑی ہے" کو یاد کرے
 دام تو خود بر پرت چفیدہ است
 تیرا جال خود تیرے پتروں پر چسپاں ہے
 باش تو ترساں دل ز لڑاں طلب
 تو طلب میں ترساں اور لڑناں دہاکر
 تو طلب میں ترساں اور لڑناں دہاکر

وہ ہے جس دن کا وہ تھا۔ گفت۔ حدیث شریف ہے: "الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحْبَبَهُ" انسان اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ یہ حکم دینا اور آخرت دونوں کے لئے ہے۔

ہے عقل کا۔ تو اپنی عقل
 کو شیخ کی عقل سے جاہل
 کر دے وہ پکا دعاوت
 چمڑا دے گا جو کہ جب تو
 شیخ کے ہاتھوں پر ہاتھ دے گا
 وہ تجھے براہ دکرے والی چیزوں
 سے بچا دے گا۔
 ملے چن بدادی۔ جب تو
 شیخ کی ہدایت کا پابند ہے گا
 تب تجھے بڑے ہو گا وہ بڑے ہو گا
 ہے۔ جو شیخ زلف کو شیخ کا
 پر تو حاصل ہوتا ہے۔ اور
 حدیث۔ حدیث کے تمام پر
 آفتاب نے بیعت اور قرآن
 کی قرآن فانی ہے آفتاب
 کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دے
 شیخ سے بیعت کرنے کے
 بعد تجھے بھی دس ہدایت
 حاصل ہو جائے گی جیسی بیعت
 اور قرآن کرنے والوں کو
 حاصل ہوئی ہے۔ وہ بڑے ہو گا
 عشرہ عشرہ وہ دس صحابہ کی
 آفتاب نے ان کی زندگی میں بیعت
 کی بشارت دیدی تھی۔ چاروں
 علیہ حضرت زکریا حضرت علیہ
 حضرت قہر الرحمن بن عوف
 حضرت ابو جہشہ حضرت مشہ
 بن وقاص حضرت سفید بن یزید
 و دوسری۔ وہ خاص سونا ہوتا
 ہے جو نیانے سے انہی زبوں کا
 ملے۔ زبوں کی زبان کو زبوں
 پر غم کرنا دوں کا حال دیکھ
 لے۔ لے۔ زبوں کی زبان
 پر غم کرنے والوں کی زبان
 لینا چاہیے کہ کوئی نہ کوئی
 اس سے بھی زیادہ طاقتور
 ہو گا۔ بگشت مولانا نے باب
 کی پیری کے لئے کی زبوں کو
 حوس احمد کی زبوں قرار
 دیا ہے۔ دل کو زبوں کے مقابل
 جال سے جدا کی ضروری ہے

تو تیرا حال خود تیرے پر کیا
 سے چھپا ہوا ہے۔
 لے تو تر کون۔ ہر انسان کو
 احتیاط کے ساتھ غور کرنا چاہیے
 کہ وہ مکھڑم ہے یا عالمِ ماضی
 دما گول۔ ہر انسان کو جانے
 والا اور دوسرے کی عمر کا
 ہے لہذا وہ خود شکار بھی کر
 اور شکاری بھی ہے۔ جس
 انسان کی فکارت میں کی
 عادت اس کو خود شکار بن
 جانے سے ماضی بنانے کو
 ہے وہ دوسروں کا دل پر کھانا
 ہے اور خود اس کا دل پر کھانا
 ہو چکا ہے۔ یقیناً آئندہ
 انسان کو ایسا ماضی نہ ہونا
 چاہیے کہ اس کے سامنے غفلت
 کی ایسی دیوار موجود کھلے ہوئے
 دھن کو جس نہ دیکھنے ہے۔
 لے تو کم۔ چڑیا اپنے پتے
 کے تحت سے اور آدم کو دیکھ
 پتے ہے۔ کم تو مصغوسہ۔
 چڑیا کا گھبرا دیکھتی ہے تو
 چڑیا سے کم نہ بن۔ کالے جب
 وہ چڑیا اٹھتے اور آدم کو دیکھتی
 ہو کر کئی کئی تو نہیں سے تکر
 ماضی سے نظر کروں تو یہیں
 لے کہ ہلاکت۔ انسان نے
 پہلے ہماروں کو لپٹی کی ٹاپری
 آکر کے ہاک کروا دیا۔ انہ
 تھلنے نے اس کو لپٹی کر گزار
 ہاتھ کے سزاوردی کی جگہ نہیں
 کر لیا چاہیے کہ انسان کا لپٹی
 ٹاپری ہاتھ کے سزاوردی کی جگہ
 آج کے فنکار نے اس کے ہاتھ
 خدا آکر کر لیا ہے۔ تاکہ جو
 شکر خدا کا دعوہ عقل سے
 دور ہو گیا تھا صاب کے وقت
 اس کو یاد آجیے کہ یہ کھانا
 ہے لاشِ نبوت۔ خدا کے
 شکر دن کو انجامِ کاحسرت

آرٹھ و مالولی اے مرغِ عجب
 لے عجب پر بند۔ تو کیا لاکھا یا ہر ہے
 حرصِ مینادی ز صیدِ مفضلست
 شکاری بن کر مینا کی جانے سے ماضی کرنا ہی ہے
 بیتن آیدنی خلفہم سدا مباحش
 عشاق میں سے نہ بن جس کے آگے اور پیچھے دوڑا کر
 تو کم از مرغِ مباحش اندر نشید
 توسیٹی سٹنے میں پرند سے ہے کم نہ بن
 کم ز عصفورے رہ بنکر کہ آں
 تو چڑیا سے کم نہیں ہے، دیکھ وہ
 چوں بنزدان آید پیش و پس
 جب مادہ کے پاس آئے ہے آگے اور پیچھے
 کالے عجب پیش و پس مینا دست
 کہیں میرے آگے اور پیچھے شکاری تو نہیں ہے؟
 تو بہ میں پس قصہ قمار را
 تو بہ کاروں کے نقد کو پیچھے دیکھ لے
 کہ ہلاکت دادشاں بے آلتے
 کہ انگو (انشائی) نے بلا آکر کے ہلاک کر دیا
 حق شکنیہ کرد و گزرو دست نیست
 انہ (انشائی) نے شکنیہ میں کس یا اور گزرا اور آہ نہیں
 آنکہ میگفتے اگر حق ہست کو
 وہ جو کہتا تھا کہ اگر انہ ہے تو کیا ہے؟
 و آنکہ میگفت ابنِ لعید و عجب
 وہ جو کہتا تھا کہ یہ لعید اور عجب ہے
 آنکہ جزا کار حق کا ریشِ نبوت
 وہ جس کا کام سوائے انہ (انشائی) کے تھاکر کے تھکا
 درنگر احوالِ فرعون نمود
 فرعون اور خود کے احوال دیکھ لے
 حالِ نمرودِ ستمگر درنگر
 خلیجِ نمرود کی رات دیکھ لے

ہم تو صید و صید گیر اندر طلب
 تو طلب میں شکار بھی ہے اور شکاری بھی
 دلبرتی می کند کو بیدلست
 وہ دلبر کر رہا ہے جو خود بیدل ہے
 کہ ز بینی خصم را و ان خصم فاش
 کیونکہ قوی کو نہیں دیکھتا ہے اور وہ شکن ظاہر
 بین ایدی خلف عصفور بدید
 چڑیا آگے اور پیچھے دیکھتی ہے
 بین ایدی خلف چوں بیند عیا
 آگے اور پیچھے کھلا دیکھ رہی ہے
 چند گردانند سر و زوآن نفس
 اس وقت سدا رہ جہے کہ کس قدر تھکتا ہو
 تا کشم از بیم اوزیں تقد دست
 تاکہ اس کے دوسرے اس قدر سے ہاتھ نہ لگے
 پیش بنکر مرگ یار و جار را
 آگے یا اور پردہ کی کہنے کو دیکھ لے
 او قرین تبست در ہر حالتے
 وہ ہر حالت میں تیسرے ساتھ ہے
 پس ان دست حق داود گنیت
 تو سمجھ لے انہ (انشائی) اپنے ہاتھ کے سزاوردی والا جو
 در شکنیہ او مقرمی شد کہ ہو
 شکنیہ میں وہ مقر ہو گیا کہ وہ ہے
 اشک میراند و میگفتے قریب
 وہ آنسو بہا تا ہے اور کہتا ہے اے نزدیک!
 بر و حسرت عاقبت بے ہیج نمود
 انجام کار کا فائدہ اس نے حسرت کی
 قوم لوط و قوم صالح قوم ہود
 قوم لوط اور قوم صالح اور قوم ہود کے
 در ماں قوم نوح افکن نظر
 قوم نوح کے انجمن پر عجاہ ڈال لے

تا بہدانی حق سمیع ست و عظیم
 تاکہ تہاں لے کہ اشد اقلے سمیع اور عظیم ہے
 برکت من منیع ایں منحوس دام
 میں اس منوس مال کی کمزئی کا ڈر ہا ہوں
 درخور عقل تو گفتہ ایں جواب
 تیری متنی کے حساب میں آئے یہ جواب بدیدا

فارغ ست ہر پالک ارباک و بیم
 وہ خوف کے لیے یا نہ ہے اور دواں پر دے پاک ہے
 از پے کلے نہا شتم تلخ کام
 مقصد کے لئے اتار میں ناہام : ہوں
 فہم کن وز جستجو زہر متاب
 سمجھ لے اور جستجو سے منفرد ہوں

اٹھا تا پیسے گی
 سچے درنگر۔ جو فکروں کو
 انجام کا حسرت اٹھائی ہوئی
 اُن کو ظاہر کیا ہے۔ تا بہدانی۔
 اُن کو گوں اور قوموں کے ناہام
 سے تحسین مسلم ہو جائیگا کہ حق
 تہاں ظلموں کی فراہم ستارو
 اور وہ سب کچھ جانتا ہے اور



بظاہر ہے۔
 کوئی کوئی کہیں نہیں کہہ سکتا
 حضرت پر اب آپ فرمائی کہ
 کی طرف اشارہ حال عقل
 انسان بری صفت کے والا
 جو کہ کوئی کہہ کر دے کوئی
 بہت ہی حق حضرت پر اب
 اب ان کو اور بھی کہہ لے۔
 میں نے یہ جواب دے دیا ہے
 کے کیا کہیں حق کے ساتھ
 شکر و توفیق و مسکن ناہام
 راہوں۔
 حضور ہادی کے لئے حق
 ہر زبان کے لئے ہیں ان کو
 ہی کوئی کہہ کر دے کہ یہ
 کوئی کوئی کہہ کر دے کہ یہ

شرح

دیکھو: ایک جانور ایک کیڑے کے شکار میں مشغول تھا کہ
 بلی کو موقع ملا اور اُسے اڑا لے گئی وہ جانور آکل بھی تھا اور
 ماکول بھی۔ مگر اپنے شکار کے شغل میں اپنے شکار سے غافل تھا۔

علیٰ ہذا جو اگر سامان کے شکار کے درپے ہوتا ہے تو کو تو ال دیگر۔
 دشمنوں سمیت اس کے درپے ہوتا ہے مگر اس کی عقل سامان کے حاصل کرنے اور
 تالے توڑنے کی فکر میں مشغول ہو کر کو تو ال اور مظلوم کی آہ سے غافل ہوتا ہے
 اور وہ اپنے خیال میں یوں مستغرق ہوتا ہے کہ اسے اس کی فکر نہیں ہوتی کہ کوئی میرے
 بھی درپے ہے۔ اسی طرح گھاس آب شیریں پیتا ہے مگر
 بعد کو جانور اسے چیر لیتے ہیں لہذا گھاس آکل بھی ہے اور ماکول بھی۔

القصد: حق سبحانہ کے خلاف جتنی موجودات ہیں سب آکل بھی ہیں اور
 ماکول بھی لیکونہ خدا تعالیٰ چونکہ مصداق یطعمکم ولا یطعمہ ہے لہذا وہ ..
 ماکول و آکل اور لحم و پوست جسم اور جسمانی نہیں ہے۔ جب یہ معلوم ہو گیا
 تو اب سمجھو کہ جو چیز آکل بھی ہے اور ماکول بھی وہ اُس آکل سے بے خوف

ہی اسکے مدد و معاون ہیں جو کہ اسکو حفاظت میں مدد دیتے ہیں۔

تم نے اپنی عقل کو شیخ بنا رکھا ہے مگر یاد رکھو! کہ وہ طفلانہ حرکات کی نوگر
ہے اور یہ بے ہودہ حرکات کرتی ہے اسلئے شیخیت اسکو شایان نہیں ہے پس
تم اپنی عقل کے ساتھ عقل کامل یعنی عقل شیخ کو بلاؤ تاکہ تمہاری عقل اسکی صحبت سے
خوئے بد یعنی طفلانہ خصائل سے باز آئے۔ دیکھو جبکہ تم اپنے کو شیخ
کے سپرد کر دو گے اس وقت تم مردم خواروں سے بچ جاؤ گے۔ اور تمہارا ہاتھ
ان مبایعین میں شمار ہوگا جس کی نسبت ید اللہ فوق اید دہم وارد ہوا ہے
اور جبکہ تم اپنے ہاتھ اس شیخ کے ہاتھ میں دیدو گے جو کہ دانا ہے اور جو کہ
بمنزلہ نبی وقت کے ہے کیونکہ بوجہ نیابت نبی کے نور نبی یعنی نور ہدایت اس
ظاہر ہوتا ہے۔ تو اس ذریعے سے تم حدیبیہ میں حاضر ہو جاؤ گے اور صحابہ مبایعین
کے ساتھ ہو جاؤ گے۔ اور عشرہ مبشرہ میں داخل ہو جاؤ گے اور کندن بن جاؤ
گے۔ حتیٰ کہ تمہاری صحابہ مذکورین کے ساتھ معیت درست ہو جائے گی کیونکہ ایسا
کرنے سے تمہارے اندر ان صحابہ کی محبت پیدا ہوگی اور قاعدہ ہے کہ آدمی جس محبت
کرتا ہے اسی کے ساتھ ہوتا ہے اس جہاں میں بھی اور اس جہاں میں بھی۔
اور یہ ہم اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ حدیث نبوی ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ المرء مع من احبہ یعنی آدمی اپنے محبوب
کے ساتھ ہوتا ہے جس طرح کہ دل اپنے مطلوب کے ساتھ ہوتا ہے اور اس سے
جدا نہیں ہوتا اس بنا پر تم ان صحابہ کے ساتھ ہوئے۔

القصلہ جہاں کہیں دام و دانہ اور سامان حرص ہو تم وہاں نہ بیٹھنا
کیونکہ وہاں کوئی صیاد ضرور چھپا ہوگا۔ تم جا کر دیکھ لینا۔ ضرور تم کو ملے گا اور گو
تم صیاد ہو۔ مگر تم کو واضح ہو کہ تمہارا بھی کوئی صیاد ہے اور تم سے

بھی زیادہ کوئی زبردست ہے پس تم دام حرص و حسد کو توڑ دو۔ ورنہ تم بھی پھندے میں آ جاؤ گے باور نہ ہو تو خوفِ حَیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ کو پڑھ لو۔ اور سمجھ لو کہ تم بھی کسی کے پھندے میں ہو۔

اہلِ دل تمہارے دام سے اوپر حق سبحانہ کو دیکھتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اس کا دام تمہارے پردل سے لپٹا ہوا ہے اور تم اس کے قبضہ میں ہو پس تم فکرِ صید کو چھوڑ دو اور دامِ حرص ہو کو توڑو کیونکہ تم جس طرح صیاد ہو یوں ہی صید بھی ہو۔ پس تمہیں طلبِ صید میں نہایت احتیاط چاہیئے۔ اور ہر وقت ڈرتے رہنا چاہیئے اور ایسا شکار نہ کرنا چاہیئے جس سے تم خود بھنس جاؤ۔ دیکھو تم تو آکل بھی ہو اور ماکول بھی اور صید بھی ہو اور صیاد بھی۔ مگر صیاد کی حرص نے تمہیں اپنے صید ہونے سے غافل کر رکھا ہے کیونکہ حرصِ صیادیت صیدیت سے غافل کر دیتی ہے۔ بنا بریں وہ دلیری کرتا اور لوگوں کو اپنے دام میں لاتا ہے۔ حالانکہ وہ خود بے دل اور دوسرے کے دام میں ہے پس تم لیا نہ کرو۔ اور وجعلنا من بین ایدہم سداً ومن خلفہم سداً۔ کا مصداق نہ ہو۔ کہ باوجود دشمن کے ظاہر ہونے کے اسے نہ دیکھ سکو۔ آخر تو طلب

میں جانور سے تو کم نہ ہو۔ دیکھ تو کسپی کہ چڑیا بھی آگے پیچھے دیکھ لیتی ہے یونہی تو بھی دیکھ لیا کر۔ اور غرتو کر کہ چڑیا بھی آگے پیچھے دیکھتی ہے اور جب وہ دانہ کے قریب آتی ہے تو کیونکر اس وقت آگے پیچھے سر ہلاتی ہے کہ میرے آگے یا پیچھے کوئی صیاد تو نہیں۔ تاکہ اگر ہو تو میں دانہ سے دست کش ہو جاؤں پس تو چڑیا سے کم نہیں ہے مگر آگے پیچھے دیکھ! یعنی پیچھے قصہ بھار کو دیکھ کہ اس و ہوا کے سبب ان کی کیا گت بنی۔ اور آگے اپنے دوستوں اور پڑوسیوں کی موت دیکھ اور جان لے کہ حق تعالیٰ نے ان کو بدوں آکر کے مار ڈالا یونہی وہ حالت

میں تجھ سے ہی تقارن ہے اور تجھے بھی ایک روز یوں ہی مار ڈالے گا
خلاصہ یہ کہ تم دنیا میں یوں منہمک نہ ہو کہ تم کو اپنے ضرر کا بھی خیال نہ ہے
اور تم خدا سے بھی غافل ہو جاؤ۔ بلکہ تم کو اس تعلق پیدا کرنا چاہیے تاکہ وہ
تم کو نفع پہنچائے تم یہ خیال نہ کرنا کہ وہ بدوں ہاتھ اور آلہ کے کیسے نفع پہنچا
سکتا ہے کیونکہ جس طرح حق سبحانہ نے ان کو بے ہاتھ اور بے آلہ سزا دی ہے
یوں ہی وہ بدوں ہاتھ اور آلہ کے نفع بھی پہنچا سکتا ہے۔

پس نہ اسے نفع پہنچانے کے لئے ضرورت ہے آلہ کی اور نہ نقصان
پہنچانے کے لیے۔ اور یہ بھی نہ کہنا کہ خدا کا وجود کہاں ہے جس تعلق پیدا کیا جائے
کیونکہ جو لوگ خدا کے منکر تھے اور کہا کرتے تھے کہ خدا کہاں ہے جب وہ شکنجہ
میں آئے اس وقت ان کو اقرار کرنا پڑا کہ بے شک وہ ہے اور جو کہتے تھے کہ
یہ بات بعید از عقل ہے کہ خدا ہو۔

اور ایک عجیب بات ہے وہ شکنجہ میں آکر روتے تھے اور کہتے تھے کہ ارے وہ
تو بہت قریب ہے اور جن لوگوں کا کام انکار خدا کے سوا کچھ نہ تھا اس کو انجامِ کاسر
ہوئی مگر بالکل بے سود۔ تم فرعون اور قوم ثمود اور قوم لوط اور قوم صالح
اور قوم ہود کے حالات میں غور کرو۔ اور مژدکی حالت کو دیکھو اور قوم نوح کے انجام پر
نظر ڈالو۔ تاکہ تمہیں معلوم ہو کہ خدا سمیع بھی ہے اور علیم بھی اور وہ اس قدر
زبردست ہے کہ اسے نہ کسی کا ڈر ہے نہ کسی کا خوف۔ کیونکہ جب اس نے زبردست
بدکاروں کو سزا دی ہے تو لازم ہے کہ وہ ان کے افعال بد کو دیکھتا ہے اور قول
نثرتہ کو سنتا ہے اور ان سے بھی زبردست ہو۔

خیر! تو طاؤس کی کہانی میں پڑوں کو جو کہ میسر لیے مخوس حال ہیں
جس سے اکیڑتا ہوں کیونکہ ایک مقصد یعنی حسن کے لیے میں اپنی زندگی کو تیغ

نہیں کر سکتا۔ یہ جواب میں نے تیری عقل کے مطابق دیا ہے تو اسکو سمجھ لے۔ اور سبب دقیق کا جو یاں رہ۔ جس کو میں نے بیان نہیں کیا ہے اور اسکی اعراض مت کر (فائدہ: ولی محمد نے کہا ہے کہ سبب دقیق یہ ہے کہ میں بے حجاب جمال حق کا مشاہدہ چاہتا ہوں۔ واللہ اعلم)

سبب کشتن ابراہیم علیہ السلام زانغ را کہ آں اشارہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کتے کرانے کا سبب کہ وہ ملک مغات بقیع کد ام صفت بود از صفات مذمومہ مہلکہ
میں سے کوئی صفت کر زان کرنے کی طرف اشارہ تھا

اے خلیل حق چرا کشتی تو زانغ
اے اللہ کے خلیل! آپ نے کتے کو کیوں مارا؟

اند کے زاسرا راں باید نمود
اُس کے زانوں میں سے تھوڑا سا ظاہر کر دیجئے

دائما باشد بدن را عمر خواہ
ہمیشہ جسم کی عمر کا خواہاں ہے

تا قیامت عمر تن در خواست کرد
قیامت تک کے لئے جسم کی عمر کی درخواست کر

کاشکے گفتم کہ تبت سربتا
کاش کہ بتا کرے ہمارے رب ہماری توبہ قبول کرے

مرگ حاضر غائب از حق بود
مرگ اللہ تعالیٰ سے غائب ہونا فری موت ہے

بے خدا آب حیات آتش بود
بے خدا کے آب حیات آگ ہے

در چیاں حضرت بھی شد عمر خو
ایسے دربار میں عوام کا خواہاں ہیں

ظن افزونی ست کلی کا شتن
بڑھوتری کا گمان اور بالکل گھٹا ہے

ایں سخن را نیست پایان فراغ
اس بات کا خاتمہ اور فراغ نہیں ہے

بہر فرماں حکمت فرماں چربود
ہر حکم کی وجہ سے، حکم کی حکمت کیسے حق؟

کاغ کاغ و لغرہ زانغ سیاہ
لالے کتے کی کانیں کانیں اور خور

ہیچو ایلےس از خدا ی پاک فرد
جس طرح شیطان نے خدائے مقدس کو داند

گفت آنظرنی الی یوم الجعرا
اُس نے کہا جب قیامت تک کی جہلت و دیرے

زندگی بے دوست جاں فرسوز
بے دوست کے زندگی جان کی تباہی ہے

عمر و مرگ ایں ہر دو با حق خوش بود
عمر و مرگ اور موت و دروز خدا کیساتھ توجہی ہیں

آں ہم از تاثیر لعنت بود کو
ایں ہم لعنت کی تاثیر رضی کر وہ

از خدا غیبر خدا را خواستن
خدا سے غیر خدا کو مانگنا

لے آغ حضرت ابراہیم علیہ السلام
جواب دیا کہ کتے کی کانیں
کانیں کا مطلب یہ ہے کہ وہ
اپنی طرف کی دوازی کا خواہاں
ہے۔ ہیچو ایلےس ترکان پاک
میں دیکھو ہے آنظرنی الی
یوم الجعرا یعنی میں شیطان
نے اللہ تعالیٰ سے دماں کجے
قیامت تک کی خواہ ہے۔
تبت سربتا حضرت آدم علیہ السلام نے قبر کی
دعا کی تھی تو فرشتے نے
زندگی کی دعا مانگی لیکن وہ زندگ
جو بے دوست کے ہر فرشتے
کو گھٹا ہے اور اللہ تعالیٰ
سے غفلت فروری موت ہے۔
مرگ مرگ مرگ موت جو یا
زندگی جو اللہ کے ساتھ ہے ہی
بہتر ہے۔ خدا کو جو مرگ کی حاجت
میں آگ کا کام کرتا ہے۔ آگ
شیطان کی دوازی کی طرف
بھی اہم کے طعنوں ہونے کا
اثر ہے۔ آغ۔ خدا سے فرزند
کی گنا تباہی ہے۔ غافل
وہ شخص میں خدا کی دعا مانگ
نہیں کرتا ہے۔

خاصہ عمرے غرق در بیگانگی
 غمنا وہ غم جو غیرت میں غرق ہو
 عمر بشیم وہ کہ تاپس خرّوم
 مجھے زیادہ غم دے تاکہ زیادہ پیچھے کو جاؤں
 تاکہ لعنت را نشانہ اُو بُود
 تاکہ وہ لعنت کا نشانہ بنے
 عمر خوش در قرب جاں پرورد
 اچھی عمر قرب خداوندی میں جان کی پرورش ہے
 عمر بشیم وہ کہ تا گامی خورم
 مجھے زیادہ غم دے تاکہ گاموں
 گزندہ گز خوارست آں گند دلہا
 اگر وہ گندہ دہن گر کھلے والا نہ ہوتا

در حضور شیر روبرو شائگی
 شیر کے سامنے لڑائی میں ہے
 فہلم افزوں وہ کہ تا کتر شوم
 مجھے زیادہ نکت دے تاکہ کتر ہو جاؤں
 بد کے باشد کہ لعنت جو بُود
 بدکار وہ ہے جو کہ لعنت کا جواں ہو
 عمر زاغ از ہر سرگس خورد
 کتے کی عمر جو ہر کھانے کے لئے ہے
 دائم انیم وہ کہ بس بدگوہرم
 مجھے ہمیشہ بد گوئی میں بہت بد ملوں
 گویدے کز زاعیم تو وارہاں
 تو کہتا اچھے کتے ہیں سے نجات دیرے

کے خوشی وہ شیطانی کی
 دعا تو حق کی خواہش کو زیادہ
 غمنا وہ دیرے تاکہ وہ اور
 قبولت میں کرے اور خدا کی
 لعنت کا نشانہ بنے تو ایسے
 شخص سے زیادہ بُرا اور کزن
 ہو گا جو لعنت خداوندی کا
 جواں ہو جو خوش باطنی ہو
 تو وہ ہے جس میں قرب الہی
 میں جان کی پرورش ہو سکے
 کتے کی روز افزائی ہو کہ کتے
 لئے ہے عمر خوش کتے کی مر
 کی نادانی تاکہ تو گر کھانے کیسے
 ملے کرتے۔ اگر وہ گر کھانے
 والا نہ ہوتا تو یہ دعاں تاکہ
 کتے ہیں سے نجات دیرے۔
 اے حق

حق قہاے کی قدرت ہے کہ
 اُس نے حق سے سونا بنا دیا
 اور حق سے حضرت آدمؑ کو بشر
 کو پیدا کر دیا۔ تاکہ وہ انسان بنے
 کام بہنوں کو اور انسان کا
 کام بھول اور غلطی ہے۔ ستر۔
 لیکن انسان کی ہی قدرت ہے
 کہ وہ ہماری بھول کو مٹے
 تہیہ کر دے اللہ پاک سے غفر
 کو بُر و باری سے بدل دے
 کئے خاکِ شورو۔ اور قہاے
 کی قدرت ہے کہ غم و غم
 کو بے روزگار کر دے جس
 روٹی تیار ہوتی ہے اور وہ
 روٹی کو انسان کی جان میں
 تبدیل کر دیتا ہے۔
 کئے کے خدا کو قدرت
 ہے کہ اگر وہ کو اسی بنا دیتا ہے
 اور راستہ دیکھتے ہوئے کھلے
 بنا دیتا ہے۔ تاکہ جو انسان
 بنی سے بنے اور قدرت کے
 پھر اس کو دولت امان سے
 بہرہ ور بنا دیتا ہے۔ اڑنے۔

مناجات

اے مُبَدِّل کردہ خاک کے را بنر
 اے وہ جس نے بٹی کو سونا بنا دیا
 کار تو تبدیل اعیان و عطا
 تیرا کام موجودات کو تبدیل کرنا اور عطا ہے
 سہو و نیاس را مُبَدِّل کن بعلم
 میرے سہرا اور بھول کو علم سے تبدیل کر دے
 اے کہ خاکِ شورو را تو ناں کنی
 اے وہ کہ تو خور می زمین کو روٹی بنا دیتا ہے
 اے کہ جانِ خیرہ را رہبر کنی
 اے وہ کہ تو را گنہ گار سہرا بنا دیتا ہے
 اے کہ خاکِ تیرہ را تو جانِ ہی
 اے وہ کہ تو را یک نیکو جان بھلا دیتا ہے
 فکر از لے میوہ از چوب لری
 نے سے شکر اور لکڑی ہے پھل پیدا کر دیتا ہے

خاک دیگر را بگردہ نوا البشر
 دوسری بٹی کو ابرا البشر بنا دیا
 کار من سہو ست نیاس خطا
 میرا کام سہرا اور بھول اور خطا ہے
 من ہمہ علمم مرا کن جبہ و علم
 میں مجھے سہرا دے، مجھے سہرا اور علم بنا دے
 دے کہ ناں مُردہ را تو جان کنی
 اے وہ کہ تو خورہ روٹی کو جای بنا دیتا ہے
 دے کہ بے رہ را تو پیغمبر کنی
 اے وہ کہ تو را مست و دیکھے ہوئے کو پیغمبر بنا دیتا ہے
 عقل جس و روزی ایمانی ہی
 عقل اور جس اور روزی اور ایمان دے دیتا ہے
 از منی مُردہ بست خوب آوری
 زردہ منی سے حسین مشوق پیدا کر دیتا ہے

اثر تھا اس لعنت کا جو اس پر کی گئی تھی اور فرمایا گیا تھا کہ ان علیہ
لعنتی الی یوم الدین کہ وہ حق سبحانہ جیسے منعم کی جناب میں حیات جسمانی کی
درخواست کرتا تھا کیونکہ خدا سے غیر خدا کو مانگنا کو بظاہر طلب زیادتی و نفع ہو
مگر حقیقت میں طلب نقصان و ضرر ہے مگر اسے اس لعنت کے اثر سے جو
غلط میں کر دیتی ہے۔ محسوس یہ ہوا کہ اول تو مطلق غیر خدا کو مانگنے کی یہ بات
ہے۔ بالخصوص وہ حیات جو حق سبحانہ سے قطع تعلق کے ساتھ ہو اس کو مانگنا
اور شیر کے سامنے لومڑی پن کرنا جیسا کہ ابلیس نے کیا یہ تو بالاولی نقصان
ضرر ہے۔

پس اس شخص جو کہا تھا کہ مجھے زیادہ عمر یہ درخواست اسلئے تھی کہ وہ
جلدی موت روحانی میں مبتلا ہو جائے۔ اور یہ جو کہا تھا کہ مجھے زیادہ مہلت
دے اسکے یہ معنی تھے کہ مجھے حیات روحانی کے لحاظ سے قلیل المہلت کر دے
اور یہ معاندانہ درخواست اسلئے تھی کہ وہ لعنت کا نشانہ بنے۔

اس شخص کو کہ جو حق سبحانہ سے قطع تعلق کر کے حیات جو ہو اور اس طرح
طالب لعنت ہو وہ بہت بُرا شخص ہے کیونکہ عمدہ زندگی تو یہ ہے کہ حق سبحانہ
کے قُرب میں جان کو پرورش کرے اور عمر زاغ حیات جسمانی محضہ تو گند کھانے
کے لئے ہے۔ کو ا جو کہتا ہے کہ مجھے عمر زیادہ دے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ
میں گند کھانا رہوں اور وہ کہتا ہے کہ تو مجھے ہمیشہ گوہ دینے جا۔ کیونکہ میں بذات
ہوں اور اسی کے قابل ہوں کیونکہ اگر وہ گند خوار اور گندہ ذہن نہ ہوتا تو بجائے
زیادتی عمر کی درخواست کے جو مالا گند کھانے کی درخواست ہے وہ یوں کہتا کہ اے
تو مجھے صفت زاغی اور طول آکل و گند خواری سے نجات دے۔

اب مولانا مناجات کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے وہ ذات! جس نے خاک

کے ایک حصہ کو سونا بنایا اور دوسرے حصہ کو آدم بنایا — لے وہ قادر! جو خاک شود کو روٹی بناتا ہے۔ اور لے وہ قادر! جو کہ بے جان روٹی کو جان عطا کرتا ہے اور لے وہ قادر! جو کہ جان نابینا کو رہبر بناتا ہے۔ اور لے وہ قادر! جو کہ گم گشتہ کو پیغمبر بناتا ہے اور کہتا ہے ووجدت ضالاً فہدی۔ اور لے وہ قادر! جو خاک تیرہ کو جان عطا کرتا ہے اور اسے عقل اور حسن اور روزی اور ایمان عطا کرتا ہے اور گنے سے شکر۔ اور لکڑی سے میوہ پیدا کرتا ہے اور بے جان مٹی سے خوب صورت معشوق بناتا ہے اور مٹی سے پھول اور دل سے صفا پیدا کرتا ہے اور پھر چشم کو روشنی بخشتا ہے اور مجرور زمین کو آسمان کرتا ہے۔ بایں طور کہ زمین سے دھواں اٹھا کر اسکو ایک حد خاص پر قائم کر کے متکاثف بنا دیتا ہے اور وہ آسمان میں جاتا ہے۔ کما قال الشیخ الاکبر علی ما نقلہ بحر العلوم۔

اور ستاروں کے اثر سے زمین زیادتی کرتی ہے بایں معنی کہ نباتات وغیرہ اُگاتا ہے (یا یوں کہو کہ آسمان میں ستارے پیدا کرتا ہے اور آسمان کو زمین کہنا اس بنا پر ہے کہ وہ فانی اور مجرور زمین ہے کما قال ولی محمد) — حیراکام تبدیلی اعیان اور بخشش ہے اور میراکام سہو و نسیان اور غلطی ہے تو میرے سہو و نسیان کو علم سے بدل دے اور میں میرا سر غیظ و غضب ہوں تو مجھے سزا پا حکم بنا دے۔



ہر کہ سازد زیں جہاں آپ جیتا
جواس دینا کو آب حیات بناتا ہے
دیدہ دل کو بگردوں بنگریت
میں دل کی آنکھ نے آسمانوں کو دیکھا
قلب اعیان ست اکسیر محیط
موجودات کی تیسری ہے اور عالمگیر اکسیر ہے
تو از ان رونے کو در بہت آمدی
تو جس دن سے وجود میں آیا ہے
گر بدن حالت نرا بولے بقا
اگر اسی حالت پر تیسرا بقا ہوتا
از مبدل ہستی اول نماند
تبدیل کر لیا ہے کی وجہ سے پہلا وجود زرا
بچھینش تاصد ہزاراں ہتہا
اسی طرح لاکھوں وجود تک
آں مبدل ہیں واسطہ راہاں
ان تبدیلی کر لیا ہے کو دیکھ واسطوں کو چھوڑ
واسطہ ہر جا فروں شد و صحت
جہاں واسطے زیادہ ہوئے وصل بانا رہا
از سبب دانی شود کم حیرت
اسباب کے باعث سے حیرت حیرت کم ہو جائیگی
ایں بقا ہا از فنا یافتی
قرنے یہ بقا میں فناؤں سے حاصل کی ہیں
زاں فنا ہا چر زیاں بودت کہتا
ان فناؤں سے تجھے کیا نقصان پہنچا کہ
چوں دوم از اولینت بہترست
جیکہ دوسرا (وجود تیرے) ملے ہے سے بہتر ہے

زودترش از دیگران آید متا
انہی کو دوسروں سے پہلے مرمت آجاتی ہے
دیدہ کا بجا ہر دے مینا گریت
اس نے دیکھا ہے کہ وہاں ہر وقت نشانی ہے
ایتلاف خرقہ تن بے محیط
جس کے جینٹروں کو بغیر دھاگے کے سینا ہے
آتشی یا خاک یا بادے بدی
آگ یا خاک یا ہوا تھا
کر رسیدے مرترا میں ارتقا
تجھے یہ ترقی کب حاصل ہوئی؟
ہستی دیکر بجائے اول نشاند
اس نے دوسرا وجود اس کی بجائے قائم کر لیا
بعدیک دیکر دوم بہ زابتدا
ایک دوسرے کے بعد دوسرا پہلے سے بہتر
کنز واسطہ دور گردی زحل اس
کیونکہ واسطوں سے تو اس سے دور ملے گا
واسطہ کم ذوق وصل افروز تر
واسطے کم ہوں تو اس کا ذوق زیادہ ہوتا ہے
حیرتے کہ رہ دہر حضرت
وہ حیرت جو دربار تک تیری رہتا ہے
از فنایش زو جرات یافتی
اس کی فنا سے تو نے تیرے منہ مٹا ہے
برقچا چفسیدہ اے بینوا
قوائے بینوا! بقا سے جہت برا ہے
پس فنا جوئی و مبدل راہست
فنا کی جستجو کر اور تبدیل کرنے کے کی تلاش کر

نہیں ہے چوں دوم جیکہ تبدیلی کے بعد دوسرا وجود پہلے وجود سے بہتر ملے تو اسان کو فنا کی جستجو کرنی چاہیے اور تبدیل کرنے والے کا شکر گزار رہنا چاہیے۔

ملے تیرے ذوق میں جن جن تلبس
بغیر سے آسمان کو دیکھا
اس کو نظر آئے گا کہ وہاں ہر
وقت قدرت کا مظاہرہ ہوتا ہے
تجھے ایمان، عالم، بالکے
قصرات میں اسام کی تبدیلی
ہے اور ایک عالمگیر کیا گری
ہے۔ تو ان اس تبدیلی کی
دیں دیکھ انسان ابتدائیں
حاضر اور اس سے کوئی فرق تھا
اگر وہ اسی حالت میں رہتا تو
اس کو کسی تقدیر کا ارتقا
رہتا ہی نہ۔ اور تبدیل۔ اللہ
تعالیٰ نے اس کے پہلے وجود کو
بدل کر دوسرا وجود دلالت
کر دیا۔

سے پہنچیں۔ وجود کی تبدیلی
کے لاکھوں رہتے ہیں۔ آج
مستقبل انسان کی تجدید کا
تقاضا ہے کہ وہ تبدیلی کرنے
والی ذات پر نظر رکھے تبدیلی کے
دوران واسطوں پر نظر رکھنا
انسان کو ماضی وقت سے دور
کر دیتا ہے۔ واسطہ تجربہ ہے
واقعات میں جس قدر وسائل کا
اضافہ ہوتا ہے ذوق وصل
میں کمی آجاتی ہے۔ از سبب
اسباب اور عقل معلوم کرنے
سے وہ حیرت کم ہو جاتی ہے
جوانان کو بارگاہ خداوندی
میں پہنچانی ہے۔

اللہ! اسی بقا ہا جسک ان
اسباب میں فنا کے بعد ارتقا
وجود حاصل ہوا ہے تو اسان
کو فنا سے گھبرا نا چاہیے۔
زبان پہلے اسباب کے فنا سے
اور ارتقا وصل جو ابتدا
بقا سے چٹا رہنا عقلندی

ملہ قہ ہزاراں۔ انسان کے
 لاکھوں۔ اب ایسے ہیں جو
 ناپہنچے ہیں۔ آج ہادی۔
 انسان اپنے ہادی وجود سے
 بنائی وجود کی طرف منتقل ہو
 گیا اور اس سے وہ لاکھوں
 پھر بنائی وجود سے اس کو
 حیوانی وجود اور پھر عقل کی
 بنیاد پر اس کو وہ وجود گیا
 جس میں وہ ایک کام کو منتقل
 بنا۔ ناسخ یعنی پھر اس کا
 ارتقاء عالم ارواح کی جانب
 ہوا جو اس کو اور جہات
 بہت سے بالا ہے۔
 سہ تالیف۔ ابن عرب
 وجود کے نشانات اس وقت
 تک ہیں جب تک کہ اس کا
 وجود وجود مطلق سے وابستہ
 نہیں ہوا اور جب اس منزل
 میں پہنچ گیا تو جہان وجود کا
 نئے نشانات غالب ہو جاتے
 ہیں۔ تو ان کے اس سلسلہ کو اس
 طرح سمجھو کہ عقل کے منازل
 کے نشانات ہوتے ہیں انھیں
 نشانات کے ذریعہ کاواں اور
 سرائے اودھوں بننا ہے لیکن
 دریا کے منازل کا کوئی نشان
 نہیں ہوتا ہے دریا کی منزل
 کی نہایت جوتی ہے۔ وہاں
 نہاں چلنے کے نشانات پیدا
 ہوتے ہیں۔
 سہ بہت عالم مکان اور
 عالم مکان دونوں منزلوں کے
 درمیان بہت زیادہ فاصلہ
 ہے۔ آج مکان بالکل ان
 لامکان۔ جتنا ایک جیسے
 مابہ کے ناکے بن جاتا ہے۔
 سنی سے تو جس جہاں
 سہ تالیف۔ اگر پناہ پل
 جڑے تو ہوسیدہ اور

صد ہزاراں حشر دیدی اے غنود
 اے نکش: ترنے لاکھوں مغرور کیے ہیں
 از جمادی بنے خبر سومی نما
 بے خبری میں جاری یک انشد نما کی جانب
 باز سونے عقل و تمیزات خوش
 پھر اپنی عقل اور تیز کی جانب
 تائب بھر اس نشان بیاہست
 یہ پاؤں کے نشان سمندر کے کنارے مکہ میں
 زانکہ منز لہائے خشکی را حقیقہ
 کیونکہ خشکی کے مقامات اعلیٰ بندری کی وجہ سے
 باز منزل لہائے دریا در و قوف
 پھر دریائی مکانات، ٹکاڑ میں
 نیست پیدا اندراں رہ پاؤں گام
 اس راستہ میں نہ پاؤں اور نہ قدم نظر آتے ہیں
 ہست صد چنداں میان منزلین
 دونوں منزلوں کے درمیان جتنی فاصلہ ہے
 در فنا ایں بقا ہادیدہ
 فناؤں میں قویہ بقا نہیں دیکھیں ہیں
 ہیں بدہ لائے اغ این طرباں زباش
 اں! اور کتھے یہ جان دیدے! بازنجا
 تازہ میگہ و کٹن رامی سپار
 تازہ بن جا، پڑنے کو دے دے
 گر نباشی نخل وارا اشار کن
 اگر تو کھجور کی طرح اشار کر پڑا نہیں ہے
 کہنہ و گنبدیدہ و بوسیدہ را
 پڑنے اور گندہ اور سڑے ہوئے کا

تاکنون ہر لحظہ از بدو وجود
 ہر لمحہ وجود کی ابتداء سے اب تک
 و ز نما سونے حیات و ابتلا
 اور نمائے زندگی اور آزمائش کی جانب
 باز سومی خارج ایں پنج و شش
 بھران و اس نمائے شش و شش و شش
 پس نشان پا درون بحر لا ست
 پھر سمندر کے اندر پاؤں کے نشان صدمہ میں
 بست وہ ہاؤ و وطنہا اور باط
 دیہات اور وطن اور سہائے ہیں
 وقت محوش نے جدار و مقوف
 ایکے تفرق کے وقت نہ دیوار ہے نہ چھتیں
 نے نشانست آں منازل راز نام
 ان گروں کا نشان ہے، نام ہے
 آں طرف کز این تا بالائے این
 اس جانب مکان سے اسی مکان کے اوپر تک
 بر بقائے جسم چوں چفسیدہ
 جسم کے بقا پر تو کیوں چپک گیا ہے؟
 پیش تبدیل خدا جاننا زباش
 خدائے تبدیلی کے سامنے جاننا زباش
 کہ ہر امسال فرو نشت نسیم پار
 کیونکہ تیرا یہ سال گردش میں مالاںک بن جا رہا ہے
 کہنہ کہنہ نہ و انبار کن
 پڑنے پر پڑنا رکتا رہ اور جمع کرے
 تحفہ میسر بہر ہر نا دیدہ را
 ہر نیدے کے لئے تحفہ لے جا

سے انسان کو نہ جھٹانا چاہیے۔ جس شخص کو درازی کا شوق ہے اس کو اس تبدیلی میں جان کی بازی لگانا چاہیے۔
 تازہ خوانان کو تازہ وجود حاصل کرنا چاہیے کیونکہ اس کو ہر مرتبہ پہنچنے پر تازہ نفس ماس ہوا ہے۔ ہر تازہ
 کجور پناہ پل و دروں کو دے دیتی ہے تو اس کو تندرستی یا بل عمار کو دیتی ہے۔

آنکھ لودید اور خیردار تو نیست
جس نے نیا دم کہا ہے وہ خیردار نہیں ہے
ہر کجا باشند جو حق مرغ کوز
جہاں ہمیں اندھے پرندوں کا بھڑکے ہو
تا فزاید کوری از شور و بہا
تاکہ کاری پائیں سے اندھا بن بڑے
اہل دنیا زان سبب اعمی دل اند
دنیا دار ایسی دم سے اندھے دل والے ہیں
خوہ مخور کورمی چر در جہاں
دنیا میں کاری پائی پتارہ، اندھے ہیں سے چکارہ
باپنیں حالت بقا خواہی زیاد
ہیں حالت میں تو بقا اور یاد کو رہا ہے
دریاسی نگ از آل سودہ است
وہ رنگ کے کالے بن پر اس لئے وطن ہے
آنکھ ز اول شاہد و خوشتر و بود
وہ جو شروع سے مشوق اور غمگین رہا
مرغ پرنده جو ماند بر زمیں
آڑنے والا پرند جب زمین پر رہا ہے
مرغ خانہ بر زمیں خوش میرود
پالتو پرند زمین پر خوشی سے چلتا ہے
زانکہ او از اصل بے پروا ز بود
کیونکہ وہ اصل سے بنسب انسان کے تھا

صید حق است اگر قمار تو نیست
وہ اللہ اٹھائے، کا شکار ہے وہ جو میں پھنسا ہوا
بر تو جمع آیند اے سیلاب خور
لے لے کاری پانی! تجو جمع ہو جائے گا
زانکہ آب شور افسانید غمی
کیونکہ کارا پانی اٹھتا ہے بڑا سا ہے
شارب شورا بہ آب و گل اند
کیونکہ وہ آب و گل کا کاری پانی پینے والے ہیں
چوں نداری آب حیوں در نہا
جیکہ تو اندر آب حیات نہیں رکھتا ہے
بہم جو زنگی در سیہ روئی تو شاہ
تو بستی کی طرح کا لاشہ ہوئے پر خوش ہے
کوز زاد و اصل زنگی بودہ است
کیونکہ وہ بدسترس اور اصل سے جھٹی ہے
گر سیہ گرد و تدارک جو بود
اگر وہ کالا بن جائے تو تدارک کا طالب ہوگا
باشد اندر غصہ و درد جنین
وہ رنج اور درد اور غصاں میں ہوگا
دانہ چین و شاد و شاطر میدود
دانہ چلتا ہوا اور خوش اور چالاکی سے دوڑتا ہو
واں دگر ترندہ ویر باز بود
وہ دوسرا ڈھلنے والا اور ٹھٹھنے پرزد کا تھا

گندہ ہو جائے گا آنکھ میں
لے نیا دم حاصل کر رہا ہے
وہ بڑے اور کجا خیردار نہ
ہے ۴۔ صید حق۔ وہ ذات
حق میں اپنے آپ کو فنا
کر چکا ہے۔ ہر کجا بہتر ہے
خیردار اندھے ہیں اندھے
بہتر کار ہے پانی پر جمع
ہوئے ہیں جو ان کو اندھا بنا
ہا رہا ہے۔
گندہ اہل دنیا۔ اہل دنیا
جو کھانے و دھوئے سے بچنے
ہوئے ہیں تو وہ بھی خور و مک
پانی کے پرندوں کی طرح
اندھے دل والے ہیں غصہ
اگر انسان کے دل میں غم و غصا
جاری نہیں ہے تو وہ کداری
پانی پینے والا اور اندھا نہ
کھائے والا ہے۔ باپنیں۔
اگر اس بڑی حالت میں تو
عمر کی زیادتی کا خواہاں ہے
تو میری مثال اسی جھٹی کی
ہے جہاں سیاہ روی پر
نکلتے اور غم میں ہو آکر۔
اگر کوئی شروع میں خوش رہے
ہو اور پھر وہ ساہوکار نہ بنائے
تو وہ اس حالت میں نکلتے
نہیں ہو سکتا ہے۔
گندہ مرغ۔ اگر ڈھلنے والا
پرند بھڑکے میں نہیں پائے
تو وہ غم و غصہ میں رہتا ہے۔
تقریباً خانہ پالتو پرند ہے
میں بھی خوش رہتا ہے کیونکہ

اس شخص کو کبھی آزادی نصیب نہیں ہوئی تھی آڑنے والا پرند آزاد تھا۔

اب مولانا مناجات سے فارغ ہو کر مضمون ارشاد کی بیان
فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو شخص اس جہاں کو آبِ حیات
کی طرح مرغوب سمجھ لے گا اور اسی کی زندگی کو زندگی مانے گا جیسا کہ ابلیس نے کیا

وہ اوروں سے پہلے مرے گا کیونکہ وہ حالت حیات جسمانی میں بموت روحانی مرجائے گا۔ پس تم کو حیات ذیوی کو مطمح نظر نہ بنانا چاہیے کیونکہ یہ کوئی قابل قدر نہیں ہے بلکہ عالم غیب کو مطمح نظر بنانا چاہیے۔ اسیلئے جو لوگ چشم بصیرت رکھتے ہیں جب لوگ اپنی چشم قلب سے اس عالم کو دیکھتے ہیں تو دماغ انکو عجیب کاریگری نظر آتی ہے اور دیکھتے ہیں کہ وہاں تبدیل مابیت ہوتی ہے اور اسیر عام موجود ہے جو قلب مابیت کرتی ہے اور شگاف تن کو بدوں سے ہونے جوڑا جاتا ہے پس جبکہ یہ عالم الیسا عجیب غریب ہے تو یہ دل لگانے کے قابل ہے نہ کہ عالم ماسوت۔

تم کو فنا سے کیوں نفرت ہے اور تم کیوں حیات کو پسند کرتے ہو۔ دیکھو جب تم اولاً وجود میں آئے ہو تو اس وقت تم خاک تھے یا باد یا آتش یا آب۔ پس اگر تم کو فنا حاصل نہ ہوتی اور تم اسی حالت پر باقی رہتے۔ تو اس معراج ترقی پر کیونکر پہنچ سکتے تھے جو آج تم کو حاصل ہے کہ انسان ہو۔

پس ثابت ہوا کہ فنا قابل نفرت نہیں۔ بلکہ قابل رغبت ہے۔ قابل نفرت تو اس وقت تھی جبکہ اس کے بعد بقائے ہوتی حالانکہ الیسا نہیں ہے۔ چنانچہ جب مبدل کے ہستی اول نہیں رہتی تو حق سبحانہ تعالیٰ بجائے اس کے اسے دوسری ہستی عطا فرماتے ہیں اور اس طرح سینکڑوں ہستیاں عطا فرماتے ہیں جس میں ہر ایک ہستی سابق سے بہتر ہوتی ہے پس تم کو فنا سے نفرت نہ چاہیے اور ہستیاں میں دل نہ لگانا چاہیے اور حق سبحانہ سے تعلق پیدا کرنا چاہیے مگر تم کو حق سبحانہ سے تعلق نہیں ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ تم ان تغیرات کو اسباب کا نتیجہ سمجھتے ہو لیکن یہ باری غلطی ہے۔ ہم کو مبدل حقیقی پر نظر کرنی چاہیئے اور اسباب کو چھوڑنا چاہیئے۔

کیونکہ وسائط میں دل لگانے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم ان وسائط کے سبب اصل مطلوب سے جدا ہو جاؤ گے۔ اسلئے قاعدہ ہے کہ جتنے وسائط زیادہ ہوں گے

اسی قدر اصل مطلوب ہاتھ سے جائے گا۔ اور جس قدر کم ہوں گے اسی قدر لطیف وصل زیادہ ہوگا اور جب بالکل نہ ہوں گے تو لذت وصل تام ہوگی۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب تم اسباب میں پھنس جاؤ گے اور ان تغیرات کو اسباب کا نتیجہ سمجھو گے تو اسکی تمہاری حیرت کہ مبدل کون ہے جاتی رہے گی اور حیرت ہی تمکو حق سبحانہ تک پہنچا سکتی تھی لہذا تم وصل الی الحق سے محروم ہو جاؤ گے پس تم ان اسباب و وسائل کو چھوڑ دو تاکہ تم حیرت میں رہو اور وہ حیرت تمہیں حق سبحانہ تک پہنچائے گا تو تم کو کہنا یہ ہے کہ جب تم کو بہت سی غنائیں فانی بدلت حاصل ہو چکی ہیں لیکن وہ سب کہ تم فانی الحق نہیں چاہتے اور بقا جسم پر عاشق ہو۔

آخر اتم سوچو تو کہ تم کو جو پیشتر بہت سی غنائیں حاصل ہو چکی ہیں جس کی تفصیل عنقریب آنے والی ہے ان سے تم کو کیا ضرر ہوا جو تم کو فنا کے نام سے وحشت ہوتی ہے اور بقا کو لپٹ کر رہ گئے ہو جبکہ کوئی ضرر نہ ہوا بلکہ فائدہ ہی ہوا کہ بقاءے اول سے بہتر بقا حاصل ہوئی۔ جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا تو ہم کو ہرگز تشویش نہ چاہیئے بلکہ طالب فنا ہونا چاہیئے۔ اور اس مبدل کی پرستش کرنا چاہیئے جو اس قدر منعم ہے کہ بلا استحقاق تم کو یہ نعمتیں دیتا ہے۔

دیکھو! جب سے تم وجود میں آئے ہو اس وقت سے لاکھوں مرتبہ فنا ہو کر بقا حاصل کر چکے ہو۔ مثلاً اول تم حجاد تھے جب تمہاری جمادیت فنا ہوئی تو فنا حاصل ہوئی اور غنائی صرف فنا ہوئی تو حیوانیت حاصل ہوئی حیوانیت محضہ گئی تو عقل و تمیز حاصل ہوئی اور تم انسان بنے اب اگر تم انسانیت صرفہ سے فنا ہو گئے تو تم کو مزید ترقی ہوگی اور تم لامکان سے وابستہ ہو جاؤ گے۔ اس کے بعد ہم نہیں کہہ سکتے کہ تم کو کیا کیا ترقیاں ہوں گی۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ لب دریا تک تو پاؤں کے نشان ملتے ہیں مگر دریا میں پاؤں کے نشان نہیں ہوتے۔ نیز خشکی میں تو بنا براحتی پاؤں گاؤں، شہر اور سرائیں، منزلیں ہوتی ہیں اور دریا میں منزلیں

نہیں بن سکتیں۔ کیونکہ اگر کوئی دریا میں مکان بنا چاہے تو جس وقت موج آئیگی نہ دیواریں رہیں گی نہ چھتیں۔ پس دریا میں نہ نشان قدم ہوتے ہیں اور نہ منزلوں کا کام و نشان ہوتا ہے ہاں اتنا کہہ دیتے ہیں کہ اسکی منزلوں میں اتنا فصل ہے جتنا کہ مکان اور لامکان میں۔ خیر، تو جب تم کو فنا ہائے سابق سے ایسی ایسی بقائیں حاصل ہوتی ہیں جن کا ابھی ذکر کیا چکا ہے تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ تم بقاء جسم کو کیوں پیٹ کر رہ گئے۔ اور فنا فی مرضیات الحق کیوں نہیں طلب کرتے پس اے زاغ و شش اور طالب حیات جسمانی! تو اپنی جان حق سبحانہ کے نذر کر دے اور اسکی تبدیلی کے آگے سر جھکا دے اور باز کی طرح مقرب بن جا۔ تو بقاء کہنے کو اس کے حوالہ کر کے اس حیات تازہ لیے اسلئے کہ تجھے معلوم ہو چکا ہے کہ ہر جدید حیات گذشتہ حیات سے بہتر ہے۔

اور اگر تو نخل کی طرح ایثار نہیں کرنا چاہتا تو تو جان! پرانے پر پرانے لا دتا ہے اور ان کا ڈھیر لگا لے اور جو حیات تازہ سے واقف نہ ہوا اس کے سامنے وہ بوسیدہ اور سڑی ہوئی اور پرانی تام بقالے جا اور ان سے کہہ کہ میری اتنی عمر اور اتنی ہے وہی اسکی قدر کریں گے۔

رہے وہ لوگ جن کو حیات تازہ حاصل ہے تو وہ تیری کچھ بھی قدر نہ کریں گے اور تیرے معتقد و مرید نہ ہوں گے۔ اسلئے کہ وہ تو حق سبحانہ کے دام کے شکار ہیں اور جہاں کہیں اندھے جانور جمع ہوں گے۔ اے سیلاب شور وہی تیری وقعت قدر کریں گے۔ اور تیرے گرد جمع ہوں گے تاکہ تیرے کھاری پانی سے ان کا اندھا پن اور بڑھاپہ اور تیری طول عمر انکو اور طول عمر کی حرص ہو۔ کیونکہ اب شور سے تو اندھا پن بڑھتا ہے۔ اہل دنیا اسی وجہ سے دل کے اندھے ہیں کہ وہ ناسوت کا کھارا پانی پیتے ہیں یعنی اشیائے ناسوتیہ سے ناجائز طور پر متمتع ہیں۔ ہم ہی ان سے کہتے ہیں کہ

کم بختو! تم کو آب حیوان عالم غیب تو میسر ہی نہیں تم شور آب ہی پیو۔ اور غذائے شور ہی کھاؤ۔ یہ تو تمہاری حالت ہے کہ کھانے کو غذائے شور ملتی ہے اور پینے کو آب شور۔ جسک تمہاری نابینائی بڑھتی ہے مگر اس پر بھی تم یہیں رہنا چاہتے ہو؟ اور زنگی کی طرح سیاہ رونی میں خوش ہو۔ مگر تم بھی معذور ہو کیونکہ تم نے عالم غیب کی لذیذ نعمتیں دیکھی نہیں تم ان کو طلب کیسے کر سکتے ہو۔ اور اغذیہ ناسوتیہ کو بُرا کیونکہ سمجھ سکتے ہو۔ ان کو تو بُرا دہی سمجھ سکتا ہے جس وہ نعمتیں دیکھی ہوں اور پھر اتفاق سے وہ محروم ہو گیا ہو۔ مثلاً زنگی سیاہی میں ہی خوش ہوتا ہے اور اسے اس سیاہی کو دور کرنے کی فکر نہیں ہوتی کیونکہ وہ ابتداء ہی سے سیاہ ہوتا ہے برخلاف ایک حسین معشوق کے کہ اگر اس کے دھبہ بھی لگ جاتا ہے تو اسے دُور کر نیکی فکر ہوتی ہے۔

سین پرندہ اگر زمین میں مجبوس ہو جاتا ہے تو محزون و مغموم ہوتا ہے اور روتا پیٹتا ہے لیکن مرغی کو زمین سے کوئی وحشت نہیں ہوتی اور وہ مزہ سے چُست و چالاک اور خوش خرم دانہ چُگتی رہتی ہے اور راز اس کا یہ ہے کہ یہ ابتداء ہی سے بے پرداز ہے اسلئے پرداز کی قدر نہیں جانتی اور سابق الذکر مرنے والا تھا اسلئے کہ وہ اسکی قدر جانتا تھا۔

لے حال النبیؐ مراد بالاعتقاد
یہ ہے کہ کچھ حالت کے بعد
جب بڑی حالت ہوتی ہے
تو وہ انتہائی تکلیف دہ ہوتی
ہے۔ مگر کان جو شروع
سے غفلت ہو وہ اس قدر
قابلِ رحم نہیں ہے جیسا کہ وہ
شخص جو الداری کے بعد
غفلت ہو گیا ہو۔ غرض کہ

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِرْحَمُوا اَثَلًا عَزِيزًا قَوْمًا
آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے میں شخصوں پر رحم کرو کسی قوم کا باخودت
ذَلْ، وَغَنَى قَوْمًا اِفْتَقَر، وَعَالِمًا يَلْعَبُ بِهِ الْجَهْلُ
جذیل برتیا جو کسی قوم کا مالدار محتاج ہو گیا ہو وہ عالم جس کا جاہل مذاق اڑائیں
گفت پیغمبر کہ رحم آرید بر
پینبر نے فرمایا ہے کہ رحم کرو اور پ
حال مَنْ كَانَ غَنِيًّا فَافْتَقَرَ
اُس شخص کے جو مالدار تھا پھر فقیر ہو گیا

شخص پہلے باعزت تھا پھر ذلیل ہو گیا اور وہ بہت زیادہ قابلِ رحم ہے۔ عالمًا۔ وہ عالم جو بادلوں میں چلتا رہتا ہو بہت زیادہ قابلِ رحم ہے اور سنگیدہ خواہ تم فقر کے بنے ہوئے ہو۔
 ۱۰۰۰۰۔ یہ عینِ نقص بہت زیادہ قابلِ رحم ہیں، کیونکہ عزت کے بعد آنت میں اسکا رہنا آنت دہی تکلیف دہ نہیں ہے۔ وہ دن لاکھوں عضو کھٹے۔ یہ عضو بدن سے کون عضو نہنے کے بعد مردہ ہوتا ہے تو وہی مردہ تر ہوتا ہے اور پھر اس پر مڑنی چاہا جاتی ہے۔
 ۱۰۰۰۰۔ جو شخص ایک بار کسی چیز کی لذت حاصل کر چکا ہے اس کی یاد اس کو ستاتی ہے تاکہ جس شخص نے کسی سلطنت کا مزار پلکا ہو وہ سلطانی کی عرص سے محروم رہتا ہے تو یہ۔ وہ شخص قریب کرتا ہے جس کو اپنے گناہ کا احساس

وَالَّذِي كَانَ عَزِيزًا فَاخْتَقِرَ اور اس پر جو باعزت تھا پھر حقیر ہو گیا ہو
 گفت پیغمبر کہ برائیں سرگروہ پیغمبر نے فرمایا کہ ان تین قسموں پر آنکہ اول بعد از عزیزی خواری شد وہ جو عزت کے بعد ذلیل ہو گیا ہو
 وَاِنْ سَمِمْ اَنْ اَلَمَیْ کَا نَدِرْ جِلْا تیسرے وہ عالم جو دنیا میں زانکہ از عزت بخواری آمدن کیونکہ عزت سے ذلت میں آ جانا
 عضو گرد مردہ کز تن و ابرید جو عضو بدن سے کٹ گیا وہ مردہ ہوتا ہے
 تھکر از جام اَلْت اُو خور دیا ہر گز نہ گذشتہ سال جامِ اَلْت سے پیا ہو
 وَاِنْ کُجُوں سَکَن اَصْل کُہْدانی بُو نہ جو کئے کی طرح اس شخص سے کما ہو
 توبہ اُو جوید کہ کردہ ست گناہ توبہ نہ کرتا ہے جس نے گناہ کیا ہو

ہوتا ہے اور راستہ سے ہٹا کر جا ہی آہ کرتا ہے۔

اَوْ صَفِيًّا عَالِمًا بَيْنَ الْمَضَرَّ یا مستنجب عالم ترشترونی کے درمیان
 رحم آید از سنگید و زکوہ رحم کر دخواہ تم پتھر کے ہو یا پہاڑ کے
 وَاِنْ تُوْکُرْ اَمَمَ کَبے دینار شد وہ مالدار بھی جو بے زر ہو گیا ہو
 مُبْتَلَا گِرْد مِیَا ن اَلْمَہَاں مبتلا گرد مہیاں میں مبتلا ہو جانے
 ہِیْچُو قَطْع عَضْو بَا ش دَا نِیْدَن ہِیْچو قطع عضو باشت دانیدن
 جِہْمے عَضْر ک ہَا نے کی طرح ہے
 نُو بَرِیْد ہِیْجُیْد اَمَا نے مَدِیْد نیا کا برا بھلا ہے ایسی زیادہ دیر نہیں
 مِشْتَش اِمَا ل اَفْت رَیْج و خَا انکو اس سال رنج اور مصائب کی مصیبت ہوگی
 کَر مَر اُو رَا حِص سَلْطَا نِی بُو د کے مر اور احوالِ سلطانی بُو د
 اُس کو بادشاہت کا لاج کب ہوتا ہے؟
 اَہ اُو گوید کہ کم کردہ است اہ آہ وہ کرتا ہے جس نے راستہ کم کر دیا ہو

شرح

اچھا اب بیان بالا کی مزید تائید سنو! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ارحموا من کان غنیا

فَاْفْتَقَر وَالَّذِي كَانَ عَزِيزًا فَاخْتَقِرَ وَصَفِيًّا عَالِمًا بَيْنَ الْمَضَرَّ (میں حضور) حدیث کا جس کے معنی یہ ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! اگر تم پتھر اور پہاڑ کے بنے ہوئے ہی ہو۔ تو بھی ان تین شخصوں پر رحم کرو اول وہ جو عزت کے بعد ذلیل ہوا ہو۔ دوسرے وہ جو دولت مندی کے بعد

ہو گیا ہو۔ تیسرے وہ عالم برگزیدہ جو احمقوں میں پھنس گیا ہو۔ سو آپ نے اس شخص پر رحم کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ جو عزت کے بعد ذلیل ہوا ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ عزت کے بعد ذلت ایسی ہے جیسے کسی عضو کا بدن سے جدا ہو جانا۔ کیونکہ جو عضو تن سے جدا ہو جاتا ہے وہ ہی عزت کے بعد ذلیل ہوتا ہے کہ مردار ہوتا ہے پس جس طرح وہ عضو جو اپنے تن سے جدا ہوتا ہے اس جڑا ہو کر ٹڑپتا ہے۔ مگر جب دیر ہو جاتی ہے تو ٹھنڈا ہو جاتا ہے یوں ہی جو شخص عزت کے بعد ذلیل ہوا ہے وہ بھی مضطرب ہوتا ہے مگر ایک عرصہ کے بعد وہ ذلت سے خوگر ہو جاتا ہے اور لطف عزت کو بھول جاتا ہے اور اسے کون ہو جاتا ہے۔

اسگ ثابت ہوا کہ جو شخص شراب عشق الہی پیتا ہے اور پھر ایک وقت میں وہ شراب اسے نہیں ملتی وہ ہی بے قرار ہوتا ہے۔ برخلاف اس محبوب کے جو ابتداء ہی ناسوتی اغذیہ کھاتا ہو۔ وہ کیا بادشاہی معنوی اور قرب حق سبحانہ کی آرزو کرے گا اور اسکے نہ ہونے سے اسے کیا تکلیف ہوگی۔ نیز تو یہ وہی کرے گا جس نے گناہ کیا ہو۔ اور گناہ کے سبب وہ ذوق طاعت محروم ہو گیا ہو اور جو ذوق طاعت کو چاہتا ہی نہیں وہ کیا توبہ کرے گا۔ علیٰ ہذا۔ آہ وہی کرے گا جس راستہ گم کیا ہو۔ اور جو سکرے بے راہ ہے اور بے راہی کو راہ جانتا ہے وہ کیا آہ کرے گا۔ الغرض؟ عمدہ حالت کی وہی قدر کر سکتا ہے جو اس آشنایا ہو۔ اور جو اس حالت سے آشنا ہی نہ ہو وہ اسکی قدر نہیں کر سکتا۔



قصہ مجوس شدن آں آہو یکہ در آخر خزان طعنہ آں خاں برآں
 ہرن کے بچہ کا گھروں کے اسیبل میں قیدی ہونے کا قصہ اور اس پر دینی پران
 غریب گاہ بجنگ گاہ بہ نحر و مبتلا شدن آں بکاہ خشک کفدائے
 گھروں کی طعنہ زنی بھی لڑائی سے کہیں فانی ہے اور اس کا خشک گھاس میں
 اونیست ایں صفت بندہ خاص اسی ست غر و قل میان
 جتاہو ناکیر کہ وہ اسکی نظر نہیں ہے اور یہی حالت نوائے غر و قل کے خاص بندے کی دنیا داری
 اہل دنیا و اہل شہوت کہ الاسلام ربک اعز نبیا و سیعودی عن ربنا
 اور شہرت پرستوں میں ہے کہ کہ اسلام انہیں بن کر شروع ہوا اور مقرب انہیں
 کما بکد اقطوبی للغباء صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نہایت کاجید کا شروع ہوا اور انہیں کیلئے خوشخبری ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو زیادہ

اندرا آخر کردش آں بے زہنیا
 اس بے امان کو اسیبل میں کر دیا
 جس آہو کردچوں آہنگراں
 ظالموں کی طرح ہرن کا قید خانہ بنا دیا
 آہو پیش آں خراں شکہ ریخت
 اس (شکاری) نے رات کو گھروں کے سامنے گھاس لٹا دیا
 کاہ راہیخورد خوش تر از شکر
 گھاس کو شکر سے بھی زیادہ خوشی سے کھا لیا تھا
 گرز دود و گرد کہ میتافت رو
 کہیں (دھریں) اور گھاس کی گرد سے نہ مڑتا تھا
 آں عقوبت را جو مرگن گناشتہ
 اس سزا کو اس نے مرگت نہال کیا ہے
 ہجر را عذرے نکوید معتبر
 جسدانی کا معتبر عذر نہ بیان کرے
 یک غلاب سخت پیروں آں حنا
 ایک سخت سنا جہاں گنت ہے
 در قفس بودن بغیر جنس خود
 پنجرے میں بغیر جنس کے ساتھ رہنا

آہوئے را کردیتا دے بشکار
 ایک ہرن کا ہنگ شکاری نے شکار کیا
 آخرے را پر زگاوان و خراں
 اس اسیبل کو پر بیلوں اور گھروں سے بھرا ہوا تھا
 آہو از وحشت بہر شوگیر ریخت
 ہرن وحشت سے ہر جاہ کو بھاگتا تھا
 از مجاعت و اشتہا ہر گاؤ و خر
 بھوک اور خواہش سے ہر سیل اور گدھا
 گاہ آہومی دمید از شولسو
 ہرن ابھی ادھر ادھر دوڑتا تھا
 ہر کر اباضہ خود بگذاشتند
 جس کو اس کی مدد کے ساتھ چھوڑ دیا ہے
 تا نیلماں گفت کاں ہد ہد اگر
 یہاں تک کہ حضرت اہلبیان نے کہا اگر وہ نہ ہند
 بجشمش یا خود دم اور اعداب
 میں اس کو مار ڈالوں گا یا غور اس کو سزا دوں گا
 ہاں کدماستان غلابی معتد
 اسے معتد! ان وہ سزا کون سی ہے؟

لہ قعد۔ اس قعد سے یہ
 بتایا گیا ہے کہ ہرن کا بچہ چوک
 آدائی کے نطفہ اٹھائے
 ہوئے تھا اس لئے اس کے
 ذہن نے کام لیا اس وقت
 گیسے اس سے محروم تھے
 و اس صفت جس طرح یہ
 ہرن کا بچہ گھروں میں آکر
 پریشان ہوا یہی حال عالم
 کا جاہلوں میں ہوتا ہے۔۔۔۔۔
 الاسلام۔ جس وقت اسلام
 کی ابتدا ہوئی تب بھی وہ
 لوگوں کے لئے انہی تھا اور
 مغرب پر انہیں بن جائیگا
 و ان لوگوں کے لئے خوشخبری
 ہے جو صلح کرنے کی وجہ سے
 انہیں ہیں۔ آخر اسیبل۔
 زنجبار۔ چنا۔ استخوان۔
 شکار۔
 لہ آدینی شکاری جماعت
 بھوک۔ ہر کر۔ سزا میں اگر
 کسی چیز کو اس کے مخالف
 سے روکتا رہا جائے تو یہ
 سزا موت ہے۔
 غلاب۔ اہلبیان حضرت علیؑ
 نے ہجو کو بخت غلاب
 دینے کو کہا تھا وہی تھا کہ
 میں کو تاجس کے ساتھ خبر ہے
 میں بند کر دیتے۔

زین بدن اندر غلابی لے پیر
اے بیٹا! اس جسم سے تو بھی مذاب ہیں ہے
روح بازست و طبائع ز اغما
روح باز ہے اور مزاج کو سے ہیں
اوبانده در میان شان زار زار
وہ اُن کے درمیان تنہا حال ہے

مُرغ رُوح ت بستہ با جنس دگر
تیری روح کا پرندہ دوسری جنس سے وابستہ ہو
دارد از زانان تن بس داغها
وہ جسم کے کودکان کی وجہ سے بہت زخمی ہے
بہجہ کو بکرے بشہر سبزوار
جس طرح کوئی ابوکر سبزوار شہر میں

لے زین بدن انسان کے
لے یہی مذاب ہے کہ اس
کی روح کو غیر جنس یعنی جسم
کے ساتھ مقید کر دیا گیا ہے
روح باز ہے اور بدن
کی طبیعت کو اپنے ہو کر ہے
یعنی ابوکر نامی شخص سبزوار
ایران کا مشہور شہر ہے جس
کے باشندے سنت رافضی
تھے

شرح اس قصہ میں چند احتمال ہیں اول یہ کہ اس مقصود اہل
دنیا کی حالت کے مقابلہ میں جو کہ اب تک بیان کی گئی تھی

اہل اللہ کی حالت دکھلانا ہو اور ظاہر کرنا ہو کہ اہل دنیا تو دنیا پر عاشق ہیں
مگر اہل اللہ اس متوحش ہیں۔ اور گاہ کہ یہ تمثیل ہو اس عالم کی جو نا اہلوں میں پھنس
گیا ہے۔

جب یہ امر معلوم ہو گیا۔ تو اب حل سنو! ایک ہرن کو کسی شکاری نے گرفتار کیا
اور اس بے امان نے اس کو آخر میں باندھ دیا۔ وہ آخر جو بیلوں اور گدھوں سے
پڑھتی اس کو ظالمانہ طور پر اس ہرن کا چیل خانہ بنا دیا جب ہرن وہاں بندھا تو گھر گھر
ہر طرف بھاگنے لگا۔ شکاری نے گدھوں وغیرہ کے سامنے رات کو گھاس ڈالا تو
مارے بھوک کے تمام گدھے اور بیل اس کو مزہ لے لیکر کھانے لگے مگر ہرن کی
یہ حالت تھی کہ وہ ادھر ادھر بھاگتا تھا اور گھاس کے گرد اور اس کی بو سے ادھر
ادھر نہ مڑتا تھا۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ جس کو نا جنسوں میں چھوڑ دیا جاتا ہے تو اس کا
منشا یہ ہوتا ہے کہ اس کو موت کی مانند سخت سزا دینی مقصود ہوتی ہے کیونکہ
اس سزا کو موت کی مانند سمجھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے

فرمایا تھا کہ اگر جھجھنے اپنی غیبت کا معقول عذر نہ بیان کیا تو یا میں اُسے مار ڈالوں گا یا ایسی سخت سزا دوں گا جو بیان سے باہر ہے۔ وہ مترکون سی ہے؟ پنجکے میں غیر جنس کے ساتھ مجبوس ہونا — تو سلیمان علیہ السلام کا مطلب یہ ہوگا کہ میں اسے غیر جنس کے ساتھ مقید کر دوں گا۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ غیر جنس کے ساتھ مجبوس ہونا موت کی مانند سخت ہے۔ تو تم عبت نہ پکڑو! اور سمجھو کہ تم اس بدن کی بدولت سخت ترمنا عذاب میں ہو کیونکہ تمہاری روح غیر جنس کے ساتھ مجبوس ہے، اسلئے کہ روح تو باز اور مقرب بادشاہ حقیقی ہے اور نفوس کوئے (پابندِ اکل) اور وہ ان کوں کی صحبت سے بہت کوفت اٹھا رہی ہے اور ان کے درمیان یوں زار و نزار ہے جیسے شہر سبزوار میں ابو بکر۔ قصہ اس کا حسب ذیل ہے۔

حکایت سلطان محمد خوارزم شاہ کہ شہر سبزوار را کہ ہمہ اہل او سلطان محمد خوارزم شاہ کی حکایت جس نے سبزوار شہر کو جس کے تمام باشندے رافضی باشندہ جنگ بگرفت ایشان از کشتن امان رافضی تھے جنگ کر کے لے یا ان لوگوں نے قتل سے امان پا ہی اُس خواستند گفت آنگہ اماں دہم کہ پیش من ازیں شہر یک نے کہا میں امان جب دوں گا جبکہ اس شہر میں سے ایک ابو بکر ابو بکر نامی بیادرید نامی شخص لے آؤ

۱۵۰ آلب بہار۔ آلب۔ بزرگ خوارزم شاہ۔ یہ ایران کا بادشاہ تھا خوارزم سے عراق تک جس کی رعایت تھی۔ یہ سولہ تائے روم کے والد خوارزم شاہ الدین محمد کا ماں تھا۔ ۱۵۱ سجدہ آوردند۔ سبزوار کے باشندے طبع ہو گئے اور اُنہوں نے جان و مال کی امان پائی۔ ہر خواجہ سبزواروں نے کہا کہ جو جنس ہم پر لگا یا گیا ہم ہر نفس میں بڑھا کر ادا کریں گے

شد محمد آلب آلب خوارزم شاہ بہار محمد خوارزم شاہ تنگ شاں آورد لشکر بے او اُس کے لشکروں نے اُن کا محاصرہ کر دیا سجدہ آوردند پیش کا لاماں انہوں نے اُس کے سامنے سجدہ کیا کہ اُس نے در قتال سبزوار پر تباہ کیا ہی بھرے سبزوار اُچھڑ گئے قتال میں اپہش افتاد و قتل عذو اُس کے سپاہی دشمن کے قتل میں لگ گئے حلقہ ماں در گوش کن و بخش جان ہمیں ملکہ گوش بنالے۔ جان بخش دے

ہر خراج و ہر صلہ کہ بایت
 جہ خراج اور ہر بدلہ تجھے چاہیے
 جان ما آن توہمت لے شیر خو
 اے شیر دل! ہماری ماں تیری ملکیت ہے
 گفت نہ رہا نید از من جان خویش
 اُس نے کہا ختم اپنی جان بھوسے نہیں چڑھ سکتے ہو
 تا مرا ابو بکر نام از شہرستان
 جب تک کہ ابو بکر نام کا اپنے شہر سے کیسے
 بدر دم تاں ہم کو کشت قوم نوں
 اے کینہ قوم! ہمیں کشتی کی طرح قہر کا ٹھکانہ
 پس جواں زر کشیدندش براہ
 قہاروں نے آخریوں کا پرانے کے سامنے لانا
 کے بود بو بکر اندر سب زوار
 ابو بکر، سب زوار میں کہاں ہو سکتا ہے؟
 زو بتابید از زر و گفت ای مغل
 آخریوں سے شہر پر لیا اور کہا اے کافرو!
 بیج سوئے نیت کو دلت مستم
 کوئی فائدہ نہیں ہے، میں بچہ نہیں ہوں
 تانیاری سجدہ نہ رہی از بون
 اے حقیر! جب تک تو سجدہ نہ کرے گا (خراج) نہ تجھے ہوا
 منہیاں انکھنند از چپ و رست
 انھوں نے دائیں بائیں جانب جاسوس روستے
 بعد سر روز و سر شب کشتاقتند
 تین دن اور تین رات کے بعد جبکہ وہ روئے پہرے
 رہگند بود و بماندہ از مرض
 سفا تھا اور مرض کی وجہ سے بڑا مر گیا تھا
 گوہرے اندر خواہ بے عرض
 ویرانہ میں موقوف رہے سب سوسان
 خفتہ ہو و اور یکے کے خراب
 وہ ایک آجڑے ہوئے گوشہ میں سر رہتا

آں زما ہر موسے افزایدت
 وہ ہر موسم میں ہماری جانے تیرے لئے ہر موسم کا
 پیش ما چندے امانت باش کو
 کہہ دے ہمارے پاس کچھ دن امانت میں رہے
 تانیاریدم ابو بکرے بہ پیش
 جب تک کہ ایک ابو بکر کے ساتھ حاضر نہ کر دو
 ہدیہ ناریداے ربیدہ امتاں
 ہدیہ نہ لاؤ گے، اے بگڑی ہوئی قوم!
 نے خراج استام و نے ہم فوں
 خراج لوں گا اور نہ ہی چکی چڑی یا بس دھم
 کو جنس شہرے ابو بکرے خواہ
 کہ ایسے شہر سے ابو بکر نہ مانگ
 یا کلوخ خشک اندر جو سبار
 یا خشک ذمیل نہر میں
 تانیاریدم ابو بکر ارمغاں
 جب تک کہ تم ابو بکر کا تحفہ میرے پاس لاؤ گے
 تا بزر و سیم حیراں بیتم
 کمرے کو اور چاندی سے حیراں وہ ہاڑاں
 گر بہیمائی تو مسجد را بکوں
 خواہ تو قہر سے (مداری) مسجد کو تاپ کر لے
 کا ندیریں ویرانہ ابو بکرے کجاست
 کہ کس ویرانہ میں کوئی ابو بکر کہاں ہے؟
 یک ابو بکرے نزارے یافتند
 انھوں نے ایک لاغر ابو بکر پایا
 در یکے گوشہ خرابے پر مرض
 مریض ہو کر، داہدہ ویرانے کے ایک گوشہ میں
 خون دل بر رخ فشانده از مرض
 مرض کی وجہ سے دل کا خون چہرے پر چڑھ چکا
 چوں بدیدندش بفتندش شتاب
 جب انھوں نے انکو دیکھا غورا میں سے کہا

لے ابو بکر خاندانم خدانے
 کہا ان کی شرط یہ ہے کہ اپنی
 آبادی میں سے ابو بکر نام کا
 کوئی شخص ناکریشی نہ کر و بکرم
 اگر یہ شرط پوری نہ کرے تو
 میں سب کو قتل کروا دوں گا۔
 پس جلال ان لوگوں نے
 اشر فیوں کا پرسانے و کر
 ٹال واکر یہ قول کر لیے اور
 ابو بکر نامی شخص کے لئے
 کی شرط ختم کر دی۔
 لے کہے ابو بکر سب زوار میں کسی
 ابو بکر کی تلاش ایسی ہی ہے
 جیسے کوئی دریا میں خشک
 ڈھیل تلاش کرے۔ بھٹاں۔
 ان لوگوں کو دفع کی وجہ
 سے کفار سے قہر کیا ہے۔
 تانیاری۔ ان لوگوں کا
 اشر فیوں سے کشتاں مائل
 کرنے کی تھائی ایسی ہی تھی جیسا
 کہ کوئی شخص نماز سے اس
 طور پر جھٹکا حاصل کرنا
 چاہے کہ بھٹی مسجد کو سرنگ
 سے تاپ ڈالے اور مسجد
 نہ کرے۔
 لے شہتیاں۔ ابو بکر نامی
 شخص کی تلاش میں سب زوار
 داؤں لے جاسوس چھوڑ دیے۔
 نزارے لاغر و بگندہ را بگندہ
 سافر و خوں۔ بیماری کی وجہ سے
 وہ شخص ایک مہینے جو رہتا
 لیکن ان بے فہم لوگوں نے
 ہوا تھا بختہ ہو۔ وہ ابو بکر
 نامی سافر ایک ویرانہ میں
 پڑا سو رہا تھا۔

ملہ کرتا۔ بادشاہ شہزاد کے
مطابق ہیں صاف کر دیا۔
بمقصد یعنی اگر چلنے کی
طاقت ہو تو میں بھی منزل
کی طرف روانہ ہو جاتا ہوں
لوگوں میں نہ ڈھرتا۔ اندیشہ
رائی حضرت ابو بکر کے نام
کے بھی دشمن ہوتے ہیں۔
تو تشریف کشاں کشاں کے
نئے جانے کا خوف بہتر وار۔
مولانا فرماتے ہیں کہ دنیا
بھی بہتر وار ہے اللہ جان بھی
مردن اسی طرح بے یار و
مدد وار رہتا ہے جس طرح
ابو بکر نامی شخص بہتر وار میں
تھما بیٹھا۔ اللہ تعالیٰ کی
مشائخ عازم شاہ جھوٹا
تسلی بھی دینا داروں سے
دل کا حال کرنا ہے۔
ملہ گفت۔ حیرت خیز
نہ۔ اللہ تعالیٰ تباری مروتی
اور مالوں کو نہیں دیکھتا ہے
وہ تبار سے دلوں اور کاموں
کو دیکھتا ہے۔ حق اللہ تعالیٰ
خلق اللہ کی طرف کسی صاحب
دل کی وجہ سے قویہ قوا تا جو
قدول بہر شخص ایسا صاحب
دل نہیں ہے جس کی وجہ سے
خلوئی خدا کا مشغلہ نظر نہ
دک۔ اللہ تعالیٰ اس دل کو
پسند کرتا ہے جس دل میں
استدراست ہو کر آستان
ہیے سات موسیٰ میں ما
جائیں۔
ملہ انہیں۔ نام دلوں
اس دل کی تلاش ایسی ہی ہے
بسیا کہ بہتر واروں ابو بکر نامی
تلاش صاحب دل صاحب دل
ملہ ترک۔ خوش حال رہا
ہی چکا ہو وہ غیر اللہ کی طرف
نظر اٹھا کر ہی نہیں دیکھتا ہے۔

خیز کہ سلطان ترطاب شدہ است
آٹھ، کہ بادشاہ ترطاب ہوا ہے
گفت اگر پاکیم بندے یا مقتدی
اممہ کا اگر میرے پاؤں یا چلتا ہوتا
اندیش دشمن کندہ کے مائد
میں اس دشمنستان میں کب ٹھہرا؟
تختہ مرده کشاں بفراشتند
انھوں نے ایک تابوت اٹھایا
جانب خوارزم شہ جملہ دواں
سب خوارزم شاہ کی جانب دوڑے
بہتر وارست اس جہان مردی
یہ دنیا بہتر وار ہے اور مرد خدا
ہست آں خوارزم شہ زیبا طیل
وہ ملے بزرگ (بہتر وار) خوارزم شاہ کے ہے
گفت لایستظرالی تصور کرد
(دولت لے، فرمایا یہ اصل تباری تباری)
من ز صاحب دل کنم در تو نظر
میں صاحب دل کے ذریعہ تجھ میں نظر کرتا ہوں
تو دل خود را چو دل پنداشتی
چونکہ تو نے اپنے دل کو دل سمجھ لیا ہے
دل اگر مقصد جو اس ہفت آسمان
(وہ) دل کو اگر سات آسمان ہیے سات سو
ایں جنیں دل ریز باراد ملو
دل کے اس طرح کے ریزوں کو دل نہ کہ
صاحب دل آئندہ شش و بود
صاحب دل ہم زما آئندہ ہوتا ہے
ہر کہ اندر شش جہت دار و مقر
چوشش جہت میں تمنا کرکتا ہو
گر کند آواز برائے او کند
اگر صاحب دل نظر کرنا اس اللہ کیلئے کرتا ہے

کز تو خواہد شہسباز قتل ست
کیونکہ تیری وجہ سے ہمارا شہر قتل کی بجائے
خود برا ہے خود بمقصد رفتے
اپنے راستہ پر اپنی منزل کو قبل رستا
سوئے شہر دوستان میرا اند
دوستوں کے شہر کی جانب سواری پاک دینا
برکتیف بو بکر را برداشتند
کاغذ پر ابو بکر کو سوار کر لیا
می کشیدندش کہ تا بیند نشان
وہ اس کو بلے جا رہے تھے تاکہ وہ نشان دیکھے
اندیش جاضائع ست و مستحق
اس میں مانجان اللہ نیست ہے
دل بھی خواہد از این قوم ذیل
اس ذیل قوم سے دل کا طالب ہے
فابتغوا ذا القلب فی تدبیر کرد
پس اپنی تدبیر میں صاحب دل کو تلاش کرو
نہ نقش و سجدہ و ایثار زر
نہ صورت اللہ سجدہ اور ملنے کے ذریعہ
جستجوئے اہل دل بگذاشتی
(اپنے) تو نے صاحب دل کی جستجو ترک کر دی
آندراؤ آید شود یادہ و نہاں
اس میں آئیں تو وہ گم اور پوشیدہ ہو جائیں
بہتر وار اندر ابو بکر سے مجھ
بہتر وار کے اندر ابو بکر کو تلاش نہ کر
حق درواز شش جہت نظر شود
اللہ تعالیٰ اپنے جانب سے نہیں دیکھتا ہے
کے کند در غیر حق یک دم نظر
وہ تیری دیکھنے لگے، اسوئی اللہ کو دیکھتا ہے
در قبول آرد ہو باشد سند
اگر قبول کرتا ہے تو ہی سہا ہوتا ہے

شہزادہ کا نام ہے اور اس کا نام ہے

چونکہ اوتحق را بود در کل حال
 کیونکہ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کیلئے ہم تاج
 بیج بے اوتحق بکس نبد نول
 اللہ تعالیٰ انکے بغیر کسی کو مہمان نہیں کرتا
 موتبت ابر کف دتش نہد
 وہ اللہ تعالیٰ علیہ اعلیٰ بات کی تہنیل پر رکھتا ہے
 باکفش دریائے گل را اتصال
 اس کی تہنیل کا دریائے گل سے اتصال ہے
 اتصالے کہ نہ گنج در کلام
 وہ اتصال جو بیان نہیں ہو سکتا ہے
 صد جوال زریاری اے غنی
 اے انداز اگر تو سونے کے ستور کو لا بیگا
 گرز تو راضی ست دل میں اضمیم
 اگر وہ دل تجھ سے راضی ہو میں بھی راضی ہوں
 سنگرم در تو دریاں دل سنگرم
 میں تجھے نہیں دیکھتا ہوں اس کو دیکھتا ہوں
 باتوا و چونست ستم من چیاں
 میرے ساتھ وہ بیباک ہیں میری دیاں ہیں
 مادر و با و اصل خلق اوست
 مخلوق کی ماں اور باپ اور اصل وہ ہے
 تو بگوئی نک دل آور دم بتو
 تو کہے گا میں تیرے پاس یہ دل لاؤں

برگزیدہ باشد اور آذوا لجمال
 اللہ تعالیٰ نے اس کو منتخب کر لیا ہے
 شہد گفتم من از صاحب وصال
 میں نے وصال بیان کئے اسے میں تو را بتا دیا
 و ز کفش آں را بحر حواں بد
 اس کی تہنیل کے ظاہر اس کو تاج میں جو کون کو دیتا ہے
 ہست بے چون و چگونہ نیرنگاں
 وہ ناقابل بیان کمالات سے پر ہے
 گفتنش تکلیف باشد و السلام
 اس کا بیان کرنا سخت ہے و السلام
 حق بگوید دل بیارے منحنی
 اللہ تعالیٰ فرادید اے گزے دل لا
 و ز تو معرض بود اعراض
 اگر وہ تجھ سے غم پیرنے والا ہو میں بھی غم پیرنے والا ہوں
 تحفہ اور آراے جان کرم
 اے جان! میرے در پر اس کا تحفہ لا
 زیر پائے مادران باشد جنان
 جنت ماورائے کے پاؤں کے نیچے ہے
 اے خشک کھس کہ دل داند ز پر
 وہ تاج ہمارا کہا ہے جس طرح اور چمکے میں تیار ہوں
 گوید تیرے دل نیر نزدیک طشو
 وہ تجھ سے کہہ چکا کہ یہ دل ایک مری لاؤں
 نہیں ہے

گر کنت اگر صاحب دل سی
 کی طرف نظر کرتا ہے تو خدا
 کیلئے کن ہے اور اس کا زور
 قبول سب خدا کئے ہوتا
 ہے چونکہ جو کس صاحب
 دل کے ہوا حال خدا کیلئے
 ہوتے ہیں انہما وہ خدا کا برگزیدہ
 ہوتا ہے بیج۔ یہ صاحب دل
 علیقتادہ ہے اور اللہ تعالیٰ
 کی ہوا مصلحت کے واسطے ہو
 ہوتی ہے۔
 شہد موتبت۔ اللہ تعالیٰ
 اپنے جملہ مخلوقات انکے اقرب
 مخلوق کو پہنچاتا ہے۔ وریائے
 حق حضرت حق تعالیٰ با اتصال
 اس کے ہاتھ خدا سے جو
 اتصال ہے اس کا بیان نہیں
 نہیں ہے۔ منہ خواں۔ اللہ
 تعالیٰ سونے چاندی سے
 بے نیاز ہے نہ صرف دل کا
 انحصار قبول کرتا ہے۔
 شہد گرز تو جس سے وہ سب
 دل ماضی ہوتا ہے اس سے
 خدا ماضی ہوتا ہے جس سے وہ
 ماضی ہوتا ہے۔ انکس
 وہ صاحب دل ایسا ہی ماضی
 ہے۔ ماضی اس ماضی ہوتی
 ہے۔ اور وہ صاحب دل
 مخلوق کیلئے منزل ان ہا پ کے
 ہوتا ہے۔ تو بگوئی۔ تو خدا کے
 سامنے اپنا وہ دل پیش کرتا ہے
 جو ایک دم ہی کامی نہیں ہے۔
 شہد قطب عالم۔ اس صاحب
 دل پر عالم کی بقا کا مدار ہے
 ہے اور یہی دل آدم کے
 جان کی جان کا محور ہے۔
 آذر رائے۔ اللہ تعالیٰ ایسے
 دل کا منتظر ہے جو زور اور
 نیکی سے بھر ہوا ہے تو بگوئی۔

جان جان جان جان آدم است
 وہ دل آدم کی جان کی جان کا محور ہے
 ہست آں سلطان دلہا منتظر
 دلوں کا بادشاہ منتظر ہے
 آچنجان دل زاریابی زار غنیا
 از دئے اعتبار تو ایسے دل کو نہ بے گما

آن دے آور کہ قطب عالم است
 وہ دل لا جو عالم کا قطب ہے
 از بر لے آں دل پر نور و پر
 اس کی اور نور سے بھرے ہوئے دل کا
 تو بگوئی روز ہا در سبزوار
 تو ایک عرصہ تک سبزوار میں گھرے گا

دیا میں ایسے دل کا ملنا ایسا
ہی شہر ہے جس طرح سبزوار
میں ابو بکر نامی شخص کا گھنا۔
پتھر۔ اگر وہ دل تیرے پاس
نہیں ہے تو اپنا مردہ دل
ہی بارگاہ میں پیش کرے
جس طرح سبزوار والوں نے
بیچارہ دل لاغرا ابو بکر نامی شخص
کے پیش کر دیا تھا۔
ملے کر میت۔ دوا، تھو
سے کچھ کیا یہاں کوئی قبرستان
ہے کہ قبر مردہ کو یہاں
لا لے۔ تو۔ جا اوروں
لا جس کی وجہ سے مالک کا بقا
ہے کرتی۔ تو اس کے جواب
میں کہنا کہ دنیا نامی کی ہے اور
وہ دل نور ہے تاریکی میں نہ
کہاں ہے۔ تو جسے ایسے دل
سے دنیا کو روز ازل سے ملتی
ہے۔

ملے رنگ۔ وہ دل باز ہے
اور دنیا جان ناز ہے کوئی
اپنے انہیں کو دیکھتا نہیں
کہتا ہے۔ رنگ۔ اگر کوئی ضیاء
ایسے صاحب دل کے ساتھ
نری رہتا ہے تو وہ منافقت
پر مبنی ہوتی ہے یا اس سے
کسی نامہ کا ایسا واسطہ ہوتا ہے
تمی کند۔ اگر دنیا دار ایسے صاحب
دل کی ان میں ان کا ہے تو
مضی ایسے کہ اس کو زیادہ

ملے کر پتھر پر بہت دگ
منافقت کا اثر ہے یہاں
موس کا دل بٹے ہیں۔ سب
خدا صاحب دل یعنی شان
و شکرت کی وجہ سے بیدار
کا جی خیردار بن جاتا ہے۔
صاحب دل۔ جب تجھے یہ
مسلم ہو گیا کہ صاحب دل
مسیب کو بھی خیر پہنچا ہے

پس دل پر مردہ بوسیدہ چل

تو ایک مڑھایا ہوا اور بوسیدہ درج والا دل
کہ دل آوردم تیرا اے شہر پار
کہ اسے شاہ ابوسیر سے لے لایا ہوں
گوشت اس کو رختا لے جری
وہ جو ہے کہ دیکھ لے میاں! یہ قبرستان ہے
رو بیاور آں دے کو شاہ محبت
چا۔ وہ دل لا جو شان مزاج رکھے
گوئی آں دل زین جہاں پنہاں ہو
تو کہے گا کہ وہ دل جس دنیا میں منقود ہے
دشمنی آں دل از روز ازلت
ازل سے اس دل کے ساتھ دشمنی
زانکہ او بازست دنیا شہر زانغ
کیونکہ وہ باندھے دنیا کوں کا شہر ہے
ور کند نرمی نفاقے می کند

اگر نرمی کرتا ہے تو نفاق برتتا ہے
می کند اسے نہ از بہر نیاز
ان ان کہتا ہے نہ کیا زندگی سے
زانکہ اس زانغ خس مر دار جو
کیونکہ یہ کینہ کوٹا۔ مر دار کا جریاں

گر نیرینداں نفاش وارمید
اگر وہ نفاش کو قبل کر لیں تو اسے نہت مل کر لیں
زانکہ آں صاحب دل با کر و فر
کیونکہ وہ شان و شوکت والا صاحب دل
صاحب دل جو اگر بیجاں نہ
صاحب دل کی بخش کر کر تو مردہ نہیں ہے
آنکہ زرق او خوش آید مر ترا
بس کا کر تجھے اچھا لگتا ہے

بر سر تختہ نہی آنسو کشاں

تاہوت میں رکھ کر، وہاں لے جا
بہ ازیں دل بنو و اندر سبزوار
سبزوار میں اس سے بہت دل نہیں ہے
کہ دل مردہ بدیں جا آوری
کہ تو ایک مردہ دل یہاں لایا ہے
کہ امان سبزوار کون از دست
کیونکہ دنیا کے سبزوار کو کسی کی وجہ سے امان میں
زانکہ ظلمت با ضیاء خداں ہو
کیونکہ تاریکی اور نور دو مفید ہیں
سبزوار طبع را میرانی است
(دنیا دار) طبیعت کی مراد ہے
دیدن ناخس بر ناخس داغ
غیر جنس کو غیر جنس کا دیکھنا داغ ہے
زانتالت از نفاقے می کند
مان کر کے، فائدہ حاصل کر رہے
تا کہ ناصح کم کند نصیح دواز
(بلکہ اس کے ناصح دواز نصیحت نہ کرے
صد ہزاراں مکر وارد تو بتو
تہ بہ تہ لاکھوں مکر رکھتا ہے

شد نفاش عین صدق مستفید
اس کا فائدہ منافق میں جہاں ہی گیا
ہست در بازار ما میوب خر
ہمارے بازار میں میوب دار کو بھی خرید لیتے ہیں
جنس، دل شوگر ضد سلطان
دل کا ہم جنس بیجا اگر شاہ کا حاکم نہیں ہو
او ولی تست نہ خاصہ خدا
وہ تیسرا دل ہے، نہ کہ مردہ خدا

تیرے کہ او بر خوی و بر طبع تو زلیت
 ہر وہ جو تیری عادت اور رواج کے مطابق زندگی گزارے
 رُو ہوا بگذا رتا بُوئی خدا
 با نفسانیت کو چھوڑے تاکہ خدا کی خوشبختی
 رُو ہوا بگذا رتا خوبت شود
 جان نفسانیت کو چھوڑے تاکہ تیری بھلائی ہو
 از ہوا رانی دماغت فاسدت
 نفسانیت سے خیر دماغ خراب ہے
 عاشقی تو برنجاست ایچوزاغ
 عاشقی کی طرح نجاست پر عاشق ہے
 حد ندارد این سخن و اہوی ما
 اس بات کی حد نہیں ہے اور ہوسا ہر

میش طبع تو ولی ست و نبی ست
 تیرے نزدیک وہ ولی ہے اور نبی ہے
 در مشامت میرسدے کہ خدا
 تیری ناک میں پہنچے اے صاحبِ نانا!
 واں مشام غمبش بُویت شود
 اور تیرا دماغ غم کو سمجھنے والا بن جائے
 مشک و غمبش مغزت کا ست
 تیرے دماغ کیلئے مشک اور غم بے قدر ہے
 بُوئے مشک می نگیرد در دماغ
 تیرے دماغ میں مشک کی خوشبو نہیں آتی ہے
 میگزیز و اندر آخر جا بجا
 اسطبل میں، جا بجا بجا رہا ہے

تو اب کسی صاحبِ دل کی
 تلاش کرے اگر تو خدا کا شمس
 نہیں ہے، تیرا جس کی
 سکھائی تجھے پس آئے وہ تیرا
 دوست ہے خدا کا دوست
 نہیں ہے۔
 اے تیرے توحش اپنے ہے
 نبی کی طاعت اور عزت کے
 قویں ہوتے ہیں۔ تو خواہش
 غلبہ کی کو ترک کر جب تو
 خدا کی خواہش کو سمجھ سکے گا اور
 تیرے دل میں غم کو سمجھ سکے گا۔
 از تیرا رانی، اگر توحش کی...
 خوبت کو رو کر تیرا ہے کار
 مشک و غمبش کو تو سمجھ سکا
 ست، سستی چکر تو نشان
 تو بل میں رہتا ہے تو تیرے
 دماغ خدا کی خوشبو سے آشنا

شرح
 محمد اُلبُ الخوارزم شاہ نے سبزو ار پر فوج کشی کی (سبزو ار
 رافضیوں کا شہر تھا) اسکی فوجوں نے باشندگان سبزو ار
 کو تنگ کر دیا اور انکو خوب قتل کیا۔ بالآخر انہوں نے اطاعت قبول کی اور
 امان مانگی اور کہا کہ آپ ہماری جان بخشی کیجئے اور ہمیں رعایا بنالیجئے جس قدر
 حراج وغیرہ آپ کو درکار ہو۔ ہم دینے کو تیار ہیں۔ اور ہر فصل میں اس سے
 کچھ زیادہ ہی دیں گے۔ کم نہ کریں گے۔ ہماری جانیں تو آپ ہی کی ہیں گو ہمارے
 پاس کچھ دلوں کے لیے امانت ہیں۔ خوارزم شاہ نے جواب دیا کہ تم مجھ سے
 اس وقت اپنی جانیں نہیں بچا سکتے۔ تا وقتیکہ تم ابو بکر کو میرے سامنے
 نہ لاؤ۔ اور جب تک تم مجھے ابو بکر نامی شخص اپنے شہر سے حدیث نہ دو گے اس
 وقت تک میں تمہیں کھیتی کی طرح کاٹوں گا۔ نہ تم سے حراج لوں گا اور نہ تمہاری

خوشامد سنوں گا۔ اسکی بعد انہوں نے ایک جوال زر پیش کی اور کہا کہ یہ لے لیجئے۔ اور رافضیوں کے شہر سے ابوبکر نامی شخص نہ مانگیجئے پہلا سنوار میں ابوبکر یا ندی میں خشک ڈھیلہ کہیں مل سکتے ہیں اسکی سونے کو نا منظور کیا اور کہا کہ مجھو سیو! جب تک تم ہمیں ابوبکر تحفہ میں نہ دو گے اس وقت ہمیں کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ میں بچہ نہیں کہ سونے چاندی کو دیکھ کر دنگ ہو جاؤں۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ یوں ہی اگر تو مسجد کو مٹرین سے ناپ دیگا تب بھی رہائی نامکن ہے۔ تا وقتیکہ تو پورے طور پر منقاد نہ ہو جائے۔ پس تو انقیاد کامل حاصل کر۔

غیر یہ مضمون تو استطردی تھا۔ اب سنو کہ انہوں نے مجبور ہو کر ہر طرف ہر کارے دوڑائے کہ تلاش کرو۔ کہیں ابوبکر نام کوئی شخص ہے یا نہیں۔ آخر تین رات اور تین دن کی کوشش کے بعد انکو ایک دبلا پتلا ابوبکر مل گیا وہ بے چارہ مسافر اور بیمار تھا اور بیماری کے سبب ایک ویرانہ کے گوشہ میں پڑا تھا۔ اس ویرانہ میں وہ ایک موتی مگر بے سڑ سامان تھا اور بیماری کے سبب خون دل چہرہ پر بہہ رہا تھا۔ اور ایک گوشہ میں سو رہا تھا۔ انہوں نے پہنچ کر اس سے کہا کہ جلد چلو تم کو بادشاہ سلامت بلاتے ہیں۔ تم سے ہمارے شہر کو امان مل جاوے گی اور وہ قتل سے بچ جائیگا۔ اس نے کہا کہ اگر میرے پاؤں ہوتے یا میں چل سکتا۔ تو اپنی راہ پر اپنے مقصد ہی کی طرف نہ چلتا۔ اس دشمن کہہ و دفن گڑھ میں کیوں پڑتا۔ میں اپنے دوستوں کے شہر میں نہ جاتا۔ یہ جواب سنکر وہ گئے اور مرنے ڈھونے کا تختہ لائے اور اسکو کندھوں پر رکھ کر چلے وہ اسے خوارزم شاہ کی طرف لئے جا رہے تھے۔ تاکہ وہ دیکھ لے کہ میاں ابوبکر ہے یہ تو وہ قصہ تھا۔ جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا تھا۔ اب اسکی مناسب

مضمون ارشادی سنو سمجھو کہ جہاں سبزوار اور اہل اللہ اس میں بے قدر اور تباہ
 اور خوار ذم شاہ حق سبحانہ ہیں وہ لوگوں سے دل مانگتے
 ہیں چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حق سبحانہ تمہاری
 صورتوں کو نہیں دیکھتے بلکہ دل کو دیکھتے ہیں۔ پس تم کو شش کر کے دل حاصل
 کرو۔ اور اسکی صورت یہ ہے کہ صاحب دل کو تلاش کرو۔ کیونکہ حق سبحانہ
 فرماتے ہیں کہ میں اصالتہ صاحب دل پر نظر عنایت کرتا ہوں اور اس کے
 توسط سے تم پر۔ میں تمہاری صورت اور تمہارے اعمال اور زرخشی کو نہیں دیکھتا
 لہذا بدوں قلب ناشع حاصل کئے یہ اعمال کارآمد نہیں۔

[خاندان] اسکی کسی کو عصاة مومنین کے اعمال بے سود ہونے کا شبہ ہونا
 چاہیے کیونکہ قلب ناشع کے درجات متفاوت ہیں اور اس کا کوئی نہ کوئی مرتبہ ہر سلمان
 کو حاصل ہے پس علی تفاوت مراتب خشوع ان کے اعمال کی مقبولیت ہوں گے
 اب مولانا اس کو تاہی کا منشا بیان فرماتے ہیں۔ جو لوگوں کو طلب اہل دل میں
 پیش آتی ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ تم جو اہل دل کو طلب نہیں کرتے اسکی وجہ یہ ہے
 کہ تم اپنے دل کو دل سمجھ ہوئے ہو اور جانتے ہو کہ دل ہمارے پاس ہے لہذا
 اسکی حاصل کرنے کے لئے ہمیں صاحب دل کی تلاش کی ضرورت نہیں لیکن یہ تمہاری
 غلطی ہے کیونکہ دل وہ ہے کہ اگر سات سو آسمان ہی اس میں آجائیں تو اس میں
 گم ہو جائیں اور ان کا پتہ ہی نہ چلے۔ تم ان دل کے ٹکڑوں کو دل نہ کہو اور اس
 سبزوار (قلب اہل دنیا) میں ابوبکر (دل) کو تلاش نہ کرو وہ ان میں نہ ملے گا۔
 صاحب دل کی تو یہ شان ہے کہ وہ آئینہ شمس ہوتا ہے جس میں حق تعالیٰ
 شش جہت سے ناظر ہوتا ہے (یعنی وہ سراسر مورد عنایات حق سبحانہ ہوتا ہے)
 اور جو کچھ بھی جہات ستہ عالم میں محصور ہے کسی پر بھی بدوں اس کے واسطہ کے

نظر نہیں کرتا۔ بلکہ جس کو وہ زد کرتا ہے اس کو اس کی خاطر زد کرتا ہے اور جس کو قبول کرتا ہے اسی کی خاطر قبول کرتا ہے اور اس قبول کا مدار وہی ہوتا ہے اور چونکہ صاحب دل ہر حالت میں خدا کا ہوتا ہے اس لئے وہ اسے یہ شرف توسط فی فیض عطا فرماتا ہے اور بدوں اس کے توسط کے کسی کو کچھ نہیں دیتا۔ یہ تو میں نے اس صاحب وصال کی حالت تقرب کا ذرا سا بیان کیا ہے ورنہ اس کا تقرب تو اس کی کہیں بالاتر ہے — خیر یہ تو جملہ محترضہ تھا۔

اب مضمون سابق سنو! اس کی یہ شان ہوتی ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے کہ وہ واسطہ فی فیض ہوتا ہے اس لئے گویا کہ حق سبحانہ اولیٰ اعظم کو اس کے ہاتھ میں دیتے ہیں اور اس کے بعد ان کے واسطہ سے اوروں کو دیتے ہیں اور اس کے ہاتھ سے حق سبحانہ کو اتصال کامل ہوتا ہے۔ مگر بے کیف اور بے کیف ہے اس لئے کہا کہ جو اتصال احاطہ عقل سے باہر ہو اس کا بیان تکلیف مالا یطاق اور ناممکن ہے (فائدہ: اہل اللہ کے واسطہ فی فیض ہونے سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ وہ خود متصرف فی العالم ہیں اور سب کچھ وہی دیتے ہیں جیسا کہ اس زمانہ کے مبتدعین کا خیال ہے۔

بلکہ یہ توسط ایسا ہے جیسا کہ آدمی باغ لگاتا ہے اور اس کی حفاظت کے لئے کانٹے لگاتا ہے اور ان کانٹوں کی یوں ہی تربیت کرتا ہے۔ جیسے درختوں کا پیس جس طرح مالک باغ باغ کی خاطر کانٹوں کی تربیت کرتا ہے یوں ہی حق سبحانہ اہل اللہ کی خاطر عالم کی تربیت کرتے ہیں۔ اور جس طرح اس تربیت میں باغ واسطہ ہیں۔ یوں ہی تربیت عالم میں اہل اللہ واسطہ ہیں (فافہم ولا تنزل)

خیر! یہ مضمون مستفاد ہی تھا۔ اب مضمون سابق سنو! اور جانو کہ حق سبحانہ تم سے دل مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دل لاؤ۔ ایسی حالت میں اگر تم سو

جواں زر پیش کرو گے تو وہ یہی کہیں گے کہ ہم یہ نہیں چاہتے دل لاؤ اگر وہ تم سے راضی ہوگا تو میں بھی راضی ہوں گا۔ اور اگر وہ تم سے ناخوش ہوگا تو میں بھی ناخوش ہوں ہم تم کو نہیں دیکھتے بلکہ دل کو دیکھتے ہیں لہذا دل کو پیش کرو جو اس کا معاملہ تمہارے ساتھ ہوگا وہ ہی ہمارا معاملہ ہوگا کیونکہ ماؤں کے پاؤں کے نیچے جنت ہے اور تمہاری ماں اور تمہارا باپ یعنی تمہارے اصل دل بے لہذا ہماری جنت رضا کا ملنا موقوف ہے اسکی رضا پر۔

اب مولانا جملہ معترضہ کے طور پر فرماتے ہیں کہ ارے! مزہ میں ہے وہ شخص جو دل کو غیر دل سے تیز کرے اور دل کی قدر کرے اور اسے خوش کرے۔ اور ایسا نہ کرے جب کہ لوگ غیر دل کو دل سمجھ جاتے ہیں اسکی فارغ ہو کر۔

مولانا پھر مضمون سابق بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب کہ تم سے دل کا مطالبہ ہوتا ہے تو تم بزبان حال جواب دیتے ہو کہ یہ دل حاضر ہے اور اپنے دل کو پیش کرتے ہو اس پر حکم ہوتا ہے کہ یہ دل نو کوڑے کام کا بھی نہیں وہ دل لاؤ جو مدار عالم ہے اور انسان کا جزو اعلیٰ و اشرف ہے (ہذا معنی قولہ جان جان جان جان آدم است و فسر بعض المحشین قولہ جان الاول بقولہ ذات حق و قولہ جان الثانی... بقولہ الروح الکی قولہ جان الثالث بقولہ الروح الجزئی و قولہ جان الرابع بقولہ القوى الحيوانیہ فيكون معنى البيت ح بات قلبا هو القلب للعالم والاله للقوى الحيوانیہ للروح الجندی الذی هو للروح الکی للانسان وفساده اظهر من ان يخفى۔)

الغرض! حق سبحانہ اس پر نور و خبر دل کے منتظر ہیں۔ جس کا اوپر ذکر کیا گیا۔ اور تم روز و شب اپنے سبزوار وجود میں اس دل کو ڈھونڈتے ہو مگر وہ دل نہیں ملتا پس تم اپنا مردہ اور بوسیدہ جان دل نقش پر رکھ کر لاتے ہو اور کہتے ہو کہ یہ لےجئے میں دل لے آیا۔ اسکی بہتر دل میسر سبزوار وجود میں نہیں مل سکتا۔ اس پر حکم

ہوتا ہے کہ کیا یہ تکیہ ہے جو دل مردہ یہاں لاسے ہو۔ جاؤ وہ دل لاؤ۔ جو طالب حق ہو۔ اور جو مدار ہو۔ امان سبزوار عالم کا اس پر تم عاجز ہو کر زبان حال جواب دیتے ہو۔ کہ ایسا دل ہمارے عالم وجود میں نہیں مل سکتا۔ کیونکہ ہمارا وجود مظلم ہے اور وہ دل روشن اور تاریک روشن آپس میں متضاد ہیں والضحدان لا یجتمعا۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ ان کا متضاد ہونا بالکل درست ہے کیونکہ سبزوار نفس معنی دنیا۔ ہمیشہ سے دل کا دشمن ہے کیونکہ وہ باز ہے اور دنیا کو دن کا شہر۔ اور قاعدہ ہے کہ ایک غیر جنس کو دوسری غیر جنس کا دیکھنا ناگوار ہوتا ہے۔ پس اہل نفس اور دنیا دار دل کو کہیں پسند نہیں کر سکتے۔ اگر کہیں اہل دنیا اہل دل سے نرمی برتتے ہیں تو وہ نرمی منافقانہ ہوتی ہے۔ اور اس خوشامد سے وہ ایک خاص فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں یعنی چونکہ یہ مزار غرار اور ذلیل کو اہل دنیا ہزاروں سکر اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اس لئے وہ نرمی اس لئے کرتے ہیں تاکہ ناصح نصیحت کم کرے۔ ورنہ وہ براہ نیاز ایسا نہیں کرتے۔ پس اگر یہ حضرات ان لوگوں کو باایں ہمہ نفاق قبول فرما لیتے ہیں۔ تو وہ اس نفاق سے نجات پا جاتے ہیں اور طالب صادق ہو جاتے ہیں اور ان کا نفاق خلوص سے بدل جاتا ہے ورنہ منافق کے منافق رہتے ہیں اور باایں ہمہ نفاق ان حضرات کا قبول فرمالینا کچھ بعید نہیں ہے۔ کیونکہ یہ حضرات بڑے کریم النفس ہیں۔ اور اس بازار دنیا میں عیب دار چیزوں کو خرید لیتے ہیں۔ یعنی ناقص کو قبول فرما لیتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر تم مردہ نہیں ہو اور حس رکھتے ہو تو صاحب دل کو تلاش کرو۔ اور اگر تم حق سبحانہ کے دشمن نہیں ہو تو ہم جنس دل بنو اور تضاد کو چھوڑو ہم تمہیں یہ بھی بتاتے دیتے ہیں کہ جس کا مکہ تمہیں پسند ہو یعنی جسکے افعال اقوال تمہاری مرضی کے موافق ہوں۔ وہ ولی اللہ نہیں ہے۔ بلکہ تمہارے نزدیک ولی ہے کیونکہ تمہاری

حالت یہ ہے کہ جو شخص تمہاری مرضی کے موافق کام کرے تمہارے نزدیک وہی ولی ہے اور وہی نبی۔۔۔ مگر واقع میں ایسا نہیں ہے پس تم دھوکا نہ کھانا اور غیر ولی کو ولی نہ سمجھ لینا۔ اگر تمہیں حقیقی ولی کی ضرورت ہے تو اس کے پہچاننے کا طریق یہ ہے کہ خواہش نفسانی کو چھوڑو۔ تاکہ تمہارے دماغ میں بوئے خدا پہنچ سکے اور تم حقیقی اہل اللہ کو پہچان سکو۔ ہم پھر کہتے ہیں کہ ہوائے نفسانی کو چھوڑو تاکہ تمہیں اس بو کے سونگھنے کی عادت ہو۔ اور وہ بوئے عنبریں تمہاری خوشبو ہو۔ جسے تم سونگھو۔ خواہش نفسانی نے تمہارے دماغ کی تجویز کو خراب کر دیا ہے اسلئے تمہارے دماغ کے نزدیک مُشک عنبر (دینداری) حشراب ہو گئے ہیں۔ اور تم کو سے کی طرح بھلاست دینا پر عاشق ہو۔ اسلئے بوئے مُشک دین تمہارے دماغ کو بھلی نہیں معلوم ہوتی۔ پس تم ترک ہو اسلئے اپنے دماغ کا مزاج درست کرو۔ تاکہ تم بوئے خدا کو علی بابا ہی علیہ محسوس کر سکو۔ اور اہل اللہ اور غیر اہل اللہ میں تمیز کر سکو۔ یہ گفتگو تو ختم نہیں ہو سکتی اور ہمارا آہو۔ جس کا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں بے قرار ہے اور آخر میں ادھر ادھر گھبرا پھرتا ہے۔ ہمیں اسکی خبر لیننی چاہیے۔

بقیہ قصہ آہو در آخور خراں

گدھوں کے اصبل میں ہرن کا بقیہ قصہ

روز باآں آہو در خوش ناف نر

دو نر۔ دو ناز واد، ہرن بہت دن تک

مضطرب ذب نزع چون ہی بخشک

ماں کنی میں بے چہن تھا جس طرح بھل بخشک پر

یک خروش گفتے کہ ایں آہو الوو

ایک گدھا س ہے کہتا، ہاں، خدیں کے آہو

آں دگر تخر زوے کن جزر وند

دھرا غرق آہو تاکہ دورا کے آثار خدایہ

موتی لے آیا ہے۔ سنستا کسے بکتا ہے؟

ہے خوش مات۔ ہرن کی آہو
میں سے مُشک عنبر چھوڑ
سزا، قید، محنت، توبہ، بھلائی
میں گئی۔

ایک ایک خوش۔ ایک گدھے
نے ہرن کے پیچھے سے کہا کہ تیرا
مزاج تو شادمانہ اور ارامانہ ہے
اور تو بالکل غمگین ہے۔ آہو
دگر۔ دوسرے گدھا بولا اہل بات
تو مرنے ہے یہ سن کر سنستا
کب فروخت کر سکتا ہے۔
وای خدے ایک گدھا بولا
اگر میں قدر ناگدھا ہی ہے

تو شاہ تخت پر کھڑے ہو کر
جا۔ وہاں فرے۔ ایک گھر
کے بیٹے پر مٹی تھی اور اس
کی گھاس کی مٹی میں نے
ہرن کے چکر گھاس کھانے
کی دعوت دی۔
میں نے عرض کیا۔ اس نے میرے
انکار کا اشارہ کیا۔ گفت۔ اے
گھاس نے کہا کہ تو غریب ہے کرا
ہے یا غریب کہ وجہ سے سوز
کر رہا ہے۔ کھنکھوراک۔
ایک۔ مانوس۔ ترو بار چنگ۔
غلام۔ غلام کی بیع اس سے
اگرچہ میں تقدیر خداوندی سے
اس عذاب میں بخش گیا ہوں
لیکن وہ مزاج کہاں بدلے۔
تو گھر گیا۔ اگر میں اس وقت
نہ ہوں تو آبرو میں بیچ سکتا
ہوں خریف انسان پرانے
باس میں ہی نہ رہتا ہے۔
تیرے حق میں حق۔ غرت۔ غرت
گفت۔ پر دین میں چوک
اور اذیت دینے سے میں خدا
شعنی بھگوانے کا بہت خوف
ہوتا ہے۔ گفت۔ ہرن پر
نے کہا کہ میرا نام میری بڑائی
پر گواہ ہے جو خود میرے ہی
بڑھوا رہا ہے۔

لے لیت۔ لیکن اس نازکی
خوش کن سونگھا ہے؟ وہی
سونگھا ہے جو صاحب داغ
ہو کر سونگھے والا گھاس کو
نہیں سونگھا سکتا ہے۔ جو گھاس
گدھے کا پیشاب سونگھا ہے
گدھوں کو خوشک کیسے سونگھا
یا سکتا ہے۔ بہتر ہی چونکہ
بیس غریب صاحب داغ ہیں
سونگھا سکتا ہے ہی یہ سونگھو
نے فرمایا ہے کہ اسلام آبادوں
کے لئے ابھی ہے۔
لے لے تاکہ مسلمان سے لے سکے

واں خمیے گفتے کہ بااں نازکی

ایک گدھا کہتا کہ اس نازکت کے ہوتے ہوئے
واں خمیے شدت خورد خوردن بہا
ایک گدھے کہ کہ بیٹھی ہو گئی اور نہ کھا
سرسرخیں کر داؤ کو نے زوئے فلا
اس نے سڑا لیا کہ نہیں جا، اے فلاں !

گفت میدا کم کہ نانے می گئی
اس نے کہا (بااں) میں جانتا ہوں تو غریب کرا رہا
گفت بااں خورد کہ اس طعمہ تو
اس نے اس سے کہا کہ تو کیا تیری خوراک ہے

من ایف مرغز اے بوہ ام
میں جنگل سے مانوس تھا

گر قضا انگند مارا در عذاب
اگر تقدیر نے ہیں عذاب میں مبتلا کر دیا جو
گر گدا گشتم گدا رو کے شوم
اگر میں غریب ہو گیا ہوں بے تبرک ہیں سکتا ہوں؟

شبل ولالہ و سپر غم نیستم
شبل اور لالہ اور نازبو بھی

گفت اے لاف میزن لاف لا
اس نے کہا کہ اے لاف میزن لاف لاف

گفت ناغم خود گواہی میدہد
اس نے کہا کہ میرا ناغہ خود گواہی دے رہا ہے

بیک آں را کہ شنود صاحب شام
لیکن اس کو کون سونگھا ہے؟ صاحب داغ

خرگیز خبر ہوید در طریقی
گدھا راستہ میں گدھے کا پیشاب سونگھا ہے

بہر ایں گفت آن نبی متعجب
اس لئے اس رحمت کو کہ نہ لے نہی نے دیا

زانکہ خویشاں ہم از مے میرند
کیونکہ اس کے لینے میں اس سے بھگتے ہیں

بر سریر شاہ شو تو مستکی

تو شاہی تخت پر تکب لگا کر بیٹھ
پس برسم دعوت آہورا بخواند
تو دعوت کے طریقہ پر ہرن کو بلایا

اشتہایم نیست استم ناتوان
مجھے بھوک نہیں ہے میں کمزور ہو گیا ہوں

یا ز ناموس احترازے می گئی
یا غریب کی وجہ سے پرہیز کر رہا ہے

کہ از اں اجزائے تو زندہ نوست
کیونکہ اس سے تیرے اعضاء زندہ اور تازہ ہیں

در ظلال و روضہا اسودہ ام
میں نے سایوں اور باغوں میں آرام کیا ہے

کہ روداں خود طبع مستطاب
وہ عہد عادت اور مزاج کہاں جاتا ہے؟

در باکم کہند گرد من نوم
اگر میرا باس بڑا نا ہو جائے میں سب ہیں

باہراں ناز و نخت خوردہ ام
میں نے ہزاروں ناز و نخت سے کھائے ہیں

در غریب بس تو اں گفتن گزار
پر دین میں بہت سی کھاس کی جا سکتی ہے

میتنے بر عود و غبر می نہسد
جو خود اور غبر پر احسان جت تاتے

بر خیز سرگس پرست آں شد حرام
گر کہے ہمارے گدھے کے لئے وہ حرام ہے

مشک چوں غرضہ کنم با این فریق
اس جماعت پر میں مشک کیسے پیش کر دوں؟

رمنزل اسلام فی الدنیا غریب
اشارہ اسلام دنیا میں پر دین ہے۔

گرچہ باز آتش ملائک ہمدم اند
اگرچہ ملائک اس کی ذات کے ساتھی ہیں

صورتش را جنس می بیند نام
 گامش کی صورت کو ہم، ہنس سمجھتے ہیں
 ہنچو شیرے در میان نقش گاؤ
 شیر چہا ہے، بن صورت و گون ہیں
 ورت گا دی ترک گاوتن بگو
 اگر کوڑید تہاے و جسم کے پیلے اتھو
 طبع گا دی از سرت بیر کند
 وہ تیرے سرو سے نسل بن کالہ سے گا
 گا و باشی شیر گردی نزد او
 تو بن تھا اس کی صحبت میں خیر نہائے گا

لیک از فے می نیابند آں مشام
 یکن مں سے وہ غنیمت ماس نہیں کرتے ہیں
 دور می بینش وے اُور امکاؤ
 اُس کو دور سے دیکھے اُس کی کھوکھری بڑیکر
 کہ بدر دگا ورا آں شیر خُو
 کیونکہ وہ شیر طبیعت ہیں کہ کھاؤ ڈالے گا
 خُو می حیوانی ز حیواں برگند
 حیواں سے حیوانی خصلت دُور کر دے گا
 گر تو باگا وے خوشی شیری بخُو
 اگر تو نہیں ہیں بخوش ہے خوشی شیری زیادہ

تفسیر اِنی اَری سَنج بَقَرَاتِ سِیَمَانِ یَا کَہُنُّ سَنج عِجَافِ اَس
 بیشک میں سات موٹی گائیں دیکھتا ہوں جن کو سات لاغر کمار ہی ہیں۔ کہ تفسیر ان لاغر
 گاؤں لاغر اخلاص صفت شیران گرسنہ آفریدہ بود اَس مفت
 گاؤں کو خدانے جو کے بغیروں کی صفت پر پیدا فرمایا تھا۔ یہاں تک کہ انھوں نے
 گاؤں پر رہا ہشتہامی خوردند اگرچہ ان خیالات صورت گاؤں
 ساتوں گاؤں کو جو کہ سے کھایا اگرچہ خواب کے آئینہ میں وہ خیالات
 در آئینہ خواب نمودند تو بمعنی اشیر بنکر
 صورتوں کی صورت میں نمودار ہوئے۔ حقیقتاً شیر سم

آں عزیزے مصر میدیکہ خواب
اُس شاہ مصر نے خواب میں دیکھا
ہفت گاو فرہیں پر دے
سات سوئی بہت پروردہ گا میں
در دروں شیراں بُزداں لاغراں
وہ کردہ حقیقت شیر تھیں
بس بشر آمد بصورت مرد کار
بسک بشر ہیں جو کام کر نوا انسان کی مشین ہیں
مرد را خوش و اخور و فروش کند
انسان کو کھانا کاجے اور کو کشتا بنا دیتا ہے

چونکہ چشمِ غیبِ اشدُّ فتحِ باب
چونکہ غیبِ اکی نفیر کا دروازہ نکل گیا
خوردشاں آں ہفت گاہِ
اُن کوساتِ کمزور گاہوں نے کہا
ورنہ گاہاں را بنودندے خوراں
ورنہ کلاہوں کو کھانے والی نہ ہوتیں
لیکن روئے شیر نہیہاں مزدِ خوار
لیکن اچیں انسان کو کھانا کرنے والا شیر ہی ہے
صاف گردِ درِ دشاں را درِ دشاں
اکی تلمیٹِ مہربانی ہے خواہ اسکو کھینچ سچا

رشتہ دار بھی بن جائے گی اگرچہ
 جاگتا جس سے مانوس ہیں ...
 تشریف فرما مخلص کو بسنا
 جیسا ہی کہے ہیں لیکن اہل حق
 سے ناواقف ہیں۔ نتیجہ شرم
 مریض اعصاب میں ایسا ہی ہے
 سیاح کہہ سکیں میں شرم سے تنگ
 دور سے دیکھو یہ زار و برباد
 شکر۔

تکلیف و رنجاری۔ اگر گھر کے
 اعمال کی زیادہ تر جگہ پر تو
 اپنے جسم سے اٹھو گئے۔
 طبعی کامی۔ دو تیز بلیاں اور
 حیوانی فطرت کو شام کا
 گلاب۔ تو بے سبب حجاب شرم
 بن جائے گا اگر تجھے یہ سبب
 بن پند ہے تو شرم خیز جگر
 نہ کہ شرم خیز غریب۔ یہ سبب
 خواب کا قند ہے جس کی فطرت
 بوسفتہ تبصرہ ہی اور
 زاریا خا کر سات مرنے کیوں
 سے سانس نہال اچھی پیداوار
 کے اور سات ڈہلی گاہوں سے
 سات نہال تمھارے مراد ہیں۔
 مولانا نے اپنے سابق بیان کے
 لئے عزیز مصر کے بادشاہ
 کا لقب ہے۔ بخت کا
 اس نے خواب دیکھا کہ سات
 ڈہلی گاہیں سات مرنے کیوں
 کو کہا گئیں۔ آن لا غواں۔ وہ
 سات ڈہلی گاہیں دراصل
 سات شرم تھے۔ جس شرم بہت
 سے اولیاء اللہ ایسے ہی
 دیکھنے نظر آتے ہیں کیسے وہ
 مرنے کی حیوانی صفات کو
 کہہ کر اڑھاتے ہیں۔ ساق
 گرد۔ وہ حیوانی صفات اس
 میں دور ہو جاتی ہیں خواہ
 ان کے ازالہ سے اس کو
 تکلیف پہنچے۔

۱۵ زان بے درد۔ وہ ایک درد ہے لیکن بہت سے دردوں سے بہت زیادہ ہے۔ وہ انسان کو بڑی بنا دیتا ہے۔ شاہ گرد و اب یہ معمولی انسان اس شخص کے تعزت سے شاہ بن جاتا ہے اور بدن کی مراد سے دل کی زندگی حاصل کرتا ہے۔ گاؤن اگر مجھے شیخ سے عقیدت ہے تو میرے کر کے جسم کی قربانی اس کی عزت میں پیش کر دے۔

زان کے درد اور جلد درد ہا جس ایک درد سے وہ تمام دردوں سے شاہ گرد و گذارد بندگی بادشاہ بن جاتا ہے۔ غلامی چھوڑ دیتا ہے گاؤن قربانی شیر خدا ست جسم کی گائے شہید خدا کی قربانی ہے تہ کشی مہماں ہماں کون خری اگر تو بہان کش کرے تو تو گدھے کی مقدہ ہے گاؤن مراد گرد و عاقبت انجام کار جسم کی گائے مراد رہا جس کی

وارہد یا بر نہد او بر سنا نہات با جا آ ہے، وہ آسمان پر قدم رکھتا ہے یا بد اور مردگی دل زندگی وہ فناء میں دل کی زندگی حاصل کرتا ہے گر ترا با او سر صدق و صفات اگر تجھے اس سے صدق و غلط ہے گاؤن را خواجہ تا کے پروی لے خواہ: جسم کی گائے کی بکشتہ بدشاہ کی پس پشیمانی بری اے بدست لے بدیت: تو ہر شر زندہ ہو گا

شرح

الغرض! بہت دنوں تک وہ خوش ناف اور نہر ہرن گدھوں کے طویل میں مبتلائے عذاب رہا وہ جان کنی کے عذاب میں گرفتار اور

یوں بے قرار رہتا جیسے خشکی میں مچھلی۔ کیونکہ نا جنسوں کی صحبت تھی اور ایک ڈبہ میں مینگنی اور مشک کو بند کر کے تکلیف دی جا رہی تھی۔ یہ تو تکلیف کی اجمالی وجہ تھی۔ اب تفصیلی وجہ سنو! کوئی گدھا تو اُسے کہتا تھا کہ آپ بادشاہوں اور امیروں کا سا مزاج رکھتے ہیں جو کم بولتے ہیں اسلئے آپ بھی خاموش ہیں کوئی مذاق سے کہتا تھا کہ جناب آپ تو محض زخار سے موتی نکال کر لائے ہیں یوں سستے کیوں دیدیں۔ کوئی کہتا تھا کہ جناب اس نزاکت کے ساتھ تو آپ کو تخت شاہی پر بیٹھنا زیادہ ہے۔ ہمارا اصطبل آپ کے قابل کب ہے۔ کوئی گدھا جب خوب سیر ہو کر کھالیتا اور کھانا چھوڑ دیتا۔ تو دعوت کے طور پر ہرن کو بلاتا تھا اور کہتا تھا کہ آج آپ میرے مہمان ہیں آپ میرے یہاں کھانا کھائیں اسکے جواب میں ہرن سر ہلا دیتا تھا اور کہتا تھا کہ مجھے بھوک نہیں ہے کیونکہ میری طبیعت مضمل ہے اس پر وہ جواب دیتا تھا کہ جناب آپ یا تو نخسے کرتے ہیں یا آپ ہماری دعوت کے قبول کرنے کو موجب تنگ سمجھتے ہیں اسلئے احتراز کرتے ہیں اس پر

وہ کہتا تھا کہ آپ ہی کھائیں یہ آپ ہی کی غذا ہے کہ آپ کے اجزاء بدن اسلگ زندہ اور تازہ ہیں۔ میں تو گلزار سے مانوس ہوں کیونکہ میں باغوں کے سایہ میں آرام کئے ہوئے ہوں اگر بفضلے الہی میں اس مصیبت میں پھنس گیا ہوں تو میری پاکیزہ طبیعت وہ حصلت نہیں جاسکتی اور اگر میں فقیر ہو گیا ہوں تو گدا حصلت نہیں ہوا ہوں۔ اور اگر میرا لباس جسم پرانا اور خستہ ہو گیا ہے تو ————— میرا مزاج

ہنوز ویسا ہی ہے ————— میں نے سنبل و لالہ اور سپر غم بہت ہی ناز و نخوت کے ساتھ کھائے ہیں پس مجھے تمہارا چارہ کیا پسند آ سکتا ہے۔ اس کا جواب یہ ملتا تھا کہ چاہے خوب شیخیاں مار لیجئے! مسافرت میں بہت ہی شیخیاں ماری جاسکتی ہیں۔ کیونکہ کوئی جاننے والا تو ہوتا نہیں جو قلعی کھولے اسلئے جو چاہو کہہ لو۔ اس پر وہ کہتا تھا کہ یہ شیخیاں نہیں ہیں۔ بلکہ واقعی امر ہے۔ میری ناف خود گواہی دیتی ہے اور عود و عنبر پر احسان رکھتی ہے۔

لیکن پھر سوچتا تھا کہ جو قوت شامہ درست رکھتا ہو وہ اسے سونگھ سکتا ہے۔ سرگیں پرست گدھوں پر تو اس کی بو حرام ہے گدھوں کا قاعدہ تو یہ ہے کہ دوسرے گدھوں کا رستہ میں پیشاب سونگھتے ہیں ان کے سامنے میں مشک کیونکر پیش کر سکتا ہوں اور وہ اسے کیا سمجھیں گے۔

اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سچا مسلمان دنیا میں کمپرسی کی حالت میں ہیں کیونکہ باوجودیکہ فرشتے ان کے ہمدہم ہیں مگر جو اپنے نہیں ————— یعنی اپنے کو مسلمان کہتے ہیں۔ وہ بھی ان سے بھاگتے ہیں۔ غیروں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ اور راز اس کا یہ ہے کہ وہ لوگ ان کی صورت کو تو اپنا ہم جنس پاتے ہیں۔ مگر ان کے معنی کو مغائر پاتے ہیں اور بونے جنسیت ان سے ان کو نہیں آتی۔ اسلئے ان سے وحشت کرتے ہیں۔

یہاں سے مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چونکہ اہل اللہ صورت میں عوام کے مشابہ ہیں اور معنی میں جدا۔ اسلئے ان کی مثال ایسی ہے جیسے گالیوں میں شیرخو گائے پس تم انہیں دُور ہی سے دیکھنا اور چھڑ نامت اور اگر چھڑو تو گاؤں سے ہاتھ دھو لو۔ کیونکہ وہ شیرخو اس گائے کو پھاڑ ڈالے گا اور گائے کی خصلت یعنی خواب و خور وغیرہ میں انہماک کو تم سے دور کر دے گا اور تمہارا جانور بن چھڑا دیگا۔ اور اب تو تم گائے ہو۔ مگر پھر شیر ہو جاؤ گے۔ پس اگر تم گائے ہی رہنا چاہتے ہو تو شیر کو مت دھونڈو۔

خلاصہ یہ کہ اگر تم شہوات و لذات ہی کو پسند کرتے ہو تو اہل اللہ سے واسطہ نہ رکھو۔ کیونکہ ان کا تو کام تو یہ ہے کہ نفس کو ماریں اور شہوات و لذات نفسانیہ کو چھڑائیں۔ پس اگر تم کو شہوات کو چھوڑنا اور نفس کو مارنا مقصود ہے تو ان سے واسطہ رکھو ورنہ نہیں۔ اب اس استبعاد کو دور کرتے ہیں۔ جو صورت میں گائے اور خصلت میں شیر ہونے پر ہوتا ہے اور فرماتے ہیں۔

کہ جب عزیز مصر کی چشم غیب بین کے لیے غیب کا دروازہ کھلا تو اس نے خواب میں دیکھا کہ سات موٹی گائیں اور بہت فر بہ گائیں ہیں اور ان کو سات ڈبلی بتلی گائیں کھا رہی ہیں۔ اس معلوم ہوا کہ وہ ظاہر میں گائیں نہیں اور باطن میں شیر اور اگر باطن میں بھی گائیں ہوتیں تو گالیوں کو نہ کھاتیں۔ اسلئے وہ استبعاد دور ہو گیا اور ثابت ہو گیا کہ اہل اللہ صورت آدمی ہوتے ہیں مگر ان میں شیر چھپا ہوتا ہے جو آدمی کو یعنی اسکی خصائل ذمیرہ کو کھا جاتا ہے اور اسکو چٹ کر کے آدمی کو ان سے بالکل مجرد و رخی کر دیتا ہے اور اگر وہ اسے تکلیف فدا دیتا ہے تو اس طرح اسکی درد کو فنا

اور خصائل ذمیرہ کو مبدل بہ خصائل حمیدہ بنا دیتا ہے اور آدمی اسکی اس ایک تکلیف فنا سے تمام تکالیف سے نجات پا جاتا ہے اور اس قدر عالی مرتبہ ہو جاتا ہے

کہ گویا آسمان پر پاؤں رکھتا ہے اور بندگی نفس کو چھوڑ کر بادشاہ ہو جاتا ہے۔ اور اس مردگی نفس سے دل زندگی پاتا ہے۔ پس اگر تم کو ان سے خلوص اور اعتقاد ہے تو گاؤ تن کو ان کے حوالہ کر دو۔ تاکہ وہ اسے کھا جائیں اور اگر تم مہمان کو بھوکا مارتے ہو اور ان شیروں کو ان کی غذا نہیں دیتے تو تم پاجی اور بے ہودہ ہو۔ آخر سوچو تو سہی اس گلے کو تم کب تک پالو گے آخر یہ مردار ہوگی اور اس کے بعد خواہ مخواہ تمہیں ندامت ہوگی۔ تم اسے ان شیروں داہل اللہ کے سپرد کیوں نہیں کر دیتے۔ تاکہ وہ اسے قمار دیں اور تمہیں فائدہ ہو۔

تلقہ درکشی۔ اگر تو جسم کی قرانی پیش نہیں کرتا ہے تو گویا قریش کی لہانی ادا نہیں کرتا ہے۔ لاؤ تن۔ لا عمار جسم ناپوگا تو قبر و خرمندہ ہوگا۔ در بیان۔ حضرت ابراہیمؑ کا رجا کو ذبح کرنا اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ انسان کو شہوت پرست نہ ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا کہ اس غلام کو ذبح کرنا میری عبادت تھی نہیں۔ لا اراہ اللہ پر ہے والا شہوت۔ ایک شہوت پرست ہندو کرتا۔ چونکہ اس انسان کی عبادت کے لئے شہوت ضروری ہے اور حضرت آدمؑ اپنے آپ کو خضی بنا لیے۔ ودار۔ خضف۔ اظہار تے۔ راقم انسان کو چلانے کے لئے مضبوطی حاصل کرنا ہے۔

در بیان آنکہ کشتن خلیل علیہ السلام خروس اشارت
اس کا بیان کہ حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کا مرنے کر مارنا
بقیغ و قہر کدام صفت بود از صفات مذمومات مہلکات
مرید کے باطن کی ہلک اور بڑی مالت میں سے کوئی صفت کو زائل کرنے
در باطن مرید
اور مغلوب کرنے کا اشارہ تھا

چند گونی ہیمو زارغ پر نفس
مگر جسے کہے کی طرح کب تک ہوگا؟
حکمت کشتن چہ بود آخر یگو
آخر تلے مارنے کی کیا حکمت تھی؟
گفت فرماں حکمت فرماں بگو
انہوں نے فرمایا اس کا حکم حکم کی حکمت بتاؤ
شہوتی ہست او و بس شہوت سپر
وہ شہوت والا اور شہوت پرست ہے
گر نہ بہر نس بوئے لے وھی
لے وھی! اگر وہ نسل کے لئے ضروری نہ ہو
گفت ابلیس لعین دادار را
لعون شیطان نے اللہ (تعالیٰ) سے کہا

اے خلیل از بہر چہ کشتی خروس
لے خلیل! اگر آپ نے مرنے کو کید مارا؟
تا سنج گرم آں را مویو
تاکہ میں روئے دے شہوتی اللہ کہی
تا مہتل گرم آں را من بجاں
تاکہ میں اس پر دل دیاں والا اللہ نے میں
زاں شرابے ہر ناکے از مت
میں زہر لے بہرہ مشاب سے مت
آدم از نکلش بگرے خود خضی
حضرت آدمؑ اس کے بیک پر چاہے نکلی
دام ز فتنے خواہم ایں شکار را
میں اس شکار کے لئے مضبوطی حاصل چاہتا ہوں

اے زور کیم ادا تالی نے
 اس کو چاندی سوا دکھایا کہ
 یہ مال موجود ہے اس سے
 انسان کو تپاس ملے ہے۔
 گفت شیطان اس حال کو
 ناکامی سمجھ کر بخیرہ سوچا۔
 پس اس کے بعد ادا تالی
 نے اس کی عمدہ قسم کا سوا اور
 جواہر دکھائے کہ یہ مال کافی
 ہے۔ آج اس افسوسناک شیطان
 نے کہ میں اس سے فریب
 چال چاہتا ہوں۔
 اے جربہ صفت حق ماننے
 نے اس کو عمدہ غذا میں اور
 فائزہ میں بیٹے کان سے
 افسانوں کو کہا اس نے گفت
 یا رب۔ جس شیطان نے یہ بصر
 ہی کیا کہ اس سے زیادہ صبرا
 چال چاہتا ہوں تاکہ جس کو
 ناکس میں کر دوں گے اور وہاں
 خدایوں سے ملنا چھو جائے۔
 اے دام و آہ ادا شیطان نے
 کہا ایسا سخت حال ہے جس
 میں بیٹے سے بڑا سوا درخشاں
 بنے جو جربہ صفت ادا تالی
 نے اس کو چھپانے کیسے
 شراب پرورد شیطان کے
 سامنے کھانا چھپو رہی ہو
 مشکوٰۃ صفت ادا تالی
 شیطان نے ادا تالی کی صفت
 شفیق کو کچھ داکتے کے سنو
 سے جھگڑا دے۔ اے کچھ کچھ
 موبین ادا تالی کی صفت
 ہادی کے نظریہ میں ہے اور ادا تالی
 نے کہا دکھایا کہ وہ ایک میں
 گوشت کے پڑے اور تالی کو کہنے
 تو مجھے میں صفت شفیق کا
 نظریہ سمجھتا چاہیے۔
 اے جربہ صفت ادا تالی
 نے موبین کے مشن کا گفت

زور کیم و گلہ آپش نمود
 سزا اور پائی اور کھڑوں کا قتل نمود
 گفت شایاش و ترش آویختہ لیج
 بولا آفری ہے اور زور و ترش سے تھوڑی نکال
 پس زور کو ہر زمرہ ہما خوش
 تو سنا اور جواہر عمدہ کا زور سے
 گیر اس دام و گر راے لیں
 اے موبین! یہ دوسرا چال اپنے لے
 چرچہ شیریں شرابا ت نہیں
 چنے بیٹے دکھائے اور حق پرست روایت
 گفت یارب مثل ازین اہم مد
 بولا اے خدا! میں اس سے زیادہ مدد چاہتا ہوں
 تاکہ تانت کہ ترو پر دلند
 تاکہ تیرے دوست جو زور اور بہادر ہیں

تابدیں دام و رسنہائے ہوا
 تاکہ تانت کے اس حال اور تیروں کی چوہے
 دام و گیر خواہم سلطان
 اے خدا! تقدیر میں دوسرا چال چاہتا ہوں
 خمر و جنگ آورد در پیش و نہاد
 ادا تالی شراب اور تندرستی لایا اور دکھایا
 سوائے اضلال ازل پیغام کرد
 اس نے ازل صفت ادا تالی کو پیغام دیا
 نے یکے از بند گانت موسیٰ
 کیا تیرے بندوں میں موسیٰ نہیں ہیں؟
 آب از مر سوعناں را و آشید
 پانی نے ہر جانب سے اپنی باگ کھینچی
 چونکہ خوبی نناں با او نمود
 جب مرد قہر کا حسن اس کو دکھایا

کہ بدیں تانی خلاق را رابود
 کرتا آتے لوگوں کو ایک کے
 شد تر خجیدہ و ترش سمجھوں ترنج
 رنجیدہ اور تیروں کی طرح ترش سمجھوں
 کرداں پس ماندہ را حق پیش
 ادا تالی نے اس کو ہر دود کے آگے کر دینے
 گفت ازین افسوس اے موبین
 بولا اے موبین! دوسرا چال اس سے بڑھ کر ہے
 وادش و پس جامہ ابریشمیں
 اور بہت سے ریشمیں پہنے اے اس کو دینے
 تاب بندم شاں و بختل بن مسمد
 تاکہ میں اس کو مروج کی ریشم میں بادلوں
 مرد و ارکان بند مارا بگلند
 ان ہندوؤں کو مردانہ دار توڑ دیں

مرد تو گردد ز نامرداں جدا
 اے جربہ صفت مرد نامردوں سے جدا ہو جائیں
 دام مردانہ از حیلست یا سخت
 جو چال انسان کو کھجائے والا سخت چلنا زور
 نیم خندہ زردباں شد نیم شاد
 وہ قہر لاسا ہنسا اور اسی پر آدھا راضی ہو گیا
 کہ برآر از قہر بحر گفتہ کرد
 گفت کے سمندر کی کھجائے سے گردن کا لا
 پردہ ہادر بحر آواز کرد بست
 انھوں نے سمندر میں گرد کے پڑے ادا تالی نے
 از تک دریا نغماے برجید
 دریا کی گہرائی سے غبار اٹھا
 کہ قرار و صبر مرداں می رابود
 جو مردوں کا صبر و تندرستی ادا تالی نے

پس زرد انگشک برقصا بر دستا
 کواں لے چکی بھائی اور تاجپے لگا
 چوں بدیاں چشمہائے پر خار
 جب اس نے وہ نشیل آنکھیں دیکھیں
 واں صفائے عارضائے لالہاں
 اکی مشغول کے زخار کی وہ مصیبات
 یونے و خال ابرو و لب و چہل شقی
 چہرہ اندک اور ابرو اور عقیق جیسے جوش
 قد چوں صر و خرا یاں در زمین
 ایسا قدر میاں کہ چن میں روم خسار
 دید او آں غنچ بر جنت ابریک
 اس نے وہ بارو انا دیکھی تو فوراً اچھلا

کہ بدہ زو تر رسیدم بر مراد
 کہ بہت جلد دیکھنے میں مقصد کو پہنچ گیا
 کہ کند عقل و خرد را بمیقار
 جو عقل اور خرد کو بے قرار بنا دیتی ہیں
 کہ سوز و چوں سینہ این دل برا
 کہیں پر یہ دل کاٹنے والے کی طرح جتا ہے
 گوشتا خور تافت از پردہ فریق
 گوشتا باریکہ جہاں سے سورج جگمگ رہا ہے
 غلبہ چوں یاسمین و نسترن
 زخارہ جنیل اور محلی سبوتی جیسا
 چوں تجلی حق از پردہ تنگ
 جو ایک پرے میں سے افق (قلم) کی تجلی کی
 طربا نور

خیطان کوڑھا با توہ طیکان
 کہانے کا اور خون سے تاجپے
 لگا کہ اس پر زخار پڑا ہو گیا
 تہہ چمکا دید۔ اس شمع
 جو تھے غریب سرطاب کے یوں
 مغرب میں برجست اس کی خیرا
 ہے کہ یہی ان صدف کی اس
 چیزوں کو دیکھ کر وہ حیرت سے
 اچھلا پڑا جہاں سے کہیں
 اس وقت کی مست آنکھیں۔
 غرقہ عقل۔ مایہ نور۔ جہاں
 ہے کہ کلاؤں جو غرقہ ہو
 دیکھ کر کہنے لگے آگ بر لالہ ہوا
 ہے اور وہ پتلی ہے یہ عقیق۔
 عقیق صبح تجھ کو سر پہ لٹا
 کہ تیرے ہی ہاتھ ہے۔
 لگا گویا چہرے کا منظر تھا
 جیسا کہ باکوب پر لکھ سے سورج
 نظر آئے۔

عالمے شد والہ و حیران و رنگ
 ایک جہاں سرگشتہ اور حیران اور رنگ ہو گیا

زاں کرشم و زاں لالہ نیک تنگ
 اس کرشم اور لالہ شوق اپنے ناز سے

لہ لہ۔ اب جیون کی تمام
 چیزوں نے دنیا کو دھارنا کر لیا
 ہے۔ وال۔ لالہ اور ناز تنگ
 شوق آدم جیون کے دل
 پر شوق کی یہ کیفیت کہ اس
 کے خواب کے وقت تمام فانی
 لکھو سمجھ کر کہی ہے اور اس میں
 جانے کے بعد اس کی حالت
 آدم کی ہی ہوتی ہے جو جنت
 حورم کو اپنے گئے تھے گفت۔
 وہ جین آہیں ہر تلہ کہ لگے
 نکال کے بعد زوال و جنت۔
 اس کو جواب دے کہ زیادہ
 چنے کے سوا ہے تجریش جس
 طرح حضرت آدم جنت سے
 نکلے تھے وہی طرح اس میں کہ
 جبریل جیون کے زمرے اور
 حسن کی دولت سے ماہر حال
 دیتے ہیں۔

تفسیر لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ
 بے شک ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا پھر ہم نے اس کو کمزور سے کر کے
 سَافِلِينَ وَمَنْ نَعْتَمِدُ لِنُكْسِهِ فِي الْخَلْقِ أَفَلَا يَعْقِلُونَ
 طرف قرار دیا اور جس کو ہم (زیادہ) مہر دیتے ہیں اس کو بنا دیتے ہیں کہ وہ نہیں سمجھ سکتا

آدم و جن و ملک ساجد شدہ
 جیون کے بننے، آدمی اور جاندار تھے سجدہ کرتے تھے
 گفت آو خ بعد متی نیستی
 اس (مہین) نے کہا کہ آدم کے بعد فنا
 جبرئیلش می کشاند منو کشاں
 جبریل (میں) کو بال پر کر لکھتے ہیں
 گفت بعد از عرایں ذلال است
 اس نے کہا تو مجھے بعد یہ ذلیل کرنا کیوں ہے؟
 جبرئیل اسجدہ میگردی بجای
 لے جبریل (دل) وہاں سے سجدہ کرتا تھا

ہمچو آدم باز معزول آمدہ
 پھر وہ (مہین) آدم کی طرح معزول ہو گیا
 گفت جرمت اینکہ افزوئی ستی
 اس نے کہا، تیرے تصور یہ ہے کہ تو زیادہ فتنہ
 کہ پروزیں خلد و ز جوق خوشاں
 کہ اس جنت اور جیون کے فخر و شرف سے محال
 گفت آں ارست است اینست اوست
 (جبریل نے) کہا وہ عطا میں اور تیرے لئے فتنہ
 چوں کنوں میرا نیم تواز چناں
 تو اب مجھے جنت سے کیوں نکالتا ہے

آدم کی ہی ہوتی ہے جو جنت
 حورم کو اپنے گئے تھے گفت۔
 وہ جین آہیں ہر تلہ کہ لگے
 نکال کے بعد زوال و جنت۔
 اس کو جواب دے کہ زیادہ
 چنے کے سوا ہے تجریش جس
 طرح حضرت آدم جنت سے
 نکلے تھے وہی طرح اس میں کہ
 جبریل جیون کے زمرے اور
 حسن کی دولت سے ماہر حال
 دیتے ہیں۔

بہت دور۔ وہ عیسٰی جبریل
سے کہتا ہے کہ اس عزت کے
بہت بڑے وقت کیوں ہوئی۔ آں
راست جبریل جواب دیتے
ہیں کہ میں معاف نہیں
ہوں۔ یہ وقت انصاف کا تھا۔ صابر
جبریل۔ وہ عیسٰی کہتا ہے کہ اے
جبریل پہلے تو مجھے سجدے کرتا
تھا اب تو میں کی جنت سے
مجھے کہیں نکال رہا ہے۔

تک مگر میں میں کعبہ
سے ایسا ہی محروم ہوا جا رہا ہوں
جیسا کہ دوزخ میں خزاں میں چوں
سے نکلے گا۔ اور دوزخ میں ہے۔
شمار گر جب تک کمال کو دوری
ہوئی ہے فرق سڑکی انگ۔
عشق خوش شش شدہ ٹیکل۔
آتش گھنا۔ بیان۔ بھلا بشرق
کے ذکر بھی لے کی کڑی سے تشریح
لے آواز شروع ہوئی دوزخ
دھڑان کا رنگ زور دہتا ہے۔

زہرہ زناں عورت ڈاکو کی
ہے۔ گھر۔ دوزخ اپنے میں جڑ
خوبی گٹ جاتی ہے۔ تاکہ
جو شخص بڑے بڑے پہلوان
کو ٹپ میں دبا لیتا تھا انکس
کی حالت ہے کہ لوگ شرم
بل میں ہاتھ دے کر سہارا
دیں تو وہ مل بھی نہیں سکتا
ہے۔ آں۔ بڑھاپے کے آثار
موت کا بیٹا مہ دیتے ہیں۔

تک دیکت جس شخص کو زہر
حق میں ہو گیا ہو بڑھاپا میں
کے لئے نقصان وہ نہیں ہے
شستی۔ ایسے انسان کے
اعضاء کی شستی موت کی
شستی کی طرح ہے جو قسم
ہیے پہلوان کے لئے بھی
باعث رشک ہے۔ اگر جبریل
ایسا انسان مڑتا ہے تو میں

تک مل می پیر دوزمن در امتحاں
ایں آواز میں میری بوشاک ہوئی ماری
آں رُخے کہ تاباں و بدماہ وار
دو رخ کہ جو یک میں ماند جیسا تھا
واں سر آں فرق کش شش شدہ
وہ سر اور وہ عیسٰی ملک جلتی ہوئی
واں قدر قصان نازاں میں خاں
وہ عیسٰی جیسا قص اور ناز کرتا ہوا تھا
برف گشتہ نموی ہیچوں پیر زراغ
کوتے کے پردوں کی طرح کے بال ہوت جگتے

رنگ لاگشتہ رنگ عفران
لا کا رنگ زعفران میں گیا
چشم چوں زکس شدہ پیر مردہ
زکس جیسے آنکھ مر جیبت گئی
آنکہ مردے بغل کرے بغن
جوں کے زریہ بیمار کوٹیل میں دبا لیتا تھا
ایں خود آثار غم و پیر و گیت
یہ خود غم اور بزرگ کے آثار ہیں

پہچو برگ از نخل در فصل خزاں
جیسا کہ خزاں کے موسم میں کھجور سے پتے
شد بہ پیری ہیچو پشت سوسمار
بڑھاپے میں وہ گرد کی پشت کی طرح ہو گیا
وقت پیری ناخوش و صلح شدہ
بڑھاپے کے وقت بد صورت اور گئی ہو گئی
گشت در پیری دوتا ہیچو کماں
بڑھاپے میں کمان کی طسعد دھرا ہو گیا
دز شش زوی گشتہ داغ داغ
اور مجڑوں سے چہرہ داغ داغ ہو گیا

زور شیرش گشتہ چون ہرہ ناں
اس کی شیر سی حالت دوزخ کے پتے کی طرح ہو گیا
گرمی اعضا شدہ افسردہ
اعضا کی گرمی ٹھنڈ ہو گئی
می بگیر بندش بغل وقت شدہ
چلنے کے وقت لوگ اس کی انگلیں چھاتھ میں
ہر کے زینہا رسول مر گیت
ان میں سے ہر ایک موت کا بیٹا ہو گیا

تفسیر (الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ)
مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کے لئے دوزخ میں جہنم والا اجر ہے۔ کی تفسیر

یکت اگر باشد قریش نور حق
لیکن اگر اٹھ اٹھ لے، کا دوزخ میں کما جی ہو
شستی اور ہمت چیں شستی
اس کی شستی موت کی شستی ہے
گر میرا شتخوش غرق ذوق
اگر وہ بانیے تو اس کی دھان ذوق میں غرق ہیں
وآنکہ نورش نیست بارغ بے مثر
جس کو نور ماس نہیں بڑھ بے پیل کا باغ ہے

نیست از پیری و در نقصان
بڑھاپے سے اس کو کوئی نقصان اور پریشان نہیں
کا دزائش شتیش رشک بر قسم
کیے دوزخ اس کی شستی پر قسم کو رشک ہے
زہرہ زہرہ اش در شعاع نور شوق
اس کی زہرہ زہرہ شوق کے نور کی شعاع میں ہے
کز خراش می کند زیر و زبر
اس کو ہر قسم خزاں تو بالا کر دیتا ہے

گل نما اند غار ہا ماند سیاہ
بھول ختم ہو جاتے ہیں کاٹے کلاے پڑ جاتے ہیں
تاچہ زلت کردایں باغ اے خدا
لے اٹھ اس باغ سے کی نہیں ہوئی
خوشتن را دید و دید خوشتن
اٹھنے اپنے آپ کو دیکھا اور خود بینی
شامیے کز عشق او عالم گریست
دہ مشرق جس کے عشق میں دنیا روئی تھی

جرم آنکہ ز یور عاریہ بست
غلط یہ ہے کہ اس نے انگ ہوا زور پہنا
واستائیم آنکہ تا نادانہ یقین
میں واپس لے لیتا ہوں تاکہ یقین آجائے
تا باندہ اند کا کل عاریہ بود
تاکہ وہ جان جائے کہ وہ باس انگ ہوا تھا
اں جمال و قدرت و فضل و ہنر
اس عشق اور طاقت اور فضل و ہنر نے
باز می گردند چون استار
ستاروں کی طرح واپس ہو جاتے ہیں
پر تو خورشید شتابا جا بگاہ
سورج کا مکس اپنی جگہ چسلا گیا
آنکہ کرواؤ در رخ خوبانت رنگ
وہ جس نے مشرق کے چہرے پر بچے چڑھ کر
شیشہ ہائے رنگے رنگ لٹا کر
رنگ برنگ کے شیشے اس پر
چوں نہ اند شیشہ ہائے رنگ رنگ
جب رنگ برنگ کے شیشے نہ رہیں گے
خوی کن بے شیشہ دیدن نور را
نور کو بغیر شیشہ کے دیکھنے کی عادت ڈال

زردو بے مغز آمدہ چون تل کا
پیدا اور لپٹ پھیل کے ہو گیا ہر طرح گھاس گھیر
کہ از وایں مٹھا گرد و جدا
کہ اس کا یہ لباس جدا ہو گیا
زہر قتال است ہیں اے مٹھن
اسے مٹھن کے بارے: قاتل زہر ہے
عالمش می انداز خود جرم چیست؟
انکو دنیا اپنے پاس سے بھگائی ہو کیا غلط ہے؟

کرد دعویٰ کایں حل بلک مست
دعویٰ یہ کیا کہ یہ میرا لباس ہے
خرمن آن ماست خواباں خوشترین
کھدیاں ہماری ملکیت ہے میں انکے خوشتر ہیں
پر تو بے بوداں ز خورشید وجود
وہ وجود کے سورج کا مکس تھا
ز آفتاب حسن کردایں سو فر
اس باغ حسن کے سورج سے سفر کیا تھا
نور اں خورشید ازیں دیو لہا
اُن دیواروں سے سورج کے نور
ماند ہر دیوار تاریک و سیاہ
ہر دیوار کا کی اور سیاہ رہ گئی
نور خورشید رست از شیشہ رنگ
وہ رنگے شیشے سے سورج کا نور ہے
می نماید این چنین رنگین کا
بیس رنگ رنگین دکھائے ہیں
نور بیز رنگ کنداں گاہ رنگ
اس وقت وہ بے رنگ نور بے جزئی کر دیا
تاچہ شیشہ بشکند بنو دمی
تاکہ جب شیشہ ٹوٹ جائے تو اندھا بنی نہ ہو

کی رنگ دپے میں خدا سے
لے کا شوق ہر اوج پہنچا ہے
لے تاکہ جو شخص اس نور
خداوندی سے محروم ہے اس
کی مثال ہے پس کے باغ کی
سی ہے جس کو خزان تر و لا
کردی ہے حل۔ ایسے باغ
کا خزان میں یہ مال ہوتا ہے
کہ پھولوں کی جگہ سیاہ کاٹنے
لے لیتے ہیں اور لے لے کر
کی طرح بیجا بن جاتا ہے
تاچہ۔ اس باغ کا کی جرم ہو
خوشتر۔ اس باغ میں خود
جین تھی جو بہت فراہم ہے۔
شاہدے جس مشرق کے خوشتر
ماں نہ تھا اب ہی مال ہو
اپنے پاس سے بھگائے اس
لے جرم۔ اس کا جرم یہ کہ
یہ اس حسن کو اپنی ملکیت سمجھتا
تھا۔ و استائیم ہم اس حسن
کو اس نے واپس لے لیتے ہیں
تاکہ اس کو معلوم ہو جائے کہ
حسن در اہل ہمارے ملکیت
ہے اور دنیا کے مشن ہمارے
خوشتر ہیں۔ تاکہ وہ جین
یہ بھگائے کہ جس کا لباس
انگہا ہوا اور باری قتلے کی
ایک بکلی تھی۔ آں حال تمام
خوبیاں اٹھ کی میں کا سات
اس کا نظیر ہے۔ آری گھنڈ
یہ تمام خوبیاں کائنات میں
ملوث ہیں۔ پھر اپنے مرکز کی
طرف دیکھیں ہوجاتی ہیں انگو
کر د کائنات میں کی کا لہو
ایسا ہی ہے جیسے سرنگے
آئینہ میں سے سورج کی کرنیں
نکلنے۔
لے شیشہ جس طرح
وہ نور ایک رنگ کا ہے کہ
مختلف شیشوں میں سے مختلف

آئے اہل وے ترک غارت سازہ
 اے موت سے دیہات کو نمٹنے والے ترک
 واد ہدایشان بیدیزندہاں
 وہ نہ کہ واپس روگئی وہ انہیں کو نہ کہ نہیں کر گئی
 صوفیم و خرقہا اندھیم
 ہم صوفی ہیں اور ہم نے چھوڑے آثار دیے ہیں
 ماعوض دیدیم و انگڑوں غرض
 ہم نے بدل لیا ہے اور پھر بدل ہی کیا
 زاب شور مہلکے بیروں شدیم
 ہم ٹھگ کھادی پانی سے باہر آ گئے ہیں
 آنچہ کردی اے جہان دیگران
 اے دنیا! تو نے جو کہ دوسروں کیساتھ برتی
 بر سر تریزیم مابہر خدا
 ہم خدا کے لئے تیرے سر پرانے ہیں
 تابدانی کہ خدائے پاک را
 تاکہ تو جان لے کہ خدائے پاک کے
 سبقت تزیویر دنیا بر کنند
 دنیا کی سکاری کی موتیں کھا دیتے ہیں
 این شہیداں باز نو غازی شد
 یہ شہید از سر نو غازی ہو گئے ہیں
 قفل مشکہار لطفش حل شد
 پس کی ہرانی سے مشکوں کا قفل کھل گیا
 نا امید رفت امید آمد
 مایوسی ختم ہوئی امید پیدا ہو گئی
 سر بر آوردند باز از نیستی
 وہ عدم سے پھر سر موجود ہو گئے
 تابدانی در عدم خورشید است
 تاکہ تو سمجھ لے کہ عدم میں بھی سورج ہے

ہر چہ بردی زیں شکو لای بازہ
 ان شکو گزاردن کا ہر چہ کہ نے جینا ہوا پس دے
 زاکمہ منعم گشت انداز رخت جا
 کیونکہ رخت کے سامان سے وہ بالدار گئے ہیں
 باز ستایم چوں در با ختم
 جو کہ ہم نے ان کو دارا ہے ہم دوبارہ نہیں گے
 رفت از حاجت حرص و غرض
 ہم سے حیرت اور حرص اور غرض دور ہو گئی ہے
 بر حریق و چشمہ کوثر زدیم
 شراب اور حوض کوثر پر مقیم ہو گئے ہیں
 بیوفائی و فن و ناز گراں
 بے وفائی اور چاہ کی اور بھاری ناز
 کہ شہیدیم آمدہ اندر غرا
 کیونکہ ہم توجہ باد کے شہید ہیں
 بندگاں مستند پر حملہ ویرا
 حلا اور جنگ سے بڑا بھی، بند ہے ہیں
 خیمہ را بر باروی نصرت مند
 مدد خداوندی کے قلعہ جند کا راہیتے ہیں
 ویں اسیراں باز بر نصرت زدند
 یہ قیدی پھر بدر پر آمادہ ہیں
 نفس کا فرزا کہاں بسمل شد
 کافر کا نفس اچانک ترخہ نکلا
 گشت مسجد ناگہاں میں بستند
 یہ نبوت خانہ اچانک مسجد بن گیا
 کہ بہ ہیں مارا کہ اکہ نیستی
 ہمیں دیکھو تو اندھا تو نہیں ہے
 وآنچہ اینجا آفتاب اینجا شہادت
 جہاں سورج ہے وہاں اکا ستارہ ہے

انہی اپنی مزدورت کی کم
 کر کے دوسروں پر خرچ کرتا
 ہے تب آخرت میں اس کو
 بدلہ ملے گا۔ جزو۔ جوسنی
 دوسروں پر خرچ کرے گا
 دولت آخرت اس کے ہاتھ
 آئے گی۔ خوش گذر۔ اظہار سامان
 بدلہ دے گا۔ خوش گزرے گا اور
 جو کہ انہوں نے خرچ کیا ہے
 انکو رخصت کر دیا جائے گا۔
 اے صوفیم وہ کہہ میں گے
 ہم صوفی ہیں ہم گندہ منشا
 چکے ہیں ابسب کھادی ہیں
 نہیں گے۔ آغوش۔ اب
 اللہ قائل ہے ہم وہ بدلہ
 عطا کر دیا ہے جس کے بدلہ
 ہمیں دنیا کی حرص و حاجت
 نہیں رہی ہے۔ زاب شور۔
 دنیاوی چیزیں ہنزلہ شور
 پانی کے ہیں اور کھوکھلی کی
 آغوشیں ہنزلہ شور ہیں۔ آنچہ
 کردی۔ یہ انسان دنیا کو
 کہہ دیتے کہ شہید ہیں
 راہ خدا میں سے ہیں تیری
 جولوہا میں کو چرے شہید
 مارتے ہیں۔ ناگہانی تاکہ یہ
 دنیا پر چمکے کہ خدا کے وہ
 بندے بھی ہیں جو دنیا کو
 پرکھتے ہیں۔
 اے سبقت۔ یہ مردان خدا
 دنیا کی موتیں کھا دیتے ہیں
 ہم اور اللہ کی مدد کے قلعہ
 بدر جند الہا رہتے ہیں۔
 شہیدیاں۔ جو لوگ فنا کے بدلہ
 بقا کا درجہ حاصل کرتے ہیں
 وہ از سر نو زندہ ہوجاتے ہیں۔
 فتنی مشکہار۔ ان کی جسد
 مشکات یعنی خداوندی سے

زندگی نصیب ہوگی تاکہ۔ اور زار اندھا۔ تاجانی۔ عالم غیب میں ایسے سورج ہیں کہ دنیا کا سورج ان کے مقابل میں شہا ستارہ ہے۔

کس جانی ہیں انسان کا لڑ
 نفس میل ہوتا ہے
 ۱۵ تا ۱۶ آئیدی مناسے
 جو آئیدی پیدا ہوتی تھی
 وہ سب اسید سے بدل
 گئی ان کے لئے یہ دنیا
 پاک جگہ ہو گئی ہرگز آؤ نہ
 فنا کے بعد پھر ان کو ادبی
 ملے دردم۔ نیستی ہی ہستی
 ٹھہر کیے ہو سکتی ہے ہفتہ
 نیستی اور ہستی دو متضاد
 چیزیں ہیں ایک دوسرے
 میں کبھی ہونی کیے ہو سکتی ہیں؟
 کونسا پر مشتبہ۔ بخیر
 سوال کا جواب ہے۔ ایسے
 ہی ممکن ہے جیسا کہ غلط
 سے نہ نہ پتہ پیدا ہوتا ہے۔
 کہ عدم۔ نام ماہدوں کی
 اسیریں فب اور عدم سے
 وابستہ ہیں۔ فرد کا نہ یہ مفکا
 جس نے نیک صریح کہے اپنی
 کوئی غالی کہ وہ اس
 پہلے بار ہوش ہے جو۔۔۔
 فی الحال عدم ہے اور
 کہتا ہے کہ عدم سے
 وجود میں آئے گا۔
 ۱۷ و بعد۔ لہذا انسان

در عدم ہستی برادر چوں بود
 اے بھائی! عدم میں درجہ کس طرح ہوتا ہے؟
 بخیر، بخیر! حق میں المیت بدان
 سمجھ لے وہ مرنے سے زندہ پیدا کر رہا ہے
 مرد کا زندہ کہ انبارش نہیں ہست
 وہ کاشتکار جس کا کھسبان غالی ہے
 کہ بروید آں ز سوائے نیستی
 کہ وہ عدم میں سے آگ آئے گی
 و مبدء از نیستی تو منتظر
 تو ہر وقت عدم کا منتظر رہ
 نیست دستور کی کشادہاں لا زرا
 اس راز کو کھلنے کی اہ زنت نہیں
 پس خزانہ صنع حق باشد عدم
 اللہ تعالیٰ کی کارگری کا خزانہ عدم ہے
 و مبدء آمد حق و مبدء آن بود
 اللہ (آقائے) کو کاؤ کر نیرلا اور کجاؤ کر نیرلا اور کجا

ضداندر ضد چوں ملوں بود
 مندا ضد میں کیسے پر مشتبہ ہوتی ہے؟
 کہ عدم آمد امید عابدان
 عدم میں عبادت گزاروں کی امید ہے
 شاد و خوش نے بر امید نیستی ست
 کیا وہ عدم کی امید پر خوش و خرم نہیں ہے؟
 فہم کن گرو واقف مغیبتی
 سمجھ لے، اگر تو حقیقت کا جان کا ہے
 کہ بیانی فہم و ذوق آرام ویز
 تاکہ تو آرام اور کلا کا ذوق اہل علم حاصل کرے
 ورنہ بغداد کے گنم انجما زرا
 ورنہ میں انجماؤ کو بغداد بنا دیتا
 کہ برآرد زوعطا ہا و مبدء
 کیونکہ وہ اس سے بچے در پے عطا برآمد کرے
 کہ برآرد و فرع بے اہل و سند
 جو بغیر جراثیم اصل کے شائع پیدا کر دے

کہنے والا یعنی عدم کو مجبور بنا دیتا
 ۱۸
 ۱۹
 ۲۰
 ۲۱
 ۲۲
 ۲۳
 ۲۴
 ۲۵
 ۲۶
 ۲۷
 ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰
 ۴۱
 ۴۲
 ۴۳
 ۴۴
 ۴۵
 ۴۶
 ۴۷
 ۴۸
 ۴۹
 ۵۰
 ۵۱
 ۵۲
 ۵۳
 ۵۴
 ۵۵
 ۵۶
 ۵۷
 ۵۸
 ۵۹
 ۶۰
 ۶۱
 ۶۲
 ۶۳
 ۶۴
 ۶۵
 ۶۶
 ۶۷
 ۶۸
 ۶۹
 ۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰

۱۱
 ۱۲
 ۱۳
 ۱۴
 ۱۵
 ۱۶
 ۱۷
 ۱۸
 ۱۹
 ۲۰
 ۲۱
 ۲۲
 ۲۳
 ۲۴
 ۲۵
 ۲۶
 ۲۷
 ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰
 ۴۱
 ۴۲
 ۴۳
 ۴۴
 ۴۵
 ۴۶
 ۴۷
 ۴۸
 ۴۹
 ۵۰
 ۵۱
 ۵۲
 ۵۳
 ۵۴
 ۵۵
 ۵۶
 ۵۷
 ۵۸
 ۵۹
 ۶۰
 ۶۱
 ۶۲
 ۶۳
 ۶۴
 ۶۵
 ۶۶
 ۶۷
 ۶۸
 ۶۹
 ۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰

شرح

اچھا! تم کوئے کی طرح کب تک ایک ہی رٹ لگائے جاؤ گے
 اس گفتگو کو چھوڑ دو۔ اور پوچھو کہ اے خلیل! آپ نے مرغ
 کو کیوں ذبح کیا۔ [فاشلہ: دلی محمد نے کہا ہے کہ بھجوزاغ مصرع ثانی میں متعلق
 ہے اور معنی یہ ہیں کہ اے خلیل! تم نے زاغ کی طرح خرو و س کو کیوں مارا۔ ادا الزنج
 عندی ما قلت و اللہ اعلم] بتلائے تو سہمی اس میں حکمت کیا تھی۔ تاکہ اس پر مطلع ہو
 کہ میرا بال بال اس خدا نے حکیم و علیم کی تیج کرے۔ جب پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا

کہ میسر لحاظ سے تو حکمت یہ تھی کہ مجھے حکم ہوا تھا۔

اس پر یہ سوال ہوا کہ اچھا۔ اس حکم کی حکمت کیا تھی۔ تاکہ میں اس پر مطلع ہو کر بھان و دولے کہوں لا الہ الا اللہ العلیم الحکیم۔ اس کا جواب یہ ملا کہ وہ شہوت ناک اور بنائیت شہوت پرست اور اس زہریلی اور یہودہ شراب شہوت سے مست تھا بنا بریں وہ واجب القتل تھا۔ ان سوالات و جوابات حالیہ سے فارغ ہو کر مولانا شہوت کی مذمت فرماتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ واقعی یہ شہوت ایسی بے ہودہ چیز ہے کہ اگر حق سبحانہ کو بقائے نسل مقصود نہ ہوتی۔ اور وہ اس کی برائی کو لوگوں سے مخبر نہ کرتا تو اس کی شرم سے آدمی خسی ہو جاتا۔ اس کی برائی کا تم واقعہ ذیل سے ادراک کر سکتے

ہو۔ وہ واقعہ یہ ہے — شیطان نے حق سبحانہ سے درخواست کی کہ مجھے شکار انسان کے لیے ایک زبردست جال کی ضرورت ہے لہذا عنایت فرمایا جائے اس پر چاندی، سونا اور گھوڑے وغیرہ اسکو دکھلائے گئے اور کہا گیا کہ تم ان سے انکو پھانس سکتے ہو۔ اس کا جواب میں اس نے کہا کہ واہ حضرت واہ! بھلا یہ ان سے کب قابو میں آئے گا۔ غرض کہ اود ناخوش ہوا اور غصہ کے مارے

لٹک گیا۔ اس کے بعد اعلیٰ درجہ کی کانوں کے جواہرات اس کے سامنے پیش کئے گئے اور کہا گیا کہ ملعون لے یہ جال لے۔ اس پر بھی اس نے قناعت نہ کی اور کہا کہ لے بہتر مددگار! یہ کافی نہیں ہے اور دے اس پر مرغ و شیریں... غذائیں قیمتی شربت اور ریشمی کپڑے عطا فرمائے۔ اس نے اس پر بس نہ کی اور کہا کہ مجھے اس بھی زیادہ اعانت کی ضرورت ہے۔ تاکہ میں ان کو جال میں پھانس سکوں اور تاکہ تیرے عشاق جو مرد اور بہادر ہیں اس جال کو توڑ نہ سکیں اور تاکہ تیرے مرد اس جال اور ان خواہش نفسانی کی رسیوں کے ذریعہ نامردوں سے ممتاز ہو جائیں۔

پس میں ایک اور جال مانگتا ہوں مگر معمولی جال نہیں۔ بلکہ وہ جال جو مردوں

کو بچھاڑنے والا اور نہایت چالاک ہو۔ اس پر شراب اور پانی... اس کے سامنے رکھے گئے اسے وہ مسکرایا اور کچھ خوش ہوا۔ اس کے بعد حق سبحانہ کی سمفٹ اضلال سے درخواست کی۔ کہ ہنوز امتحان کی تکمیل نہیں ہوئی۔ آپ بحر امتحان سے گرد نکال دیں یعنی امتحان کو انتہا تک پہنچادیں۔ آپ کی شان ارفع و اعلیٰ ہے دریا سے گرد تو آپ کے بندے نکال سکتے ہیں۔

دیکھئے! آپ کے بندوں میں ایک موسیٰ ہیں جنہوں نے دریا میں گرد کے پرے باندھ دیے کہ پانی نہ ہر طرف سے اپنی باگ کھینچ لی اور سمٹ گیا اور دریا سے گرد نکل آئی اور وہ خشک ہو گیا۔ پس آپ ضرور ایسا کیجئے۔ پس جبکہ حق سبحانہ نے اسکو عورتوں کا حسن دکھلایا جو مردوں کا صبر کون کھوئے دیتا ہے تو اسے چٹکی بجائی اور وجد میں آکر ناچنے لگا اور کہا کہ ہاں اب میرا مقصد حاصل ہوا بس جلدی سے مجھے عنایت فرما دیجئے اور جب کہ اس نے ان نشیلی آنکھوں کو جو عقول کو بے تاب کئے دیتی ہیں۔ اور ان معشوقوں کے اس صفائے رخسار کو دیکھا جس پر عشاق کے دل سپند کی طرح چلتے ہیں اور ان کے چہرہ اور خال اور ابرو اور ان عقیق کی مانند لبوں کو دیکھا جو ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے پردہ باریک سے آفتاب چمکتا ہو اور اس قد کو دیکھا جو اس سرخ راماں کے مشابہ تھا جو چین میں موجود اور سرسبز و شاداب ہو اور اس رخسار کو دیکھا جو یاسمین و نسرن کے مشابہ تھا۔ اور اس ناز کو دیکھا جو ان میں غور چمکتا تھا جیسے باریک پردہ سے تجلی حق نمودار ہو تو پھر ٹک گیا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا شہوت سے زیادہ خطرناک کوئی چیز نہیں اور برقی حسن سے زیادہ اس میگزین میں آگ لگانے والی دوسری شے نہیں۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ حسینوں کے کرشمہ اور ان کے نہایت شوخ ناز سے۔ ایک عالم سرگشتہ و حیران و دنگ ہے۔ حتیٰ کہ انسان، جن اور فرشتے مثل

ہاوت و مادوت کی طرح بھی اس کے سامنے سر جھکاتے ہیں۔ مگر وہ آدم علیہ السلام
 کی طرح ایک وقت میں اس عزت سے معزول ہو جاتا ہے — اس پر وہ
 کہتا ہے کہ ہائے افسوس! میرا حسن و جود کے بعد معدوم ہو گیا ہے اس کا موجب
 یہ ملتا ہے کہ مہربانِ اجرم یہ ہے کہ تم زیادہ جنے اس بنا پر یہ نعمت تم سے
 چھین لی گئی۔ جبریل اس کو بال پکڑ کر کھینچتا ہے اور کہتا ہے کہ جنتِ حسن سے اور
 حسینوں کی جماعت سے باہر نکل۔ اس پر وہ کہتا ہے کہ اے جبریل! تو تو مجھے صدق
 دل سے سجدہ کرتا تھا۔ اب تو مجھے جنت سے کیوں نکالتا ہے۔ دیکھ تو سہی میرے
 جسم سے حصہ حسن یوں اُتر جاتا ہے جیسے فصلِ خزاں میں درخت سے پتے جھڑتے
 ہوں۔ [فائدہ: چونکہ حسین کو معزولی میں حضرت آدم علیہ السلام سے تشبیہی
 تھی۔ اس لئے لازم یا مناسبات مشبہہ کو اس کے لیے ثابت کیا ہے۔ ورنہ نہ وہاں جنت
 ہے۔ نہ جبریل نہ سجدہ۔ نہ سوال نہ جواب۔ اور مقصود صرف اس کے حسن کا زوال
 اور اس پر اس کا اظہارِ غم ہے] القصد وہ اس کا حسن نازل ہوتا ہے اور وہ روتا
 بیٹتا ہے۔ اس کا وہ رخسار جس کی چمک چاند کی چمک سے ملتی تھی۔ بڑھاپے سے
 گوہ کی پشت کی طرح ہو جاتا ہے اور اس کا سر اور وہ حسین مانگ جو سیاہ بالوں میں
 چمکتی تھی۔ بڑھاپے کے وقت ناپسندیدہ ہو جاتے ہیں اور سر کے بال جھڑ جاتے
 ہیں اور اس کا لچکدار اور سنناں کی طرح حملہ آور قد بڑھاپے میں کمان کی طرح
 دوہرا ہو جاتا ہے اور اس کے بال جو کوٹے کے پروں کی طرح کالے تھے برف کی طرح
 سفید ہو جاتے ہیں اور جھریاں پڑ کر منہ خراب ہو جاتا ہے اور اس کی لالہ کی سی رنگت
 زعفران کی رنگت ہو جاتی ہے یعنی چہرہ زرد پڑ جاتا ہے۔

اور اس کا شیر کا سار و عورتوں کی کمزوری سے بدل جاتا ہے اور اس کی
 زک کے مانند آنکھ پڑ مرده ہو جاتی ہے اور گرمی اعضا سرد ہو جاتی ہے اور جو کہ چالاک

سے آدمی کو بغل میں دبا لیتا تھا۔ اب اسکی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ چلنے کے وقت اور لوگ اسے بغل میں پٹتے ہیں۔

مگر یہ باتیں اصلی غم و پڑمردگی نہیں ہیں۔ بلکہ یہ تو اسکے آثار ہیں کیونکہ اصلی غم اور پڑمردگی موت ہے اور یہ قاصد ہیں اسکے۔ ————— الحاصل بڑھاپا حسینوں کو بہت ضرر پہنچاتا ہے لیکن اگر بجائے جمال ظاہری کے کسی کو کمال باطنی حاصل ہوا اور نور حق سبحانہ اس کے متصل ہو تو اسکو بڑھاپے سے کوئی ضرر اور کوئی تکلیف نہیں ہوتی گو وہ سست ہوتا ہے مگر اسکی سستی ایسی ہوتی ہے جیسے مست کی سستی کہ وہ اس سستی میں بھی رشک رستم ہوتا ہے اور گواکے اعضا میں ضعف ہوتا ہے مگر اسکی دل میں کمال قوت ہوتی ہے یہ اگر مریا بھی ہے تو اسکی ہڈیاں ذوق و شوق میں ڈوبی ہوتی ہیں۔ اور اس کا ذرہ ذرہ نور شوق کی شعاعوں میں محو ہوتا ہے۔

بحسب خلاف ان لوگوں کے جن کو نور حق سبحانہ حاصل نہیں ہے بلکہ وہ صرف حسن ظاہری ہی رکھتے ہیں۔ ان کے بڑھاپے کی ایسی مثال ہوتی ہے جیسے باغ بے ثمر۔ جس کو خزاں نے زیر و زبر کر دیا ہو اور جس میں گل نہ رہا ہو۔ اور صرف کالے کانٹے رہ گئے ہوں اور وہ زرد اور بے مغز ہو۔ جیسے گھاس کے ڈھیر کی حالت دیکھ کر تم تعجب سے کہتے ہو کہ اے اللہ! اس نے کیا قصور کیا تھا۔ جو یہ باو شاک حسن اس باغ سے جلا کی جاتی ہے۔ اس کا جواب یہ ملتا ہے کہ وہ عجب میں گرفتار ہو گیا۔ اور عجب آدمی کے لیے زہر ہلاہل ہے۔ ایسے اس کی یہ گت بنی اور تم حیرت سے کہتے ہو کہ وہ معشوق جس کے عشق سے ایک عالم رقنا تھا اب کوئی اس کو پاس نہیں لپکنے دیتا۔ آخر اسکی کیا قصور کیا تھا۔ اس کا جواب یہ ملتا ہے کہ اسکی مستعار زیور حسن پہن کر دعوائے ملکیت کیا تھا ایسے ہم اس کو

واپس لیتے ہیں۔ تاکہ اُسے یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ خرمنِ حسن ہماری ملک ہے۔ اور حسین لوگ اس سے مستفید ہیں اور تاکہ وہ جان لے کہ یہ لباس مستعار تھا۔ اور ہم کہ خورشید وجود میں ہمارا پرتو تھا۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ جمال اور فضل و کمال طاقت و قدرت جو تمہارے اندر ہے سب متعار ہیں اور آفتابِ حسن سے عالم کی طرف آئے ہیں۔ بالآخر یہ ستاروں کی طرح اپنے مقر کی طرف لوٹ جائیں گے اور یہ دھوپ ان دیواروں سے آفتاب کی طرف لوٹ جائے گی۔ اور تم ان سے بے بہرہ ہو جاؤ گے۔

کیونکہ قاعدہ ہے کہ دھوپ جس وقت اپنے مرکز کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ تو دیواریں تاریک اور سیاہ رہ جاتی ہیں۔ پس تم سمجھو کہ جس حسن نے تم کو حیران کر دیا ہے اور جس پر تم عاشق ہو وہ نور خورشید انہی ہے جو ان مختلف رنگ کے شیشوں سے ظاہر ہو رہا ہے۔ اور یہ مختلف الالوان شیشے اس نور کو ہم کو رنگین اور متکلف

بکیف دکھلاتے ہیں۔ مگر جب یہ شیشے نہ رہیں گے یعنی یہ اجسام فنا ہو جائیں گے اس وقت وہ تم کو بے رنگ اور بے کیف دکھلائی دیگا۔ پس تم کو چاہیے کہ اس نور کو بدوں شیشہ کے دیکھنے کی عادت ڈالو۔ اور اجسام کا واسطہ چھوڑ دو۔ تاکہ جب یہ عینک ٹوٹ جائے اور تم مر جاؤ تو تم اندھے نہ ہو جاؤ۔ بلکہ پھر بھی اس نور کو دیکھ سکو۔ تم علمِ تقلیدی پر قناعت کئے ہوئے ہو۔ اور کمالاتِ مستعار پر خوش ہو۔

لیکن یاد رکھو! کہ ایک روز مالکِ کمالات اپنے کمالات واپس لیگا۔ تاکہ تم کو معلوم ہو جائے کہ وہ ہماری ملک نہ تھے بلکہ دوسرے کے ملک تھے اس وقت تمہاری دو حالتیں ہوں گی۔ یا تو تم نے اس معطی کا شکر ادا کیا ہوگا۔

یا نہیں اور اس میں جہدِ بلیغ کی ہوگی یا نہیں اگر تم نے شکر کیا ہے اور اس میں

جہد مبلغ کی ہے تو ہم کو ان کمالات کے زوال کی کچھ پڑاہ نہ کرنی چاہیئے۔ کیونکہ وہ ان سے سینکڑوں کمالات تمہیں عطا فرما دے گا۔

اور اگر تم اس کا شکریہ نہیں کیا ہے تو تم کو خون رونا چاہیئے کیونکہ وہ حسن کمالات جو تم کو ان کمالات فانیہ کے معاوضہ میں ملتا ناشکر لوگوں سے بے زار ہے۔ کیونکہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ ہم ناشکر لوگوں کے اعمال کو کھود دیں گے۔ اور شاکیں جو کہ مومن ہیں ان کی حالت درست کریں گے۔ اس لئے ناشکر لوگوں سے خوبی اور کمالات ضائع ہو گئے ہیں۔ کہ پھر وہ ان کی صورت نہ دیکھیں گے۔ نہ تو یوں کہ وہ کمالات پھر انہیں واپس مل جائیں اور نہ یوں کہ ان کا معاوضہ انہیں مل جائے اور تعلق اور بے تعلقی اور شکر منہاں دینوی اور دوستی مردم۔ غرض تمام اوصاف ان سے یوں خست ہو جائیں گے کہ پھر وہ ان کو یاد بھی نہ آ سکے۔ کیونکہ اَضَلَّ اَعْمَالُہُمْ سے مراد یہ ہے کہ ہم ان لوگوں کو جو دنیا میں کامران اور اپنے مطلوبات سے ہم آغوش ہیں نامراد کر دیں گے۔ اور اس کی یہی صورت ہے کہ نہ تو ان کو وہی کمالات ملیں کیونکہ وہ بھی ان کا ان کا مطلوب ہیں اور نہ ان سے بہتر ان کا معاوضہ ملے کیونکہ وہ بدرجہ اولیٰ مطلوب سے غافل ہیں اس لئے گویا کہ سورا ہے ہیں اور جو آنکھ سوتی ہو وہ تو خیالات اور معذرت یہی کو دیکھتی ہے۔ پس جبکہ ہمارے خواہ بہرہ کے سبب حقیقت (عدم) ہماری نظر سے مخفی ہو گئی۔ اور خیال (عالم فانی) ظاہر ہو گیا۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم غلطی میں گرفتار ہو کر سرگشتہ و حیران ہو گئے۔ اور مقصود کو چھوڑ کر غیر مقصود میں پھنس گئے۔

(فائدہ: اس بیان میں مولانا نے عالم حسی کو معدوم اور خیال قرار دیا ہے یہ بنا بر حقیقت نہیں ہے بلکہ تشبیہا ہے یعنی یہ عالم وجود اپنے عدم فرعیت بقا کی وجہ سے ایسا ہے جیسا حقیقت کے مقابلہ میں خیال اور موجود کے مقابلہ میں معدوم

پس اسکو معدوم اور خیال کہنا۔ عدم کی نسبت ہے نہ کہ واقع کے لحاظ سے چنانچہ اس کی طرف مولانا نے نظر سے اشارہ ہی کر دیا ہے۔ اور دریا کی نسبت سے کف کو معدوم اور خیال قرار دیا ہے اور مہو کی نسبت سے خاک کو اور فک کی نسبت سے اقوال کو۔ فتدبر]

اب مولانا تعجب سے فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ نے عدم (عالم وجود) کو کیسے مشاہدہ کر دیا ہے اور حقیقت (عدم) کو کیسے نظروں سے محجوب کر دیا ہے عجیب قدرت اسکی۔ اس کے بعد حق سبحانہ کو خطاب کر کے فرماتے ہیں اے نظر بندی کر نیوالے کامل قدرت خدا کیا کہنا ہے تیری کمال قدرت کا۔ کہ تو نے مجھ میں کی نظر میں درو کو صاف اور اس ذلیل اور محقر عالم کو با وقعت بنا دیا۔ اس کے بعد مضمون ارشاد کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔

اور کہتے ہیں کہ دیکھو جادوگر چاندنی کو بجائے کپڑے کے سوداگر کے سامنے ناپ دیتے ہیں اور اسکی سونا نفع میں حاصل کر لیتے ہیں اور وہ اس طرح داؤوں بیچ سے ان سے روپیہ وصول کر لیتے ہیں اور ان کے ہاتھ سے روپیہ تو نکل جاتا ہے مگر کپڑا نادر ہوتا ہے۔ جب یہ مقدمہ معلوم ہو گیا۔ تو اب سمجھو کہ دُنیا جادوگر فی ہے اور ہم تاجر۔ اور وہ ہمارے ہاتھ چاندنی کو ناپ کر بجائے کپڑے کے بیچ رہی ہے۔ اور خواہشات و لذات کو جو فی الحقیقت بے حقیقت ہیں ہماری نظروں میں موقر اور قابل تحصیل بنا رہی ہے۔ یعنی وہ اپنا جادو کر کے زور سے ایک گز کپڑے کو چاندنی کے ذریعے سے پانچ سو گز بنا رہی ہے اور شہوات و لذات کو جو ایک درجہ میں مقصود ہی ہیں زندگی کا اصلی مقصد ثابت کر رہی ہے اور تم سے تمہارا زرِ عمر چھین رہی ہے پس تم کو واضح ہو کہ جب یہ روپیہ تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گا اور تم مرو گے اس وقت تمہیں معلوم ہوگا کہ تمہارا

زر عمر بھی ضائع ہو گیا اور کپڑا یعنی مقاصد دنیویہ بھی تمہارے قبضہ میں نہ رہے
اس وقت تمہیں بجز حسرت اور افسوس کچھ چارہ نہ ہوگا۔

اس لیے تم کو چاہیے کہ اس جادوگرئی سے بچنے کے لئے حق سبحانہ کی جناب
میں پناہ لو۔ اور کہو کہ اے اللہ! فریاد ہے ان جادوگروں اور ان کی گمراہیوں
یہ منتر پھونک کر گرہیں لگاتے ہیں اور میرے حواس پر قبضہ کئے لیتے ہیں
پس اے فریاد رس خدا میں تجھ سے فریاد کرتا ہوں تو مجھے اس شکست سے بچالے لیکن
یہ بھی نہیں کہ صرف یہ الفاظ زبان سے کہہ لو۔ کیونکہ محض الفاظ بہت کمزور ہیں ایسے
اثر نہیں کر سکتے بلکہ زبان فعل سے بھی یہ الفاظ کہو اور جو طریقہ عملی اس استعاذہ
محبتا یا گیا ہے یعنی اتباع شریعت اور رضا جوئی حق سبحانہ اس کو بھی عمل میں لاؤ
اس وقت تم کو اس جادوگرئی دنیا سے نجات ہو جائے گی۔ اور یہ تم کو نہ ٹھگ
سکے گی۔ — دیکھو اعمال صالحہ کی بڑی ضرورت ہے کیونکہ دنیا میں تمہارے ساتھی
تین ہیں۔ جن میں ایک وفادار ہے اور دو بے وفا — اول تو مال ہے
اور دوسرا دوست۔ یہ تو بے وفا ہیں اور تیسرا عمل صالح ہے یہ وفادار ہے کیونکہ
مال تو مرنے کے بعد دروازہ تک ہی ساتھ نہیں آتا بلکہ پھونک نکلتے ہی
قطع تعلق کر دیتا ہے۔ ہاں دوست آتا ہے لیکن کبھی صرف قبر تک۔ اور جب
تمہیں موت آتی ہے اور تم قبر میں دفن ہوتے ہو تو وہ بزبان حال کہتا ہے کہ میں
اس جگہ سے آگے تمہارا ساتھی نہیں ہوں۔ زیادہ سے زیادہ میں یہ کر سکتا ہوں
کہ تمہاری قبر پر کچھ دیر ٹھہر جاؤں اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں کر سکتا۔ ہاں!
تمہارا عمل صالح تمہارا وفادار ساتھی ہے کہ وہ تمہاری قبر میں بھی تمہارے ساتھ
جائے گا۔ پس تم اس کو اپنا معین بناؤ۔

اسی بنا پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ راہ موت کے

یہ عمل سے بڑھ کر وفادار کوئی ساتھی نہیں ہے پس اگر اعمال اچھے ہیں تو قبر میں
 تمہارے دوست اور محبین و مددگار ہوں گے اور اگر بُرے ہیں تو تمہیں اذیتیں
 پہنچائیں گے۔ اس لئے تم کو اصلاح اعمال کی کوشش کرنی چاہیے۔ تاکہ تم ان کی مفراتوں
 سے مامون اور منافع سے منتفع ہو سکو۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ اصلاح اعمال کا مقصود شرعی ہونا تو نص سے
 ثابت ہو گیا۔ اب سُنو کہ اصلاح اعمال بدوں شیخ کے نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ عالم میں
 ادنیٰ سے ادنیٰ پیشہ بھی بدوں استاد کے نہیں آ سکتا۔ بلکہ ضرورت ہوتی ہے کہ اَدل
 استاد سے سیکھا جائے پھر مشق کی جائے تاکہ وہ ایک مدت کے بعد تم کو موت کی قوت
 تک فائدہ دے۔ جب ادنیٰ پیشہ کی یہ حالت ہے تو اصلاح اعمال کا
 طریقہ جو نہایت ہی مہتمم با شان کام ہے بدوں استاد کے کیسے آ سکتا ہے۔

بنابریں تم کو چاہیے کہ اصلاح اعمال کے طریقوں کو کیرم النفس صالح شخص سے
 سیکھو۔ جو کہ اس کا اہل ہو۔ اور نا اہلوں کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دو۔ بلکہ موتی کو صندوق
 میں تلاش کرو جو اس کا محل ہے اور غیر محل میں مت ڈھونڈو۔ علیٰ ہذا فن کو
 اہل فن سے سیکھو نہ کہ نا اہلوں سے۔ اور اگر تم کو خوش قسمتی سے اہل الشریعہ جائیں
 جو علاوہ صاحب فن ہونے کے خیر خواہ بھی ہیں تو تم انصاف سے کام لو اور تعلم کو
 ضروری سمجھ کر بے توقف ان سے تعلیم حاصل کرو اور بالکل عار نہ کرو۔ کیونکہ اگر
 کوئی دباغی کا کام کرے اور اس میں وہ کہنہ لباس پہن لے تو اس کی اسکی
 آبرو میں ذرا فرق نہ آئے گا۔ علیٰ ہذا۔ اگر لوہار اپنے کام کے وقت گڈری پہن
 لے تو اسکی عزت مخلوق کی نظر میں کم نہ ہوگی۔ کیونکہ انہوں نے بضرورت ایسا
 کیا ہے۔ اسی طرح اگر تم بھی تعلم کے لیے اپنے کو ذلیل و خوار بناؤ گے تو اس سے
 تمہاری آبرو میں بھی فرق نہ آئے گا۔ کیونکہ تم بضرورت ایسا کر رہے ہو۔

پس سے تم تکبر کے لباس کو اپنے بدن سے اتار ڈالو۔ اور تعلم کے وقت تذلل کا لباس پہن لو۔ ————— اب ہم تمہیں ایک اور بات بتاتے ہیں وہ یہ کہ اگر کوئی علم سیکھے تو اس میں زیادہ دخل الفاظ کو ہے کہ الفاظ کے ذریعہ سے اسے مقصود سمجھایا جائے۔ اور اگر کوئی پیشہ سیکھے تو اس میں بہت بڑا دخل عمل کو ہے اور اس کی ضرورت ہے کہ اسے اس کام کی مشق کرائی جائے۔ مگر فقر کا طریق ان دونوں سے جدا ہے یہ صحبت و تعلق مرشد کامل سے حاصل ہوتا ہے نہ اس میں ہاتھ کام آتا ہے نہ زبان۔ اور ہاتھ اور زبان کو جو کچھ بھی حسل ہے وہ استعداد حصول فقر کے لیے ہے کہ اس سے قابلیت پیدا ہو جاتی ہے اور خود فقر ان سے حاصل نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ علم فقر کی حقیقت تو انوار الہیہ میں جو اہل اللہ کی ارواح میں موجود ہوتے ہیں۔ ان کا تعلق کتابوں اور گفتار سے نہیں ہے اور عمل سے تعلق نہ ہونا تو محتاج بیان ہی نہیں۔ پس اس علم جان کو تو ایک روح دوسری روح سے بلا توسط حاصل کر سکتی ہے۔ کتابوں اور گفتار سے نہیں حاصل کر سکتی۔ کیونکہ الفاظ اور نقوش کتابیہ خود اس نور کو روح تک پہنچانے سے قاصر ہیں۔

مثلاً آفتاب کا عکس ایک آئینہ میں موجود ہے اس عکس کو دوسرے آئینہ تک پہنچائے۔ نہ یہ طاقت تحریر میں ہے نہ تقریر میں۔ بلکہ اسکی صورت صرف یہ ہے کہ ایک آئینہ دوسرے آئینہ کے مقابل ہو۔ اور اسکی براہ راست وہ نور حاصل کرے۔ اس معلوم ہو گیا کہ اگر کسی سالک کو بذریعہ تقریر یا تحریر کے کچھ اسرار علم فقر کے معلوم ہو جائیں تو اسکو حقیقت اس علم کی حاصل نہیں ہے۔ تا وقتیکہ نور الہیہ سینہ کو نہ کھول دے
اب سمجھو! کہ حق سبحانہ فرماتے ہیں اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ

مگر ہر کامران کے عموم سے اہل وفا۔ اور شاہزادین مستثنیٰ ہیں کیونکہ دولت مقصود ان سے وابستہ ہے اور وہ اسکی محروم نہ ہوں گے۔ اسکی تم سمجھو کہ دولت زائد اور کمالات ذبیوہ فانیہ کچھ نفع نہیں پہنچا سکتے۔ ہاں دولت آئندہ جہتوں شکر ملنے والے ہیں وہ اثر رکھتی ہے اور نفع پہنچاتی ہے پس تم اس دولت کمالات ذبیوہ قدرت و اختیار۔ فضل و کمال وغیرہ کو خدا کی راہ میں صرف کرو۔ اور اقروضاً اللہ قرضاً حسناً کی تعمیل میں حق سبحانہ کو قرض دو۔ تاکہ تم ایسی سپنگروں و نوتوں کو اپنے سامنے موجود پاؤ۔ اور اسی شراب دولت کمالات سے خود کم نفع حاصل کرو اور زیادہ حصہ اس کا خدا کی راہ میں صرف کرو۔ تاکہ اسکے معاوضہ میں جو حق کو ترک کمالات اُٹھو یہ کو تم اپنے سامنے موجود پاؤ۔ کیونکہ جو لوگ خاک و فاپر اس شراب کا گھونٹ ڈالتے ہیں یعنی وفاداری کرتے ہیں۔ اور اس طرح اس شراب کو وفا سے متلبس کرتے ہیں دولت اخرویہ ان سے بڑھ کر نہیں جاسکتی وہ اسے ضرور حاصل کریں گے اور خدا اسکے دل کو حسب وعدہ خوش کرے گا اور جبکہ وہ اپنی ہستی اور اپنے کمالات رضاء حق میں فنا کر دیں گے۔

فنائے سامان کے بعد پھر وہ سامان انکو عطا کرے گا اور کہے گا کہ اے صوفیو! .. (مراد فنائے اصطلاحی ہے) اور اے اس گاہوں کے لوٹنے والے ترک (فنا) جو کچھ تو ان شاہزادین کا سامان لے گیا ہے ان کو واپس دیدے۔ بنا بریں وہ ان کو واپس دیگا لیکن شاہزادین اسے قبول نہ کریں گے کیونکہ انکو حافی دولت باقیہ مل چکی ہوگی۔ اور اس کے ذریعے وہ اس دولت فانیہ سے مستثنیٰ ہو چکے ہوں گے۔ اور وہ کہیں گے کہ ہم صوفی ہیں اور ہم نے لباس ہستی اتار دیا ہے۔ پس تو جبکہ ہم اُسے دے چکے ہیں تو اب واپس نہ لیں گے۔ نیز ہم کو ان کا معاوضہ مل چکا ہے اور عوض بھی کیسا جس ہماری احتیاج اور حرص و غرض مرسوم جو ان کمالات فانیہ سے تھی سب جاتی رہی۔ اسلئے بھی ہم انہیں

واپس نہ لیں گے۔ ہم اس آب شور مہلک کمالات دنیویہ سے نجات پا چکے ہیں اور شراب طہور اور چشمہ کوثر ہر کمال اخروی ہمیں مل گیا ہے۔ اب ہمیں کیا ضرورت ہے کہ دوبارہ اس آب شور کو لیں۔ غرض کہ دولت کمالات دنیویہ جو ان سے فنا ہو چکی ہے وہ سے واپس نہیں لینا چاہتے۔ اور دنیا کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ اے دنیا! جو کچھ تو نے دوسروں کے ساتھ بے وفائی اور مکر اور ناز و نخس کئے ہیں۔

اب ہم اس کے معاوضہ میں تجھ سے مقابلہ کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم شہید اور فانی فی الحق ہیں اور اب تجھ سے جنگ کے لئے آئے ہیں۔ تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ بندگان خدا ایسے بھی ہیں جو تجھ پر حملہ کرتے ہیں اور تجھ سے لڑتے ہیں اور تیری اطاعت نہیں کرتے۔ پس وہ دنیا کے مکر کو تہس نہس کر دیں گے۔ اور اس جنگ میں فتح حاصل کریں گے اور بعد بقایہ شہید پھر نئے سرے سے دنیا کا مقابلہ کریں گے اور یہ لوگ جو اول دنیا کے قیدی تھے پھر اس کے مقابل میں فتح حاصل کر چکے ان کی مشکلات کا قفل بغایت حق سبحانہ کھل چکا ہوگا اور ان کا نفس کا قتل ہو چکا ہوگا اور ان سے ناسیدی نائل ہو چکی ہوگی اور آفتاب امید طلوع ہو چکا ہوگا اور ان کی ہستی جو اول بنگہ تھی جس میں نفس و شیطان کی پریش ہوتی تھی اب بچ ہو گئی ہوگی جس میں صرف خداوند لاشریک کی پریش ہوتی ہوگی اور یہ لوگ عدم سے پھر وجود میں آئیں گے۔ اور فانی فی الحق کے بعد بقا بالحق حاصل کریں گے اور کہیں گے کہ لوگو! اگر تم اندھے نہیں ہو۔ تو ہمیں دیکھو۔ تاکہ تمہیں معلوم ہو کہ فنا قابلِ نفی نہیں ہے بلکہ قابلِ تحصیل ہے کیونکہ وہ اس خورشید کمال رہتے ہیں۔ اور کاہلین دنیا کو ان سے وہی نسبت ہے جو سہا کو آفتاب سے۔ شاید تم پوچھو کہ جناب! وجود و عدم، فنا و بقا ہر دو آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اور ایک ضد میں دوسری نہیں ہو سکتی۔ پس فنا سے بقا اور عدم سے وجود کیونکر حاصل ہو سکتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خیال، نہی قرآنی غلط ہے کیونکہ حق سبحانہ فرماتے ہیں یُخَدِّجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ۔ یعنی حق سبحانہ کی قدرت ایسی کامل ہے کہ وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے۔ اس کے ہمارے بیان کی صحت

ظاہر ہو گئی۔ پس تم سمجھ لو کہ عدم اور فنا میں عابدوں کی امید (بقا) ہے۔ اور خیال جس طرح بنفص قرآنی غلط ہے یوں ہی مشاہدہ بھی اسکی تردید کرتا ہے۔ دیکھو! جو شخص بوتا اور اپنے انبار غلہ کو خالی کرتا ہے کیا وہ عدم کی ہی امید پر شاد اور خوش نہیں ہے اور وہ نہیں جانتا کہ یہ دانہ نیستی اور عدم سے پھر وجود میں آئیں گے۔ پس اگر تم وقف معنی ہو تو اس کے ہمارے بیان کا صدق سمجھ سکتے ہو۔ دور کیوں جاؤ۔ تم اپنے ہی کو دیکھ لو کہ تم عدم وجود کے ہر وقت منتظر رہتے ہو۔ اور چاہتے ہو کہ تمہیں فہم اور ذوق اور آرام اور ہر قسم کی بھلائیوں جو معدوم ہیں۔ عدم سے وجود میں آکر مل جائیں۔

پس ثابت ہوا ہے کہ عدم سے وجود اور فنا سے بقا حاصل ہوتی ہے۔ مجھے اسکی زیادہ اس راز کو کھولنے کی اجازت نہیں۔ ورنہ میں تمام منکرین کو منوادوں۔ کہ عدم میں ہستی ہے اور فنا میں بقا ہو سکتی ہے۔

[فائدہ: اجازت نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ گوہرِ مشیت تشریفی حق سبحانہ کو ہدایت ہی مقصود ہے۔ مگر مشیتِ تکوینی ہدایت و گمراہی دونوں مطلوب ہیں اسلئے وہ مشیتِ تکوینی یہ نہیں چاہتے کہ عالم میں صرف ہدایت ہو۔ نیز چونکہ یہ عالم امتحان ہے اور امتحان کا مدار اختیار پر ہے اسلئے وہ نہیں چاہتے کہ آدمی مجبور ہو کہ ہدایت کو قبول کریں کہ اختیار خود ہدایت حاصل کریں]

الحاصل: خزانہ صنع حق سبحانہ عدم ہے جس سے وہ ہر دم بخششیں نکال کر عالم پر فائز کرتا ہے اسکی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حق سبحانہ مبدع ہیں اور مبدع دیکھتا ہے جو بلا مادہ کے اور عدم و محنت سے ایک شئی کو وجود میں لائے۔ پس ثابت ہوا کہ حق سبحانہ اشیاء کو عدم صرف سے وجود میں لاتے ہیں اور یہ غلط ہے۔ کہ کوئی شے عدم وجود میں نہیں آتی۔

مثال عالم ہست نیست نماو عالم نیست ہست مثالے

موجود عالم جو مثال ہے اور معدوم عالم جو باطل ہے موجود ہے کمال

ہست را بنمود ہست آن مستقیم

موجود کو معدوم کی شکل میں پیدا کیا ہے
باد را پوشید و کف کرد آشکار
ہوا کو چھپا دیا ہے، بخار کو ظاہر کر دیا ہے

ہست را بنمود ہست آن مستقیم

اس عزت و جلال والے نے معدوم کو کچھ دکھایا
بحر را پوشید و کف کرد آشکار
سمندر کو پوشیدہ کر دیا ہے، جھاگ کو زونا کر دیا ہے

خاک از خورجوں بر آید بر غلا

خاک ہندی پر خور میکے چڑھ جاتی ہے ؟
باد را نہ جز بتعریف و دلیل
ہوا کو بتانے اور دلیل کے ساتھ نہیں دیکھا ہے

کف بے دریا ندارد و متصرف

بغیر دریا کے جھاگ نہیں چل سکتا ہے
فکر نہ بہاں آشکارا قال و دلیل
خیال پر مشیدہ ہے اور گفتگو واضح ہے

دیدہ معدوم بینی را شستیم

ہم معدوم کو دیکھنے والی آنکھ رکھتے ہیں
کہ تو را نہ جز خیال و نیست دیدہ
و خیالی معدوم کے سوا کیا دیکھ سکتی ہیں

چوں حقیقت شد نہاں پس از خیا

جبکہ حقیقت چھپ گئی ہے اور خیال واضح ہے
چوں نہاں کرواں حقیقت بصر
اس حقیقت کو نظر سے کیسے چھپا دیا ؟

کہ نمودی مضر ضاں را در دھاف

تو نے تھوڑے مڑنے والوں کو کھینچ، زیرِ کمان
اشکال و نیاز حقیقت فرمود ہے اور موجود نظر آتی ہے جاہ آفت

چوں منارہ خاک بیجاں در ہوا

ہوائیں بکراتی ہوئی خاک مستراح کی طرح ہو
خاک را بینی ببالا لے علیل
اسے ہمارا تو خاک کو اوپر دیکھتا ہے

کف ہی بینی روانہ ہر طرف

تو جھاگ کو ہر طرف جاری دیکھتا ہے
کف محسوس بینی و دریا از دلیل
تو جھاگ کو محسوس کر کے بتا دے اور دریا کو دلیل دیکھتا ہے

نفی را اثبات می پنداشتیم

ہم نے معدوم کو موجود سمجھ لیا
دیدہ کا اندر دے نفاے شدیدہ
و آنکھ جس کو نیست آری ہو

لاجرم سرگشتہ گشتیم از ضلال

لامحالہ ہم گمراہی سے مبرا نہ ہو گئے ہیں
ایں عدم را چوں نشانہ اند نظر
اس معدوم کو نظر میں کیسے چھپا دیا ؟

آفریں اے اوستادِ سحر بان

اے ہادو کرنے والے اوستاد ! آفریں ہے
لے ہادو کرنے والے اوستاد ! آفریں ہے

لے چوں منارہ خاک بیجاں در ہوا

اوستاد ہے خاک نظر آتی ہے
اور ہوا نظر نہیں آتی، باد را
نظر نہیں آتی اس کا وجود میں
نے سمجھ میں آجاتا ہے کہ خاک

میں از خود اڑنے کی طاقت
نہیں ہے کف سطح آب
پر جھاگ بہہ رہے ہیں جھاگ

نظر آتے ہیں پانی کا وجود اس
نے سمجھ میں آجاتا ہے کہ جھاگ
از خود نہیں بہہ سکتے فکر نہاں

انسان کے انکار پر مشیدہ ہیں
اور اس کی گفتگو محسوس کا وجود
آپکار کے وجود پر تو ہے وہ

ظاہر ہے ہی حال شہوات
اور درجہ مطلق کا ہے اور وجود
مطلق جو کہ حقیقت ہے وہ

بظاہر غیر موجود ہے شہوات
جو کہ حقیقتاً موجود ہیں وہ
موجود نظر آتی ہیں

لے حق را ہم نے معدوم
کو موجود اور موجود کو معدوم سمجھ
رکھا ہے یہاں آنکھ کھلے ہوئے

ہے کہ وہ غیر موجود کو موجود
دیکھا رہی ہے دیدہ جس
آنکھ میں چند جوہر و کائنات

اور غیر واقعی چیزوں کو موجود
دیکھا دیتا ہے پندافہان
بینی غیر واقعی چیز نظر آ رہی

ہے باقی عدم، عالم حضور جو
کہ معدوم ہے وہ نظر آتا ہے
آن حقیقت عام ہے۔۔۔

نگاہوں سے پوشیدہ ہو گئی
ہے۔۔۔
لے آفریں، یہ عزت حق
تعالیٰ کی سحر آفرینی ہے کہ کفر
غیر حقیقی چیز کو حقیقی سمجھنے

ساحراں مہتاب پیمایند زود

جادوگر فرما چاندنی ناسپ دیتے ہیں

سیم بر بایند زیں گوں پیچ پیچ

اس پیچ در پیچ ساحل سے چاندنی لڑا پیتے ہیں

ایں جہاں جادو ما آن تاجریم

یہ دنیا جادو ہے ہم وہ سوداگر ہیں

گزن کند کرپاس پانصد گز شتاب

وہ بندی سے پانچ سو گز پہڑا ناپ سے

چوٹ بعد اوسیم عمرت لے رہی

اسے سلام! بسبب اس۔ خیری مر کی چاندنی لے ل

قن اعموت خواند باید کا احد

تجھے قن اعموت پڑھنی چاہیے کہ اسے خدا!

مید مند اندر گرہ آں ساحرا

وہ جادو گریں گرا ہیں پھونک لاتی ہیں

یک برخواں از زبان فعل نیز

تیک من کی زبان سے بھی پڑھ

دژ زمانہ مرترا ہمہ اند

دنیا میں تیرے سبھی سہ تھی ہیں

آں یکے یاران و دیگر خست مال

ایک دوست ہیں اور دوسرا مال مایا ہیں

مال ناید باتو بیرون از قصور

مال تو کموں سے باہر ہی نہ بکھے گا

چوٹ شرار و زاجل آید پیش

جب تجھے موت کا دن درپیش ہوگا

تا بدیں جاہیش ہمہ نیستم

اس بگڑے آئے لاس تھی نہیں ہیں

پیش باز رگان وز گیرند و خود

سوداگر کے سامنے اور سونا اور نفع مل کریتے

سیم از کف رفتہ و کرباس پیچ

چاندنی لادہ سے گنچ اور پکڑا کچھ نہیں

کازو مہتاب پیمودہ خریم

کاس کی پی پی ہوئی چاندنی خریدتے ہیں

ساحرا نہ او ز فور ماہتاب

جادو گری کے ذریعہ چاند کی چاندنی سے

سیم شد کرپاس نے، کیسہ ہی

چاندنی گئی، کپڑا ہمارا نہ ملے غالی ہو گئی

ہیں زلفا ثات افغان وز عقد

جادو گریوں اور گروں سے فراد ہے

الغیاث لے مستغاث از زروا

لے فراد دس! اس شرط بھی چال سے فراد ہے

کہ زبان قول مست لے عزیز

سے پیارے: کیونکہ قول کی زبان کنوڑ ہے

آں یکے وانی و آں دو غدر مند

ایک دغا دار اور دوسرا دغا جو ہیں

واں موم وانی ستاں حسن افغا

تیسرا دغا دار نیک عمل ہے

یا را یید لیک تا بالین گور

دوست آئے گا لیکن قبر کے سرانے تک

یا رگوید از زبان حال خویش

دوست اپنی زبان حال سے کہے گا

بر سر گورت زمانے بیتم

تھوڑی دیر تیری قبر پر ٹہرتا ہوں

لے چوٹ پتہ نہ مارا رک

غرا ہی دھکے میں برباد

ہو جاتی ہے، آخر خیر ہو جاتی

ہے اور وہ کہ حاصل نہیں

کر پاتا ہے، غن اعموت! کیسہ نہ

پر یہ صدمت جادو کے لہذا

کے لئے نازل ہوئی تھی۔۔۔

نفا ثات۔۔۔ وہ جادو گریاں

جو کہیں باندھ کر ان پر جادو

پڑھ کر دم کرتی ہیں، لیک

یہ اعموت صرف زبانی نہ ہو بلکہ

عمل بھی ہیں۔

لے دژ زمانہ۔ دنیا میں لے

کے تین ساتھی ہیں دوست

مال، نیک عمل، اہی میں سے

دوسرے وقت ساتھ چھوڑ

دیگے نیک عمل دغا داری کرگا

اور ساتھ دے گا، قصور قصور

کی جیسے عمل، غدر، باقیں

سرا تا۔

لے چون ترا موت کے

وقت دوست بھی قبر تک

ساتھ دیتے ہیں اور واپس

ہو جاتے ہیں، مثل انسان

کے اعمال اس کو قبر میں بھی

ساتھ دیتے ہیں، عقد، جگے

پناہ، قرچن، ساتھی۔

گئے ہیں۔ دژ، تلچٹ، ساحراں۔ دنیا میں ایسے جادو گروں جو چاند کی چاندی کو کپڑا بنا کر دولت

کر دیتے ہیں، کرپاس، سوئی کپڑا، ایں جہاں۔ دنیا کے بارے میں ہماری بھی حالت ہے کہ ہم

چاندنی کو کپڑا بنا کر رہے ہیں۔

فعل تو والی ست اس کن ملتحہ کاندراید باتو در قعر لحد

تیرا من و قارہ ہے اس میں ہی پناہ گاہ بنالے کیونکہ تیرے ساتھ قبر کی گہرائی میں آئے گا

در تفسیر قول علیہ السلام لا بد من قرین یدفن معک وهو حی

آمنہ میں آئے گا یدفن کے قول کی تفسیر کہ ایک ساتھ قبر کی گہرائی میں آئے گا جو میرے ساتھ لحد

و تدفن معہ و انت میت و ان کان کریماً اکرمک

اور تدفن ہوگا اور تو مردہ اس کے ساتھ دفن ہوگا تو اگر وہ شریف ہے تو میری عزت کرے گا اور اگر

و ان کان کریماً اکرمک و ذلک القرین علیہ فاضلہ ما استطعت

کیونکہ تو مجھے عزیز سمجھے گا اور یہ ساتھی تیرا ہے، پس جس قدر ممکن ہو تو اس کی اصلاح کرے

باوقاف از عمل نبود رفیق

کرتی صاحبی میں سے زیادہ باوقاف نہیں ہے

و ربو بد در لحد مارت شود

اگر ہو جو بد قبر سے قبر میں ساپ ہوگا

کے تو اس کر دے بدر بے اوستا

لے اے اے بغیر استاد کے کہ کب جا سکے ہے!

یہی ہے ارشاد استاد بے خود!

بہی استاد کی رہائی کے بغیر ہوا ہے!

تا دہد بر بعد ملت نا اہل

تا کہ جو دہد در بعد موت تک پہل لے

من کریم صالح من اہلہا

کس مشربیت ایک سے جو ان کا اہل ہو

فا طلب الفتن من ارباب الحرف

اور فن کو پیشہ دہوں سے طلب کر

باید مرا و التعلیم لا تشمت کفر

تعلیم کی طرف نہ ہر جو معتبر نہ کرو

خواہی خواجہ زائل کم نہ کرد

اس نے شریف کی شرافت کو نہ اٹھایا

اقتشام اولئذ کم پیش خلق

تو لوگوں کے سامنے اس کی عزت نہیں تھی

پس پیسہ گرفت ہر اس طریق

پس پیسہ نہ لے زیادہ ہے جس رات کے لے

گر تو دنیویں کو ابدیارت شود

اگر وہ نیک ہوگا، ایک نیک تیرا دوست ہوگا

اس عمل میں کسب راہ سداد

یہ عمل اور یہ کمان، سبجائی کے راستہ میں

دوں ترس کہے کہ در عام روز

کم تر در روز کا پیشہ جو دنیا میں ہمارے

اولش علم ست انگاہے عمل

اس پیشہ کی اعتبار ماننا ہر عمل کرنا ہے

استعملوا فی الحرف یا ذا اللہ

اے حق شناسد و پیشوں میں مدد مان کر

اطلب الدناخی و سطر الصدف

لے بہان! موتی سپ کے اندر تلاش کر

ان لا ینم نا صعبین انصفا

اگر جسم صعب کر دنیا لوں کو دیکھو نہ ماری سے سٹو

در دماغی گر خلق پوشید مرد

آزاد دماغی میں انسان نے بھٹ پڑا نا پہنا

وقت دم آہنگ ار پوشید خلق

اگر پوشی، دھڑکنے کے وقت لڑائی نہ لڑی ہو

لے لے لے انسان کے نیک

انہما سے زیادہ بہتر کو لے

کا ساتھی نہیں ہے۔ مگر تو

نیک عمل انسان کا بار ہے

اور عمل انکے لئے ساپ

اور پھونکے گا۔ حق میں

یہ میں اور بزرگ استاد کے

حاصل نہیں ہوتا ہے دنیا

کس کو شیخ بنائے ارشاد

راہنائی۔

لے آتش ہر جگہ

علم حاصل کیا جاتا ہے ہر

اس پر عمل کیا جاتا ہے۔

جوت۔ جوت کی جوت ہے

ذات الفتن بقلندہ متدفق

سہی۔ درد باغی انسان کی

لا ہری جیت اس کے

باغی ہو کر کم نہیں کرتی

ہے۔ خلق۔ چرا نا کھڑے

کے وقت دم۔ دھڑکنے

کے وقت۔ آہنگ۔ دہار۔

دن۔ گدڑی۔ جوت۔ جوت

باس پر زانی کا مہر نہیں

ہے و تعلیم حاصل کرنے میں

وقت اور شکست کا پاس

انتہا کرنا چاہیے۔ علم

کئی زانی سکھا جاتا ہے

بہر میں طور پر سکھا جاتا ہے

پس لباس کبریاں و گن زتن
تو کبر کا لباس پہنے اُتار دے
علم آموزی طریقش قوی ست
تو علم ایک کتاب تو اس کا طریقہ زبانی ہے
فقر خواہی آں بصحت قائم ست
فقر چاہتا ہے کہ صحت سے متعلق ہے
دانش اُتار ست در جان رجا
افکار کا طریقہ ملک اُتار دے لوگوں کے دل میں
دانش اُتار ست اند جاں نہ جاں
اس کا طریقہ روح اور دے سے حاصل کرتی ہے
در دل سالک اگر ہست آں آموز
اگر سالک کے دل میں وہ در رہی، ہی
تأدش را شرح آں ساز و ضیا
تأدش را شرح آں ساز و ضیا
جب تک کہ دل پیکر نہ لکھی نہ لکھی
کہ درون سینہ شرح تہ اودہ کم
یہیں ہر پہلے تیرے سینہ میں لکھی شرح تہ اودہ کم
تو ہنوز از خارج آں را طالعی
تو ابھی تک باہر سے اس کا طالب ہے
چشمہ بپشت در توبے کنار
تیرے اندر دودھ کا آمد و چل چل
منفذ داری بہ بحر اے اگیر
لے جان حاصل کرنے والا تیرے اندر کی لکھی ہے
کہ آتش شمع نہ شرح بہت با
کیا ہم نے نہیں لکھا تیری شرح نہیں ہے ہر
در نگر در شرح دل و در اندون
دل کی مشعل کو باطن میں دیکھو

لباس اُتار پوشش را موقت
سیکھنے میں وقت کا لباس پہن لے
حرف آموزی طریقش فعلی ست
دستکاری سیکھتا ہے تو اس کا طریقہ عمل ہے
نے زبانت کاری آید نہ دست
تیرہ زبان کام آتی ہے نہ ہاتھ
نے زراہ و فقر و قیل و قال
دو حاصل نہیں ہوتا ہی نہ کتاب کے رنگ نہ لکھی
نے زراہ و فقر و قیل و قال
نہ کتاب کے ماتھے اور نہ زبان سے
زمر وانی نیست سالک ہنوز
ایک سالک کو ابھی ان کی سمجھ نہیں ہے
پس آتش شمع بفرما ید خدا
بہر طرف اُتار دے کیا ہم نے تیرے سینہ میں نہیں لکھا
شرح اندر سینات نہ ہا فہم
ہم نے تیرے سینہ میں مشعل نہ لکھی ہے
فعلی از دیگر ایں چوں حالی
تو دیکھو کہ تیرے قلم و کلام میں کیا ہے
تو حرامی شیر جوئی از تغار
تو کڑے سے دودھ کا جریاں کیوں ہے؟
ننگ دار از آب حشمتن از غدر
حشمت سے پانی پینے میں مشعل کر
چوں شمع تو شرح جوئی گدیہ ساز
تو شرح کا طالب اور ہیکاری کیوں بناتا ہے؟
تا نیاید طعم آتش حشمت
تاکہ وہ نہیں دیکھتے ہیں کا طعم نہ دیا جائے

لے فقر فقر میں شمع
صحت سے حاصل ہوتا ہے
زبان سے زمل سے
دانش افکار افکار الہی کا علم
وہ اودہ کے دل میں ہے
دل و طبع سے حاصل کر سکتا ہے
زبان و کتاب سے حاصل
نہیں کر سکتا۔ قیل و قال
کے دل میں اگر کہ خاص سے
بھی ہیں تو وہ ان اشاعت
کے کچھ سے ابھی محرم ہے
تو آتش جب سالک
کے لئے خود بخود ہی آتی ہے
افکاروں کی تھریج کر دیا کر
تو اس کی جانب سے آتش
والی بشارت ملتی ہے
آتش شمع قرآن میں ہنوز
کے لئے فرمایا گیا ہے کیا ہم
نے کہا تو شرح صدق نہیں کر
دیا یعنی ہم نے نہ خود
کر دیا ہے جس سے تم دودھ
اور اشاروں کو سمجھ سکتے ہو
آتش شمع میں آتش
سے فرمایا گیا ہے کہ ہم نے
تمہارے سینہ میں نہ آتش
کر دی ہے
لے و ہنوز ایک عام
السان یہ سمجھتا ہے کہ علم و
اسرار کس باہر سے حاصل
کئے جاتے ہیں یہ غلط ہے
علم خود انسان کے دل و اند
روح میں موجود ہیں ملک
دودھ کی جگہ طالب دودھ
دوسے والا تھا رکھو گا
قدیر حوض اگر آتش شمع
خطاب اگر آتش شمع
ہے ہیں ہر طالب حق میں

داخل ہے۔ درنگ۔ انسان کا دل ایک جامع حقیقت ہے جس میں ذات صفات باری تعالیٰ کا شاہد کیا
جائتا ہے اگر میں شاہد نہیں کرتا ہے تو ایسے شخص پر لا یتوبون تو نہیں دیکھتے ہیں کا طعم نہ لکھا جو تغار
کے ہنوز میں ہے۔

تفسیر قولہ عزوجل وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ
اللہ تعالیٰ کے قول "اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو" کی تفسیر

تو ہی خواہی لبِ ناں در بدر
تو رونی کا مکتا در بدر انگست ہے

رو در دل زن چرا برہ در
جادول کا دروازہ کھٹکشاں دروازہ پر کیں ہوا

غافل از خود زینِ آں تو آجو
تو خود سے غافل ہے اس ایوان سے جانی کا آجو

وز غطش و ز جوع گشتی خرا
اور تو پیاس اور بھرک سے تبا ہے

چشمہ رایش سد و خلف سد
چشموں کے آگے ہی دروازہ ہے اور پیچھے ہٹا ہوا

چیتا اس گفتا سپ و لک اس
یکایہ؟ گھوڑا ہے، لیکن گھوڑا کہاں ہے؟

گفت آئے یک اس خوک دید
وہ کہتا ہے ہاں لیکن اپنا گھوڑا کس کی ہوا؟

اندرا ب وینجر ز آب رواں
وہ پانی میں ہے اور جاری پانی سے بھر ہے

نیجر زان چیز و شرح خوش نیر
وہ اس چیز اور اپنی تفصیل سے بھرے خبر ہے

واں خیال چوں صلی دیوار او
وہ خیال سیسے کی طرح اس کی دیوار ہے

ابر تاب آفتابش میشود
اور اسور کی چمک اس کیلئے اتر جاتی ہے

عین رفع سد او گشتہ شد
عینِ رُفَعِ سَدِ او گشتہ شد

بیت دیوار کا بٹانا اس لئے دیوار گیا
پھر سجدہ کرتا کش کرے جس طرح موتی کیلئے سیسہ سمندر کو دیکھنے سے اٹھنے ہے اسی طرح انسان کے احوال اور حالات اٹھنے سے ہیں گفتیں اور مصلحت کے قریب مروت سے مروت اس کا مطلب کو تو صحت اس کا مطلب ہے وہ اور اس کا مطلب ہے آفتاب کی چمک اس کیلئے اتر جاتی ہے

یک بند پناں تراز بر فرق سر
رونیوں کی ایک بھری گوری تیرے سر کی انگ پھر

در سر خود تیج و دل خیرہ سری
اپنے سر میں لگ اور بھردہ پن بھردہ

تا بزا نوئی میان آب جو
تو ران تک نہسہ کے پانی میں ہے

بر سر ت ناست پایت اندر آب
تیرے سر پر رونی ہے اور، خیر پائوں پانی میں

پیش آب و پس ہم آب بامد
آگے ہی پانی پانی ہے اور پیچھے بھی

اسب زیراں و فاراں اسب جو
گھوڑا ران کے پیچھے ہے اور سوار گھوڑے کا جو ران

ہن اسب اس زبیر تو پدید
ہنیں، خیر ہے نیچے کھلا ہوا یہ گھوڑا ہے

مست آن پیش وی اوست آن
وہ اہر رافق ہے اور وہ اس کے منہ کے سامنے ہے

مست چیز ویش وی اوست چیز
وہ ایک چیز پر تاش ہوا در چیز اس کے منہ کے سامنے ہے

چون گوہر در بحر گوید بحر کو
جیسا کہ موتی سمندر میں کہے سمندر کہاں ہے؟

گفتن آں کو حجابش میشود
اس کا کیا، وہ کہاں ہے؟ اس کا پردہ بناتا ہے

بند چشم اوست ہم چشم بندش
اس کی بڑی آنکھیں اس کی آنکھ کا پردہ ہے

اس کی بڑی آنکھیں اس کی آنکھ کا پردہ ہے
پھر سجدہ کرتا کش کرے جس طرح موتی کیلئے سیسہ سمندر کو دیکھنے سے اٹھنے ہے اسی طرح انسان کے احوال اور حالات اٹھنے سے ہیں گفتیں اور مصلحت کے قریب مروت سے مروت اس کا مطلب کو تو صحت اس کا مطلب ہے وہ اور اس کا مطلب ہے آفتاب کی چمک اس کیلئے اتر جاتی ہے

لہ یک بند پناں تراز بر فرق سر
غلام ہے کہ ذات حق پر
السان کے ساتھ ہے کہیں آ
مطل ہے تو اب بنانے
مشاہدہ کی طلب ہوئی چاہیے
تجربہ ہو کر۔ در دل۔ دل
میں مشاہدہ کی کوشش کر
لہ در اس کو خود بند نہ پھر
تاجزاف حضرت حق کو بار
تخاش کر کے دلے کی ایک
شال تو پھی کر دیوں کا
طبق سر پر ہوا اور وہ در بدر
رونی اگتا ہے دوسری
شال۔ ہے کہ انسان خود
پانی میں گھرا ہوا اور دوسری
سے پانی لگے۔

لہ آب تیرہی مثال
یہ ہے کہ انسان گھوڑے پر
سوار ہوا اور اسی گھوڑے کو
تخاش کر کے لوگ اس سے
پہنچیں کہ تو کس چیز پر سوار
ہے تو اس کو کہنا پڑے کہ
گھوڑے پر لیکن پھر بھی گھوڑے
کو کھن کرے۔ جی۔ ہن
گھوڑے سوار سے لوگ کہتے
ہیں کہ گھوڑا تو تیرے نیچے
سوار ہے وہ کہتا ہے ہاں
لیکن مجھے گھوڑا نظر نہیں
آ رہا ہے۔ نہ گھوڑے
کی تو میں میں دروش بنا ہوا ہے
اور گھوڑا اس کے سامنے
سوار ہے اس کی شال تو
ہی ہے کہ انسان جا رہی پانی
میں گھرا ہوا اور اس سے بچر
ہی ہو۔

لہ چن کہ ہر چوہن شال
یہ ہے کہ موتی سمندر میں ہوا
کہ آؤ گشتہ بال چیر
تھی وہ فوراً آؤ گئی۔

بند گوش اوشده ہم گوش او

اس کا کان بھی اس کے کان کی دکان ہوگا
ہوش را توزیع کردی برجتا
قرن ہوش کو مختلف ماحولوں میں تقسیم کر دیا

ہوش با حق دارے مدہوش او

اللہ کا ہوش کر اے اُس کے دیوانے
می نیز ز دترہ آں نثرات
وہ فضول (خیالات) ساگ کی تیت کے ہیں ہیں

در تفسیر قول نبی علیہ السلام مَنْ جَعَلَ الْهُمُومَ هَامًا وَاجِدًا كَفَاهُ اللَّهُ سَائِرَ
أَهْلِهِ وَكَانَ مِنْ تَفْزِئَتِ بَهْ الْهُمُومِ لَا يَأْكُلُ اللَّهُ فِي آيَةٍ وَأَوْقِنَهَا مَلَكَ
كَانِي بَرَكِيَا اَدَّجِسْ كَيْ تَمُتْ غَمٌ هِيَ تَوَالِدُ اس سَبَّ بِي نِيَا زِي كَرِه كَوْنِي وَاكِي مِيں تِيَا هَوَا

آپ تمہیں رومی کشد میری رخ و فدا

ہر جز اور کا تار ہوش کے پانی کو چوس رہا ہے

آبہا را میکشد آں خس گبہا

پانی کو معمولی گھاس پنی دھبہ ہے

پین بن آں شاخ بد را خوش

خیر دار! اگر شاخ کو کٹ دے (اور) اسکو پھر کرے

ہر دو سبز ندایں زماں آخر زمر

اب دونوں سبز ہیں، انجرام کو دیکھ

آب باغ ایں را حلال ایں حرام

باغ کا پانی اس کیلئے حلال اُس کے لئے حرام ہے

عدل چہ بود؟ آب دہ اخبار را

عدل کیسے؟ درختوں کو پانی دے

آپ ہوش چوں سد شو شار

پہلوں تک تیرے ہوش کا پانی کبھی پہنچے؟

آپ ہوش چوں سد شو شار

تیرے ہوش کا پانی خدا تک کیسے پہنچے؟

آب ایں شاخ خوش را خوش

اس اچھی شاخ کو پانی دے، اس کو تازہ کر

کیس شود باطل ازاں وید غر

یہ غلاب بھلائے گی، اس سے پہلے پیدا ہوئے

فرق را آخر یہ بینی وال سلام

تو، غریبوں میں فرق کب سے تھا، والسلام

ظلم چہ بود؟ آب دادن خارا

ظلم کیا ہے؟ کاتنے کو پانی دینا

نہ بہر نیچے کہ باشد آب کش

نہ کہ ہر جو شکو پانی دینا جو پانی چوستی ہے

نعمت حق را بجان و عقل دہ

اللہ (تعالیٰ) کی نعمت جان اور عقل کو

کہ نباشد جز بلا را منبے

جو صرف سمیت کا چشمہ ہے

ظلم کیا ہے؟ بلے محل صرف کرنا

نعمت حق را بجان و عقل دہ

اللہ (تعالیٰ) کی نعمت جان اور عقل کو

بارگین بیگار غم را بر تنمت

غم کی بیگار کر اپنے جسم پر سوار کر

بر دل و جاں کم نہ انجاں کند

دل اور جاں پر نہیں، کیونکہ وہ جان کی تباہی کر

نعمت حق را بجان و عقل دہ

اللہ (تعالیٰ) کی نعمت جان اور عقل کو

بارگین بیگار غم را بر تنمت

غم کی بیگار کر اپنے جسم پر سوار کر

لے بند گوش ایسے ملنگار

لاکان خود اس کو ہر لنگار

ہے۔ ہوش بیدار

دشمن زندہ ہوش۔ انسان

کی پرانہ خیالی کی کوئی

قیمت نہیں ہے۔ (در تفسیر

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان

کو پرانہ خیال نہ رہنا

چاہئے۔

مکہ ہجوم۔ ہم کی جیسے ہے

آینوالے کام کا کام دھکر۔

آپ پیش۔ اگر انسان ذہنی

مسائلوں کے سہجہ بخاریں

لگادے گا تو آخرت سے

فاضل ہو جائیگا جس حدی

دنیاوی غلوں سے پرکار

آخر تک غرض لگے۔

مکہ ہجوم۔ ہم کی جیسے ہے

آینوالے کام کا کام دھکر۔

آپ پیش۔ اگر انسان ذہنی

مسائلوں کے سہجہ بخاریں

لگادے گا تو آخرت سے

فاضل ہو جائیگا جس حدی

دنیاوی غلوں سے پرکار

آخر تک غرض لگے۔

مکہ ہجوم۔ ہم کی جیسے ہے

آینوالے کام کا کام دھکر۔

آپ پیش۔ اگر انسان ذہنی

مسائلوں کے سہجہ بخاریں

لگادے گا تو آخرت سے

فاضل ہو جائیگا جس حدی

دنیاوی غلوں سے پرکار

آخر تک غرض لگے۔

مکہ ہجوم۔ ہم کی جیسے ہے

آینوالے کام کا کام دھکر۔

آپ پیش۔ اگر انسان ذہنی

مسائلوں کے سہجہ بخاریں

لگادے گا تو آخرت سے

فاضل ہو جائیگا جس حدی

دنیاوی غلوں سے پرکار

آخر تک غرض لگے۔

مکہ ہجوم۔ ہم کی جیسے ہے

آینوالے کام کا کام دھکر۔

آپ پیش۔ اگر انسان ذہنی

مسائلوں کے سہجہ بخاریں

لگادے گا تو آخرت سے

فاضل ہو جائیگا جس حدی

دنیاوی غلوں سے پرکار

آخر تک غرض لگے۔

مکہ ہجوم۔ ہم کی جیسے ہے

آینوالے کام کا کام دھکر۔

آپ پیش۔ اگر انسان ذہنی

مسائلوں کے سہجہ بخاریں

لگادے گا تو آخرت سے

فاضل ہو جائیگا جس حدی

دنیاوی غلوں سے پرکار

آخر تک غرض لگے۔

مکہ ہجوم۔ ہم کی جیسے ہے

آینوالے کام کا کام دھکر۔

آپ پیش۔ اگر انسان ذہنی

مسائلوں کے سہجہ بخاریں

لگادے گا تو آخرت سے

فاضل ہو جائیگا جس حدی

دنیاوی غلوں سے پرکار

آخر تک غرض لگے۔

مکہ ہجوم۔ ہم کی جیسے ہے

آینوالے کام کا کام دھکر۔

آپ پیش۔ اگر انسان ذہنی

مسائلوں کے سہجہ بخاریں

لگادے گا تو آخرت سے

فاضل ہو جائیگا جس حدی

دنیاوی غلوں سے پرکار

آخر تک غرض لگے۔

مکہ ہجوم۔ ہم کی جیسے ہے

آینوالے کام کا کام دھکر۔

آپ پیش۔ اگر انسان ذہنی

مسائلوں کے سہجہ بخاریں

لگادے گا تو آخرت سے

فاضل ہو جائیگا جس حدی

دنیاوی غلوں سے پرکار

آخر تک غرض لگے۔

مکہ ہجوم۔ ہم کی جیسے ہے

آینوالے کام کا کام دھکر۔

آپ پیش۔ اگر انسان ذہنی

مسائلوں کے سہجہ بخاریں

لگادے گا تو آخرت سے

فاضل ہو جائیگا جس حدی

دنیاوی غلوں سے پرکار

آخر تک غرض لگے۔

مکہ ہجوم۔ ہم کی جیسے ہے

آینوالے کام کا کام دھکر۔

آپ پیش۔ اگر انسان ذہنی

مسائلوں کے سہجہ بخاریں

لگادے گا تو آخرت سے

فاضل ہو جائیگا جس حدی

دنیاوی غلوں سے پرکار

آخر تک غرض لگے۔

مکہ ہجوم۔ ہم کی جیسے ہے

آینوالے کام کا کام دھکر۔

آپ پیش۔ اگر انسان ذہنی

مسائلوں کے سہجہ بخاریں

لگادے گا تو آخرت سے

فاضل ہو جائیگا جس حدی

دنیاوی غلوں سے پرکار

آخر تک غرض لگے۔

مکہ ہجوم۔ ہم کی جیسے ہے

آینوالے کام کا کام دھکر۔

آپ پیش۔ اگر انسان ذہنی

مسائلوں کے سہجہ بخاریں

لگادے گا تو آخرت سے

فاضل ہو جائیگا جس حدی

دنیاوی غلوں سے پرکار

آخر تک غرض لگے۔

مکہ ہجوم۔ ہم کی جیسے ہے

آینوالے کام کا کام دھکر۔

آپ پیش۔ اگر انسان ذہنی

مسائلوں کے سہجہ بخاریں

لگادے گا تو آخرت سے

فاضل ہو جائیگا جس حدی

دنیاوی غلوں سے پرکار

آخر تک غرض لگے۔

مکہ ہجوم۔ ہم کی جیسے ہے

آینوالے کام کا کام دھکر۔

آپ پیش۔ اگر انسان ذہنی

مسائلوں کے سہجہ بخاریں

لگادے گا تو آخرت سے

فاضل ہو جائیگا جس حدی

دنیاوی غلوں سے پرکار

آخر تک غرض لگے۔

مکہ ہجوم۔ ہم کی جیسے ہے

آینوالے کام کا کام دھکر۔

آپ پیش۔ اگر انسان ذہنی

مسائلوں کے سہجہ بخاریں

لگادے گا تو آخرت سے

فاضل ہو جائیگا جس حدی

دنیاوی غلوں سے پرکار

آخر تک غرض لگے۔

مکہ ہجوم۔ ہم کی جیسے ہے

آینوالے کام کا کام دھکر۔

آپ پیش۔ اگر انسان ذہنی

مسائلوں کے سہجہ بخاریں

لگادے گا تو آخرت سے

فاضل ہو جائیگا جس حدی

دنیاوی غلوں سے پرکار

آخر تک غرض لگے۔

مکہ ہجوم۔ ہم کی جیسے ہے

آینوالے کام کا کام دھکر۔

آپ پیش۔ اگر انسان ذہنی

مسائلوں کے سہجہ بخاریں

لگادے گا تو آخرت سے

فاضل ہو جائیگا جس حدی

دنیاوی غلوں سے پرکار

آخر تک غرض لگے۔

مکہ ہجوم۔ ہم کی جیسے ہے

آینوالے کام کا کام دھکر۔

آپ پیش۔ اگر انسان ذہنی

مسائلوں کے سہجہ بخاریں

لگادے گا تو آخرت سے

فاضل ہو جائیگا جس حدی

دنیاوی غلوں سے پرکار

آخر تک غرض لگے۔

مکہ ہجوم۔ ہم کی جیسے ہے

آینوالے کام کا کام دھکر۔

آپ پیش۔ اگر انسان ذہنی

مسائلوں کے سہجہ بخاریں

لگادے گا تو آخرت سے

فاضل ہو جائیگا جس حدی

دنیاوی غلوں سے پرکار

آخر تک غرض لگے۔

مکہ ہجوم۔ ہم کی جیسے ہے

آینوالے کام کا کام دھکر۔

آپ پیش۔ اگر انسان ذہنی

مسائلوں کے سہجہ بخاریں

لگادے گا تو آخرت سے

فاضل ہو جائیگا جس حدی

دنیاوی غلوں سے پرکار

آخر تک غرض لگے۔

مکہ ہجوم۔ ہم کی جیسے ہے

آینوالے کام کا کام دھکر۔

آپ پیش۔ اگر انسان ذہنی

مسائلوں کے سہجہ بخاریں

لگادے گا تو آخرت سے

فاضل ہو جائیگا جس حدی

دنیاوی غلوں سے پرکار

آخر تک غرض لگے۔

مکہ ہجوم۔ ہم کی جیسے ہے

آینوالے کام کا کام دھکر۔

آپ پیش۔ اگر انسان ذہنی

مسائلوں کے سہجہ بخاریں

لگادے گا تو آخرت سے

فاضل ہو جائیگا جس حدی

دنیاوی غلوں سے پرکار

آخر تک غرض لگے۔

مکہ ہجوم۔ ہم کی جیسے ہے

آینوالے کام کا کام دھکر۔

آپ پیش۔ اگر انسان ذہنی

مسائلوں کے سہجہ بخاریں

لگادے گا تو آخرت سے

فاضل ہو جائیگا جس حدی

دنیاوی غلوں سے پرکار

آخر تک غرض لگے۔

مکہ ہجوم۔ ہم کی جیسے ہے

آینوالے کام کا کام دھکر۔

آپ پیش۔ اگر انسان ذہنی

مسائلوں کے سہجہ بخاریں

لگادے گا تو آخرت سے

فاضل ہو جائیگا جس حدی

دنیاوی غلوں سے پرکار

اور گدھا میں میں منہ
اڑائے۔ جگر۔ ہرمل کا
لبک مل ہے۔ شر۔ کان
میں لگانا صاف ہے۔
سٹہ گردن۔ اگر تو بہتر رہ
دقشب ہی گیا ہے تو اب
جاہدوں کی تکلیف اٹھانے
ضرورت نہیں ہے اور اگر
تو مجھ جسم کے راحت
طبی میری ذکر جاہدوں کا لڑ
کھا۔ زہر یہ عنت اور شدت
جسم کے لئے مفید ہے اور
راحت طبی مفید ہے۔ ہنیر
انسان کا جسم دوزخ کا
ایندھن ہے اس کو غم کرنا
پا ہے۔ دوزخ تیرا لقب بھی
وہی ہے جو اولیب کی ہری
کا ہے قرآن نے افسس کو
نکارنا نصیب کیا ہے یعنی
دوزخ کا ایندھن اٹھانے والے
سٹے اور غلبہ جسم دفع
کا ایندھن اور روح
سیدہ انتہی کی شاخ ہے
دونوں میں فرق کر لے ہیں
ابن جسم کی شاخ و صوبہ
اور آگ کی جڑ ہے اور
روح کی شاخ عالم بالا کی
چیز ہے۔ بہت مانند یہ
دونوں شاخیں کسان نظر
آتی ہیں جس کی وجہ آگہ کی
سٹہ دوزخ کی بڑائی ہے
حق تعالیٰ درجہ مفید ہے۔
گرتا۔ جب انسان راہ
طریقت میں کوٹاں ہوتا تو
کراٹھ قاتل راستہ دکھاتے
ہیں اگر قاتل اختیار کرتا ہے تو
اس کو قاضی جہنم ہوتی ہے۔
ورکت۔ انسان جس قدر
کمر نفعی اختیار کرتا ہے وہی
قدر اس کو عینی نصیب
ہوتی ہے۔

برسر عیسیٰ نہادہ تنگ بد
ہو جو کا غم میں کے سر پر رکھے ہوئے ہے
سُرمہ را در گوش کردن شمرط
سُرمہ سرکان میں لگا کر مناسب نہیں ہے
گردلی زونا زکن خواری کش
اگر تو (جسم) دل ہے جا کر زنت نہ اٹھا
زہر تن را نافع ست و قندید
جسم کے لئے زہر مفید اور شکر مفید ہے
ہیزم دوزخ تنست و کم کش
جسم، دوزخ کا ایندھن ہے اس کو کم کش
ورنہ خمال خطب باشی خطب
دوزخ تو ایندھن ہی ایندھن کا بار بار دہرا ہوگا
از خطب بشناس شاخ سدہ را
سدہ انتہی کی شاخ کو ایندھن کی کڑی ہے
صل میں شاخ ست از نار و دھان
اس شاخ کی جڑ آگ اور دھواں ہے
ہست مانند اس بھویش جس
جس کے سامنے (آپس) مشابہ ہیں
ہست پیدا آں بہیش چشم دل
دل کی آنکھ کے لئے، وہ واضح ہے
ورنداری یا بختیاں خوش را
تو اگر باؤں نہیں دیکھتا ہے خود کو حرکت دے
کایں خنجر شد تبرک را کلید
کیونکہ حرکت کی بרכת حاصل کرنے کی بھی ہے

خسر سیکڑہ میزند در مغزار
کہا، چو اکامی در تیان مار رہا ہے
کار دل را جستن از تن شمرط
دل کا کام، جسم کے لئے مناسب نہیں ہے
ورتنی مشکر منش و زہر خوش
اگر تو (جسم) جسم ہے، نگہ نہ کھا اور زہر مکھ
تن ہماں بہتر کہ باشد بے درد
جسم وہی بہتر ہے جو بے سہوا ہو
وربروید ہیں توازن برکش
اگر وہ آگے غرور رہا، تو اس کو جتنے اکھاڑے
در دو عالم چھو محضت کو لب
دونوں جہان میں، اولیب کی ہری کی طرح
گرچہ ہر دو ہنر باشد اے فتی
اے نوجوان! اگرچہ دونوں ہنر ہوں
صل آں شاخ ست یقیم آسما
اس شاخ کی جڑ، ساتویں آسمان پر ہے
کہ غلط بین ست چشم و کش جس
کیونکہ جس کی آنکھ اور طریقہ غلط ہیں ہے
جدیدن پیش دل آجہ نقل
کو شش کر، باور کی کسی کو شش، دل کے سٹے
تابہ بینی ہر کم و ہر بیش را
تاکہ تو ہر کم و بیش کو دیکھ لے
دور خنجر گردی لے دل مستفید
لے دل، اوجرت کرنے سے لائق مند ہوگا

غلط بین ہے چشم دل۔ دل کی آنکھ سے دیکھ دونوں میں فرق نظر آئے گا۔ دورنداری۔ انسان کو غلط بین سے گلے کی ہر صورت کو شش کرنی چاہئے اگر باؤں نہیں ہیں تو جسم کو ہی سرکانا چاہئے۔

اس راہی کے مستحق کے بیان میں

گزیناست در راه طرف یافت یوسف هم ز بخش منظر

گرچه زخم نیست عاقل را باید
خیر و یوسف داری باید دود

توڑ جائے آمدی وز موطنے آمدن را راہ دانی یہج نے

اگر تو نہیں جانتا ہے کہ گزندہ کوا نہیں ہے
 میں ہی ہوں گزندہ کوا کیست

میں ہی ہوں گزندہ کوا کیست
 اگر تو نہیں جانتا ہے کہ گزندہ کوا نہیں ہے

تو رہ سداں آجستہ و خود کھنکھن
تو بہ ہانکے کہش میان کارستہ کہ مرے ہے

چشمِ خوں بندی کہ صدیم و خار بند حیم تست این سوا ز غرار

چارپائی اور سبکی سہری
تو اپنے خرمیہ کے شبنم میں چاند لکھوں والا ہے

بزمِ یاسین و سحر و سہری
بزمِ نئی اور سرداری کی اُمید پر

سچے آدمی۔ انسان عالم راہ
جس راستہ سے آیا ہے وہ

سے مانگے والا تک جا بھی سکتا
مے: محترمہ مانگے: انسان مانگ

گر خدائی بدست نظر آئے کی

کونفر جانے ہوئے پٹا ہے

تو آنکھیں بند نہ کر کے گائیو نہ

کر دی ہے اور تو دنیا کی
مزخرف چیزوں کو دیکھ رہا ہے۔

ہے اپنے عقیدوں کا نظریہ
 بنا ہوا ہے۔ گرجا کیسے۔ تجھے

اتو کو غلاب ہیں ویرانہ نظر آتا ہے۔

مے مشتری۔ تو اپنے
خریداروں کا تو منتظر رہتا
ہے لیکن تیرے پاس آنے
باتھ فروخت کرنے کے لئے
کوئی چیز نہیں ہے۔ گرتا۔
اگر تیرے ہاتھ میں کچھ ہوتا
تو پھر تو خریداروں کا منتظر
ہی نہ ہوتا، عوام میں غریبیت
اور عوام کو گرویدہ کرنے کی
وہی شخص کوشش کرتا ہے
جو تہی دست ہوتا ہے آنے
والے وقت سے پہلے بتانا
مقصود ہے۔

گر تجھ میں مشتری بینی بخواب
اگر تو سنا رہی ہے تو خواب میں خریدار کو دیکھتا ہے
مشتری خواہی بہر دم بیچ بیچ
تو ہر وقت بیچ و باب میں خریدار کا خواب مندر ہے
گر ترانا نے ہڈیے یا چاشتنے
اگر تجھے روٹی یا ناشتہ حاصل ہوتا
گر در انہاں مہر ترانا نے ہڈیے
اگر تجھے میں تیسری روٹی ہوتی

چغہ بد کے خواب بیند جز خراب
منوس چند دیر از کے سوا کب دیکھتا ہے؟
توجہ داری کہ فرشی؟ بیچ بیچ
تو دیکھتا کیا ہے؟ کہ بیچو گا؟ کچھ بھی نہیں
از خریداراں فراغت داشتے
تو خریداروں سے بے نیاز ہوتا
از خریداراں دلت فراغ شدے
تو تیرا دل خریداروں سے بے نیاز ہوتا

شرح

اس بیان سے معلوم ہوا۔ کہ عدم بھی ایک شے ہے جو کہ صنعت
حق سبحانہ کا خزانہ اور عالم وجود کی اصل ہے۔ پس عدم عالم
وجود کے مقابلہ میں موجود کہلانے کا زیادہ مستحق ہوگا۔ اور عالم وجود عدم کے مقابلہ میں معدوم
کہلانے کے زیادہ لائق ہوگا۔ کیونکہ عدم اصل ہے اور عالم وجود اسکی فرع۔ والا اصل
اقوامی وجوداً من الفرع۔ دوسری عدم باقی ہے۔ اور عالم وجود فانی۔ اور باقی فانی
کے مقابلہ میں موجود کہلانے کا زیادہ مستحق ہے۔ اور فانی باقی کے مقابلہ میں لقب معدوم
لئے زیادہ زیبا ہے۔

جب یہ تمہیدی مضمون معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ حق سبحانہ کی عجیب شان ہے
کہ اس شخص معدوم (اضافی یعنی عالم وجود) کو وجود (حقیقی) دکھلایا۔ اور موجود (اضافی
یعنی عدم) کو معدوم (حقیقی) ظاہر فرمایا۔ اور یہ ایسا ہے جیسا کہ اس شخص کو چھپا دیا ہے
جو کہ اصل ہے اور کف کو ظاہر فرما دیا ہے جو کہ فرع ہے۔ یا ایسا ہے جیسا کہ اس شخص
ہوا کو چھپا دیا ہے جو کہ اصل ہے اور خاک کو ظاہر فرما دیا ہے جو اس کے تابع ہے۔ مثلاً جگہ
کہ اس میں ہوا اصل ہے اور خاک تابع مگر خاک ظاہر ہے اور ہوا مخفی۔ یہ ہم نے

کیوں کہا۔ کہ ہوا اصل ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ خاک بذاتِ خود اوپر نہیں جاسکتی پس
 ضروری ہے کہ اس میں ہوا ہو۔ مگر تم خاک کو تو دیکھتے ہو۔ اور ہوا کو نہیں دیکھتے۔ بلکہ حقیقت
 تم کو دلیل سے سمجھایا جاتا ہے اس وقت مانتے ہو۔ علیٰ انہذا۔ تم کف کو ہر طرف دوڑتے
 دیکھتے ہو۔ مگر دریا کو نہیں دیکھتے۔ حالانکہ کف بدوں دریا کے نہیں ٹھہر سکتا۔ پس
 تم کف تو آنکھ سے دیکھتے ہو جو فسرع ہے اور دریا کو دلیل سے مانتے ہو۔ جو کہ اصل ہے
 یا ایسا ہے جیسا کہ فکر مخفی ہے جو کہ اصل ہے اور گفتگو ظاہر ہے جو کہ فسرع ہے
 پس گفتگو کو اصل کے ذریعے سے ذریعے سے جان لیتے ہو۔ اور فکر کی دلیل سے قائل
 ہوتے ہو۔ پس بیان سے معلوم ہوا کہ ہم معدوم کو موجود سمجھتے ہیں، یعنی ہم نے تمہارے
 سینہ کو منشرح کر دیا۔ اور اسکو کھول دیا۔ اور اسکو انوار عرفانیہ کا منبع بنا دیا۔ اس
 معلوم ہوا۔ دل خود منبعِ علوم ہے۔ دیکھو افسوس کہ تم ان کو باہر ڈھونڈھتے ہو۔ ارے
 تم تو اس دودھ کا مخزن ہو۔ پھر دوسروں سے کیوں دوسرے پھرتے ہو اور تمہارے
 اندر تو خود شیرِ علوم و معارف کا بہت بڑا چشمہ موجود ہے۔ پھر تم تغاری اور کوٹھڑوں...
 (کتاہوں اور رسمی عالموں) سے اسکے کیوں طالب ہو۔ اور اے تالاب (سالک) تو تو
 بحرِ حقیقی سے تعلق رکھتا ہے۔ ایسی حالت میں تجھے تالابوں سے پانی لینے سے شرم
 آئی چاہیے۔ کیا؟ اَلَمْ نَشْرَحْ سے تیری حالت ظاہر نہیں ہوتی ضرور ہوتی ہے کیونکہ
 گو شرع صدرِ مخصوص جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہو۔ مگر مطلق
 شرع صدر آپ کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ بلکہ اسکی قابلیت علیٰ حسب الاستعداد ہر ایک
 میں ہے۔ پھر تو دوسروں سے دریافت کرتا اور بھیک مانگتا کیوں پھرتا ہے۔

پس تو تحصیلِ علم کے لیے اپنے اندر شرحِ دل کا مطالعہ کر۔ تاکہ تجھ پر اندھ
 ہونے کا طعنہ نہ ارد ہو۔ اور تو اَلْغَيْنِ لَا يُبْصِرُونَ کا مصداق نہ بنے بھلے
 مانس! تیرے سر پر روٹیوں کا بھرا ہوا ٹوکرا رکھا ہوا ہے اور تو در بدر ٹکڑے مانگتا

پھرتا ہے۔ یعنی تجھے دل حاصل ہے جو منبع علوم ہے مگر تو اسے نہیں دیکھتا۔ اور علوم
 رسمہ کے پیچھے مارا مارا پھرتا ہے نہایت بے جا بات ہے تو اپنے باطن میں مشغول
 ہو۔ اور پاجی بن۔ چھوڑ دے اور اگر تجھے علم کی طلب ہے تو دل کا دروازہ کھٹکھٹا
 ہر دروازہ پر مارا مارا کیوں پھرتا ہے۔ ارے تو ندی میں گھٹنوں گھٹنوں پانی میں کھڑا ہے
 مگر تجھے اپنی حالت کی خبر نہیں اور اس کے پانی مانگتا ہے اور تیرے سر پر روٹیاں کھی
 ہیں اور تیرے پاؤں پانی میں ڈوبے ہوئے ہیں مگر تو پیاس اور بھوک سے خراب ہو رہا
 ہے یہ تیری بد قسمتی ہی نہیں ہے اور تیرے آگے بھی پانی ہے اور پیچھے بھی۔ مگر تیری آنکھوں
 کے سامنے بھی دیوار ہے اور پیچھے بھی۔ کہ تو اسے دیکھ بھی نہیں سکتا۔ کتنی بیجا بات
 ہے۔ تو ان حجابات کو اٹھا اور پانی سے منتفع ہو۔ نیز تیری ایسی مثال ہے جیسے
 شہنشاہ کی ران کے نیچے گھوڑا موجود ہے اور وہ پوچھے کہ گھوڑا کہاں ہے جب کوئی
 اس کو پوچھے کہ ارے یہ تیری رانوں کے نیچے کیا ہے تو کہے گھوڑا۔ مگر پھر یہ ہی کہے۔ کہ
 گھوڑا کہاں ہے پھر اس سے کہا جائے کہ ارے یہ تیرے نیچے گھوڑا نہیں ہے تو کہے
 ہاں! مگر کوئی اپنی سواری کا گھوڑا بھی دیکھتا ہو۔ — بھلا اس بھی زیادہ کوئی احمق
 ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔

بس تیری یہی حالت ہے کیونکہ تو دل رکھتا ہے اور جانتا ہے کہ دل منبع علوم
 ہے۔ کیونکہ تو مسلمان ہے اور قرآن پر ایمان رکھتا ہے اور قرآن میں یہ مضمون منصوص ہے
 مگر پھر تحصیل علم کے لئے ادھر ادھر مارا مارا پھرتا ہے اور جب تجھے متنبہ کیا جاتا ہے تو خود
 اقرار کرتا ہے مگر پھر اس بیہودگی کو نہیں چھوڑتا۔

الغرض! وہ طالب ایسا ہے جیسا کوئی ایک شے پر عاشق ہو اور مطلوب اس
 سامنے موجود ہو۔ اور وہ پھر بھی اس کا طالب ہو۔ یا کوئی پانی کے اندر موجود ہو اور اس
 بہتے ہوئے پانی کی اسے خبر نہ ہو۔ کیونکہ یہ بھی ایک شے کا طالب ہے اور وہ شے اس کے

پاس موجود ہے مگر یہ اس کے بے خبر ہے بلکہ اسے خود اپنی ہی خبر نہیں — یا یوں کہو
 کہ اس کی ایسی مثال ہے جیسے موتی دریا میں موجود ہے اور کہے کہ دریا کہاں ہے کیونکہ وہ
 مطلوب کے پاس موجود ہے مگر سمجھتا ہے کہ مطلوب مجھ سے دُور ہے اور اس کا یہ خیال الغلام
 مطلوب ہے اس کے لیے سیپ کی طرح حجاب ہو گیا ہے اور اس کا یہ کہنا ہے کہ کہاں ہے اُس
 کے لیے حجاب ہے اور اس کے آفتاب مطلوب کے ظہور تابش کے لیے اُبر بن گیا ہے
 اور یہ اس کی چشم بد (غلط بین ہے) اس کی آنکھ کے لیے آڑ بن گئے ہیں۔ اور اس طرح
 رفع دیوار خود اس کے لیے دیوار ہو گئی ہے۔ سین خود اس کے کان غلط سننے والے اس
 کے کان کی ڈاٹ بن گئے ہیں یعنی اس کے لیے آنکھیں تو ہیں مگر غلط ہیں کہ موجود کو
 معدوم دیکھتی ہیں اور اس کے کان بھی ہیں مگر غلط سنتے ہیں کہ آسمان کی تو سُنیں زمین کی
 مگر وہ اپنی آنکھوں اور کانوں کو آفت سے محفوظ سمجھتا ہے اس لئے جبکہ آنکھیں موجود کو معدوم
 دیکھتی ہیں اور کان موجود کو معدوم سنتے ہیں تو وہ سمجھتا ہے کہ وہ شے واقع میں معدوم ہے
 کیونکہ اگر موجود ہوتی تو میں باوجود اس کے کہ میری آنکھیں موجود ہیں اسے کیوں نہ دیکھ سکتا۔
 اور دوسرے لوگ اسے معدوم کیوں بتاتے اس لئے یہ آنکھیں اور کان جو کہ اس کے زعم
 میں رفع شدہ ہیں۔ خود حجاب اور سد بن گئے واللہ اعلم بالصواب؛

[فائدہ: مولانا کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ تم علوم کو اپنے دل میں دیکھو اور غریبوں
 سے طلب نہ کرو اس کی کسی کو عدم ضرورت شیخ کا شبہ نہ ہونا چاہیے کیونکہ دل میں ڈھونڈنے
 کے یہ معنی ہیں کہ تم اپنے دل کو اس قابل بناؤ کہ وہ منبع علوم بنے اور مولانا پیش فرمایا ہے
 ہیں کہ یہ بات بدول شیخ کے حاصل نہیں ہو سکتی اس لئے ضرورت ہے شیخ کی۔ اور حاصل
 یہ ہے کہ شیخ حاصل کرو اور اس کے ذریعے دل کو اس قابل بناؤ کہ وہ منبع علوم بنے
 پھر اس میں علوم کا مطالعہ کرو۔ اور کتب علماء ربمہ کے پیچھے نہ پڑو۔

فائدہ عطا۔ چونکہ دل کے منبع علوم شرعیہ کی ضرورت ہے اتباع شریعت

کی۔ اور اتباع شریعت موقوف ہے علوم شرعیہ پر اور علوم شرعیہ حاصل ہوتے ہیں علماءِ ظاہر سے اس لئے بقدر ضرورت علماءِ ظاہر کی طرف رجوع بھی لازم ہے اور مقصود مولانا کا یہ ہے کہ بلا ضرورت علوم و علماءِ رسمیہ کے ممنون احسان نہ بنو۔ اور علومِ رسمیہ ہی کو مقصودِ اصلی نہ بناؤ۔ واللہ اعلم]

خلاصہ یہ ہے کہ اے غافل از حق! تو خدا سے خبردار ہو اور اس کی اطاعت کر۔ اس کی تیرا دل منبعِ علوم بنے گا۔ اور تجھے کتبِ علمیہ اور علماءِ رسمیہ سے استغناء حاصل ہو جائے گا۔ تو نے اپنے ہوش کو مختلف حیات پر منقسم کر دیا ہے حالانکہ ان فضولیات میں ایک شے بھی کسی کام کی نہیں۔ پس تو ان خسرات کو چھوڑ اور اپنے خیالات کو ایک مرکز پر جمع کر اور صرف حق سبحانہ کو مطلوب ٹھہرا۔ اور

بدنِ احمق وصول الی اللہ نہایت ہی متعذر ہے۔ کیونکہ تیرے ہوش کا پانی تو کانٹوں (اور دنیویہ) ہی کی جڑوں میں جذب ہو کر لپسے پھروہ پھولوں (مطلوبِ حقیقی) تک کیسے پہنچ سکتا ہے اور جبکہ یہ ذلیل گھاس (اور دنیویہ) تیرے ہوش کے پانی کو جذب کر رہے ہیں یعنی تیرے ہوش کو اپنے ہی میں مصروف رکھتے ہیں تو وہ حق سبحانہ تک کیسے پہنچ سکتا ہے۔ اور تجھے حق سبحانہ کا خیال کیونکر ہو سکتا ہے پس تو اس شاخِ بد (تعلقاً دنیویہ) کو کاٹ اور اس شاخ (تعلقاً حق سبحانہ) کو پانی دے اور روزانہ کر۔ یہ ضرور ہے کہ یہ دونوں شاخیں سرسبز اور مرغوبِ خوشگوار ہیں۔ مگر تم کو انجام پر نظر کرنا چاہیئے۔ انجام اس کا یہ ہو گا کہ شاخِ اول برباد ہو جائے گی۔ اور شاخِ ثانی مثمر اور نتیجہ بخش ہوگی۔ دیکھو! اول کی تربیت اور اس کو پانی دینا ناجائز ہے اور ثانی کو پانی دینا واجب ہے فرق ان دونوں میں تم کو مرنے کے بعد معلوم ہو گا۔

یہ مضمون تو ختم ہوا اب ہم اس کے مناسب دوسرے مضمون تم کو سناتے ہیں۔ مگر اول یہ کہ عدل کیا ہے؟ عدل کی حقیقت دھنوں کو پانی دینا ہے اور ظلم کیا ہے؟ ظلم کی حقیقت کانٹوں کو پانی دینا ہے اور یا تبدیل عنوان یوں کہو۔ کہ عدل یہ ہے کہ ہر نعمت کو اس کے موقع پر رکھا جائے اور آبِ نعمت

ہر اس جسم کو نہ دیا جائے جو اس کے لیے حاذب ہو۔ اور ظلم یہ ہے کہ کسی نعمت کو ایسے محل میں صرف کیا جائے جو اس کے لائق نہ ہو اور صرف بلیات کا سرچشمہ ہو۔ اور کسی بھلائی کی اس توقع نہ ہو۔ جب یہ معلوم ہو گیا کہ ہم کہتے ہیں کہ تم نعمت حق کو تنہا رستی علم و فضل روح اور عقل پر صرف کرو جو اس کا محل ہیں اور نفس پر صرف کرو جو کہ تکالیف اور مشکلات کا معدن ہے۔ برخلاف اسکے اقتضات نفس کے خلاف کر کے باوعم کو نفس پر لادو۔ اور ارتکاب معاصی سے جو کہ موجب تاؤی روح ہے تکلیف کو روح اور دل پر نہ لادو۔ کیونکہ یہ عدل ہے اور اسکے خلاف ظلم۔ مگر تم ایسا نہیں کرتے۔ بلکہ عیسیٰ روح کے سر پر تم نے بارِ غم لاد رکھا ہے۔ اور جس پر نفس گلزار میں فلاںچیں مارتا پھر رہا ہے تم کو ایسا نہ چاہیئے۔ بلکہ جو جس کے قابل ہو اسکے ساتھ وہی معاملہ کرنا چاہیئے۔

دیکھو! جس طرح سرمہ کان میں ڈالنا مناسب نہیں ہے یوں ہی دل کا کام نفس لینا زیبا نہیں — پس اگر تم صاحب دل ہو تو تم کو ناز کرنا چاہیئے اور ذلت نہ اٹھانا چاہیئے۔ یعنی دین کا کام کرنا چاہیئے جو موجب عزت و راحت ہے اور دنیا کا کام چھوڑ دینا چاہیئے جو کہ موجب ذلت و تکلیف ہے اور اگر تم اہل نفس ہو۔ تو ہم کہتے ہیں کہ خب دار! شکر نہ کھانا اور زہر ہی کھانا۔ یعنی دنیا ہی میں مصروف رہنا اور دین کے کام نہ کرنا۔ کیونکہ نفس کے لیے زہر ہی نافع ہے اور قند مضر ہے اور اس کے لیے موردِ تباہی کے کام مفید ہیں اور دینی کام مضر ہیں۔

[فائدہ: "شکر منوش" اور "زہر چش" مروی تہدیدی ہیں اور طلب فعل و ترک مقصود ہیں]۔ لیکن ہم تمہیں سمجھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نفس وہی بہتر ہے جو بے مدد ہو اور جس کی پرورش نہ کی جائے کیونکہ یہ دوزخ کا ایندھن ہے پس تم اس کو کم کرو۔ اور اگر یہ اُگے اور یہ ترقی کرے تو تم اس کو جسٹ سے اُکھڑ ڈالو۔

ورنہ تم دونوں عالم میں ابولہب کی بیوی کی طرح جتناں خطب ہو گے جو کہ دوزخ کے لیے ایندھن ڈھورہے ہو۔

ہم پھر کہتے ہیں کہ گوشاخ سدرہ (روح) اور ایندھن (نفس) دونوں سبز ہیں۔ مگر تم ان دونوں میں امتیاز کرو۔ اور جان! کہ ایندھن (نفس) کا مرجع آگ اور دھواں (دوزخ) ہے اور شاخ سدرہ (روح) کا مرجع آسمان ہفتم (عالم بالا اور لامکان) گوہ دونوں شاخیں چشم حسی کی نظر یکساں معلوم ہوتے ہیں کیونکہ جس کا مشرب غلط بینی ہے لیکن چشم بصیرت کی نظر میں فرق ظاہر ہے پس تم سے جس قدر بھی ہو کے کوشش کر کے دل کی طرف بڑھو اور نفس کو چھوڑو اور اگر تمہارے پاؤں ہی نہ ہوں تو اپنے کو حرکت ہی دیدو۔ یعنی اگر تم پوری کوشش نہیں کر سکتے تو بھی ممکن ہی کوشش کرو تاکہ تمہیں اشیا علی ماہی علیہ نظر آئیں اور تم غلط بینی سے نجات پاؤ۔ کیونکہ مشہور ہے ”فی الحركۃ بركة“ یعنی حرکت حصول برکت کا ذریعہ ہے۔ پس حرکت سے تمہیں فائدہ حاصل ہوگا۔

دیکھو! زلیخانے ہر طرف سے دروازے بند کر دیئے تھے مگر یوسف علیہ السلام نے حرکت کی تو انہیں اُپسی کا مقام مل ہی گیا۔ اور وہ اس عمل خطرے سے بچ گئے اور جبکہ انہوں نے خدا پر بھروسہ کیا اور خدا کا نام لیکے بھاگے تو دروازہ کا قفل حق سبحانہ کی تائید سے کھل ہی گیا۔ اور رستہ نکل آیا۔ پس اگرچہ عالم میں کوئی سواخ نظر نہیں آتا جس تم اس خدا تک پہنچ جاؤ۔ مگر تم کو یوسف علیہ السلام کی طرح دوڑنا چاہیئے تاکہ قفل کھل جائے اور رستہ نکل آئے اور تمہاری حق سبحانہ کی طرف چلنے کے لیے جگہ ہو جائے۔

تم کو راہ کے نظر نہ آنے سے اسکے الغدام کا شبہ نہ ہونا چاہیئے کیونکہ تم دنیا میں آنے ہو اور ضرور کسی رستہ سے آنے ہو۔ اچھا! بتاؤ کہ کس رستہ سے آنے ہو کوئی

رستہ دکھلائی دیتا ہے اور تم کسی جگہ سے اور کسی مقام سے تو آئے ہو تو کیا جانتے ہو
 کہ کس رستہ سے آئے ہو۔ اگر تم نہیں جانتے تو یہ نہ کہنا کہ رستہ نہیں ہے ضرور ہے
 ورنہ آئے کیونکر؟ نیز اسی رستہ سے تم کو پھر جانا ہے پس اگر رستہ نہیں ہے تو
 جاؤ گے کیونکر؟ پس معلوم ہوا کہ رستہ ضرور ہے گو ہمیں معلوم نہیں بس یونہی
 وصول الی اللہ کے رستہ کو ہی سمجھ لو۔ اچھا اور سنو! خواب کے اندر تم دائیں یا بائیں خوش
 و خوش ہو کر جاؤ گے یا نہیں جانتے ہو کہ اس میلان کا رستہ کہاں کو ہے ہرگز نہیں پس ایسا ہی وصول الی
 الحق کی راہ کو سمجھ لو۔ جب یہ معلوم ہو گیا کہ رستہ ضرور ہے مگر ہمیں معلوم نہیں۔
 تو اب اسکی صورت یہ ہے کہ آنکھ بند کر کے اپنے کو حق سبحانہ کے یا شیخ کے حوالہ کر دو
 اس طرح تم اپنے کو اسی شہر قدیم یعنی عالم غیب میں پاؤ گے لیکن تم آنکھ کب بند کر سکتے
 ہو کیونکہ سینکڑوں نشیلی آنکھیں تمہاری آنکھ کے لیے بند ہونے سے مانع ہیں۔
 یعنی دنیا میں تمہارے مطلوبات اور معشوق بکثرت ہیں وہ تم کو آنکھ کیونکر بند کرنے
 دیں گے۔ کیونکہ عشق آنکھ بند ہونے سے مانع ہے۔

چنانچہ تم سرداری کی توقع میں خریداروں پر عاشق ہو۔ اور ان کے عشق نے
 تمہاری دو آنکھوں کو چار بنا دیا ہے یعنی ہر وقت آنکھیں کھولے دیکھتے ہو کہ ادھر
 سے کوئی آتا ہوگا۔ ادھر سے کوئی آتا ہوگا۔ اور اگر سوتے ہی ہو تو خواب میں۔۔۔
 خریداروں کو دیکھتے ہو۔ اور ہونا بھی یہی چاہیے کیونکہ اُن کو خواب میں دیرانہ ہی
 نظر آتا ہے پس جب تمہاری یہ حالت ہے تو کیا توقع ہو سکتی ہے کہ تم آنکھ بند
 کر لو گے۔

بھلے مانس! تو جو ہر دم اپنے خریداروں کا طالب ہو بتا تو سہی تیرے پاس دھڑ
 کیا ہے جو تو اسکے ہاتھ نیچے گا۔ کچھ بھی نہیں۔ کیونکہ اگر تیرے پاس روٹی یا دوپہر کا کھانا
 ہوتا تو تجھے یہ ڈھونگ بنانے کی ضرورت ہی نہ ہوتی اور تجھے خریداروں کی پرواہ ہی نہ

ہوتی۔ اور اگر تیرے توشہ دان میں روٹی ہوتی تو خریداروں کی فکر سے تیرا دلی مطمئن
 ہوتا۔ کیونکہ یہ جو کچھ تو کر رہا ہے۔ محض پیٹ کے لیے کر رہا ہے پس اگر تو روٹی سے
 بے فکر ہوتا تو تجھے اس ڈھونگ کی ضرورت نہ ہوتی اور جب کہ ضرورت ہے تو معلوم ہوا
 کہ تیرے پاس روٹی نہیں ہے اور جب تو اتنا مفلس ہے تو خریداروں کے ہاتھ کیا بیچے
 گا۔ اور جبکہ تو اس کے ہاتھ کچھ نہیں بیچ سکتا تو ان کے جمع کرنے کی درد سہی بیکار ہے
 خلاصہ یہ کہ مولانا طلب جاہ کی مذمت اور اس کا بے سود ہونا بیان فرماتے
 ہیں اور کہتے ہیں کہ طلب جاہ بالکل لغو ہے کیونکہ طلب خریداروں کی دلیل ہے اس کے عدم
 کمال کی۔ کیونکہ صاحب کمال مستغنی ہوتا ہے۔ پس جبکہ طالب جاہ خود کامل نہیں
 تو اس کا معتقدین کو جمع کرنا بے کار ہے۔ کیونکہ جب اس کے اندر کمال ہی نہیں تو
 انہیں دکھلائے گا کیا۔ اور قدر کس چیز کی کرائے گا۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ وہ انہیں
 فریب دے اور دھوکے سے اپنے نقصان کو کمال ظاہر کرے و لایعنی شناعۃ۔

